

یعنی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(از)

الحاج حکیم عبد القی انصاری خسر شاه نظامی

مطابع کھنہ

قاضی انعام الحق انصاری رئیس کوئٹہ

ضلع قای پور یو۔ پی

قیمت عیار

یارب کجاست مجرم رازے کہ یک ما
دل شرح آں کند کہ چه دید و چه شنید

حَمْدٌ بِشَرَفِیْنِ

(کی)

دید و شنید

(اثر)

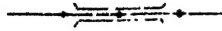
الحاج فقیر و عا گو حکیم عبد الغنی انصاری خسر شاه نظامی
طیب شامی و مہتمم و خانہ سرکار عالی



لقمان الملک حکیم نامیا صاحب مرحوم مغفور

(الف)

فہرستِ کتابیں



صفحات

۲۶	داغلی جنگ کا سفر
۳۴	مبسمِ فضلِ رحمانی
۲۶	خوش اقبال نظامی
۴۱	دعوتوں کا سلسلہ
۴۶	سلیم صدیقی صاحب
۴۷	سامانِ سفر

صفحات

۱۰ تا ۱۱	پیش لفظ
۲۸ تا ۲۹	تہیہ
۱۲	تاثير دعا
۱۴	ظہرِ فضلِ ربی
۱۹	دین دنیا کی کشمکش
۲۱	کچھ اور رکاوٹیں

آغازِ سفر

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۲۵۸

۲۱	تیسری منزل لاہور تا کراچی	۱	منزل اول از حیدرآباد تا دہلی
۲۷	منزل چارم از کراچی تا جدہ	۱۶	دہلی کی مصروفیات
۳۳	برکات حج کا ظہور اول	۱۹	منزل دوم سفر حجاز از دہلی

صفحات

۹۳	خادمِ کعبہ
۹۵	منیٰ کو روانگی
۹۶	ذموتِ سلطانی
۹۸	تقریرِ سلطانی
۱۰۱	وفات
۱۰۹	وحشی عربی ڈرائیور
۱۱۰	مزدلفہ
۱۱۳	امرِ رمی جہار
۱۱۹	اثرِ اہلِ حدیث
۱۲۳	طوافِ زیارت
۱۲۷	مصریوں کی چہرہ دستیاب
۱۳۲	امتحانِ عبدیت
۱۳۳	دورِ سعودی کی برکات اور شکایات
۱۴۱	حجاز کی منزلِ آخری از مکہ معظمہ تا مدینہ منورہ
۱۵۵	معراجِ زندگی
۱۶۴	کچھ اور احوال
۱۶۶	اسماء پاک مدینہ طیبہ
۱۷۱	اطرافِ مدینہ منورہ کی زیارات

صفحات

۳۵	سفر حج کی مشکلات
۳۷	ایک سرحدی پیر صاحب
۴۰	امیر الحج صاحب
۴۲	تعلیمِ توحید
۴۴	اگر فوجِ جنگ
۴۷	کامران
۵۳	سمندرِ دری و لچپیاں
۵۶	منزلِ پنجم جہدہ تا مکہ معظمہ
۶۱	جسدہ
۶۲	ہمارے علامات
۶۸	جہدہ سے روانگی
۷۱	زیارتِ بیت اللہ شریف
۷۳	حجرِ اسود
۷۵	مکہ معظمہ میں قیام
۷۶	کعبہ محترم
۷۸	آیاتِ بیانات
۸۰	رموزِ طواف
۸۲	داخلی کعبہ شریف
۸۵	فتوحاتِ مکہ
۸۹	کچھ اور سرفرازیں

صفحات

۲۱۰	مدینہ منورہ تا مکہ معظمہ
۲۱۲	مولوی عبید الرحمن کمی
۲۱۳	قیام مکہ معظمہ
۲۱۹	ملک الحجاز پر فضل باری تعالیٰ
۲۲۱	مراجعت
۲۲۵	جہاز علوی
۲۳۸	کراچی
۲۴۱	ورد حیدر آباد دکن
۲۴۳	دعوتوں کا سلسلہ
۲۴۶	دوسری دعوت
۲۴۹	تیسری دعوت
۲۵۱	چوتھی دعوت

صفحات

۱۴۴	جنت البقیع
۱۴۹	مدینہ منورہ میں ہمارا معمول
۱۸۲	حرم پاک نبوی کے کچھ اور حالات
۱۸۳	حرم پاک نبوی کے متعلق چند مشورے
۱۸۸	اشتہ ضروری اصلاحی مشورہ
۱۹۲	مدینہ منورہ کے ملاقاتی
۱۹۵	مدنی دعوتوں کا سلسلہ
۱۹۷	کچھ اور ملاقاتی
۱۹۹	وداعی مناظر

فہرستِ تصانیف و تصانیف

شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ . ۱	
حضرت امجد صاحب ۳۶	
نواب قطب الشہداء صاحب ۴۴	
رباعی حضرت امجد صاحب ۴۰	
لقمان الملک علامہ حکیم نابینا صاحب ۴۸	
جہرا سود کا قریبی منظر ۶۲	
کعبۂ محترم ۶۶	
میدانِ سرفات ۱۰۴	
طیبہ منزل نئی دہلی ۱۳۶	
روضہ نبویؐ ۱۳۸	
مسجد نبویؐ کا منظر اندرونی ۱۵۰	
مزار مبارک سیدنا حمزہؓ ۱۶۲	
رباعی حضرت امجد صاحب ۲۴۲	
نواب محمد بشارت علی خاں صاحب ۲۴۵	
روشن دل محمد یوسف خوش اقبال نظامی صاحب ۲۵۱	
حکیم خسرو شاہ نظامی ۲۵۸	

انتساب

سفر نامہ ہذا کی شمس ضوفشاں سپہر معرفت و حقیقت
ناظم الملک والدین امان الہند سیدی و مرشدی
و مولای شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیلہ
مدظلہ العالی کے نام نامی و اسم گرامی سے معنوں کرنے کا
افتخار حاصل کیا جاتا ہے۔

گر چہ خوردیم نسبت بزرگ
ذرہ آفتاب تابا بنیسم

ذرہ ناچیسر

فہام غلاما بنی آل محمد عکرم رسول اللہ انصاریوں کا نام لیا
(میرزا علی سیاحی نقمہ و جانورہ شہان نظامی)

پیش لفظ

احباء - اقرباء - مریدین و مستقرین کا اصرار تھا کہ ہم میں شریعت کے
جو حالات و کیفیات کا مشاہدہ اور مباحثہ کریں اس کو نامہ نہ لیں تاکہ
سفر نامہ کے طور پر شائع کیا جاسکے۔

ہم کو اس فرمایش کی تعمیل میں اس لئے کافی سے زیادہ مائل تھا کہ
ہم ٹھہرے طبابت پیشہ اور درویش و فقیر انسان - یہ کام اہل قلم حضرت
کا ہے مگر قیام مکہ معظمہ کے دوران میں جبکہ ہم ڈبل نمونیا میں مبتلا ہو کر فریاد
ہو گئے تھے اور امید زریست گویا منقطع ہو چکی تھی - غلالت سے افاقہ
ہوئے ہی بتایا کہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ سفر نامہ نہ لکھنے کے لئے اس کی
طرف سے مامور اور مجبور کیا گیا جس کے حکم کے بغیر ذرہ وجود بھی مجال
حرکت نہ نہیں رکھتا۔ رُوحِ فلکی نے امرِ ربی رُوح پر پرتوہ ڈالا رُوح نے

قلب پر انعکاس کیا۔ دل کی دنیا متحرک ہو گئی۔ ہمارے بطون۔ ہمارے
 شعور و تحت الشعور میں ایک لرزہ مچ گیا۔ ہم بے اختیارانہ و قلم برداشتہ
 سفرنامہ ہذا خاص حرم بیت اللہ شریف میں لکھنے لگے اور اس کا اکثر حصہ
 حرم شریف ہی میں لکھا گیا ہے۔ سفرنامہ ہذا کے اکثر مقامات غامض و جہیز
 کیف میں قلمبند ہوئے ہیں۔

ہم نے حرم شریف میں جو کچھ نظر ظاہر و باطن سے دیکھا یا سنا
 بے تکلفاً اس کو اپنی بھدی زبان میں لکھ دیا ہے۔ ادبی ذوق رکھنے
 والے حضرات کو نہ تو اس میں کوئی لطف آئے گا نہ استعارات و تشبیحات
 نہیں گئے نہ لطائف کا چٹخار ہو گا اور معلومات کے نقطہ نظر سے بھی کوئی
 ٹھوس اور کارآمد چیز شاید اس سفرنامہ میں نہیں ہے سیدھا سادھا
 بیان ہمارے وطنی حیدر آباد و کن کی زبان میں ہے البتہ اہل ذوق
 و اہل دل حضرات شاید بعض مشاہدات و واقعات جذبہ بے اختیار شوق
 کی واردات کو پسند فرمائیں۔ رفع غلط فہمی کے لئے سفرنامہ ہذا میں
 دو بیانات پیش لفظ میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سفرنامہ ہذا کے ناظرین کو فطریہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کا

لکھنے والا اس قدر بد میں کیوں واقع ہوا ہے کہ لوگوں کی عیب جوئی
 اور عیب چینی۔ بدگوئی پر ہر وقت کمر بستہ نظر آتا ہے۔ اور ہجو کرنے میں
 صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالتا ہے۔ مگر راقم نہ اس تحریر کے وقت حرم محرم
 بیت اللہ شریف میں بیٹھا ہوا ہے اور جو جسم و مکاں سے پاک و منزه ہے
 اس کا گھر کعبہ محترمہ و ربوہ اور سامنے ہے اس عَلَیْہِمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ
 دلوں کے تمام رازوں سے آگاہ و گواہ کر کے لکھتا ہوں کہ میرا راز
 ہرگز ہرگز لوگوں کی عیب جوئی اور بدگوئی اور بیجا ہجو کرنے کا نہیں ہے
 محض عبرت اور بصیرت و اصلاح کے خیال سے میں نے گلوں کے ساتھ یہ
 یہ چند خارجی مصلحتاً لگا دیئے ہیں تاکہ مغز کے ساتھ چند استخوان بھی ہیں
 اب جس کا جی چاہے بیٹھے کو حب حب کر لے اور کر ڈوے کو ٹھوٹھو۔
 اس سے زیادہ میں اور کوئی صفائی کرنا نہیں چاہتا اور نہ اسکی ضرورت
 سمجھتا۔ ہاں اور اتنا اشارہ کر دیتا ہوں کہ صرف ایسے حالات کی ہجو
 کی گئی ہے جو طریقت یا شریعت کے نقطہ نظر سے درحقیقت مذموم ہوں۔
 ہر انسان کے دلھٹے اور بایں جانب دو غیر مرئی مخلوق مشیت
 ایزدی سے جب تک وہ بقیہ جیسا ہے۔ فلا و دگر گاما کاتین کے جن کا کام

نامہ اعمال کا کھنا ہے رہتی ہے۔ بایں طرف والی مخلوق ناری ہے اور
 نوعِ شیطین میں سے ہے اس کا نام خُتّاس اور وہ مدام و سوسے ڈالنے
 اور بُرائی کی طرف رغبت دلاتے رہنے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور جانب
 یسین یا دہنی طرف کی مخلوق قطعی نوری اور نیکہ کی جنس سے ہے ان کا
 نام نفسِ فلکی سمجھ لیجئے۔ وہ ہمیشہ خُتّاس کے وسوسوں کا توڑ کرتے رہتے
 ہیں اور انسان کو نیکی کی ترغیب دیا کرتے ہیں۔ ذکرِ الہی سے نفسِ فلکی کو
 تقویت ہوتی رہتی ہے اور خُتّاس مضحل ہو جاتا ہے اور جو فانیین
 اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں تو خُتّاس مضبوط ہو جاتا
 قریب سے قریب تر ہو جاتا ہے اور بِالْآخِرِ لَعُوْذُ بِاللّٰهِ اِنْسَانِ پَر
 بالکل مسلط ہو کر اپنی من مانی کروانے لگتا ہے۔

وَمَنْ لَعِشَتْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَهُ قَدْرٌ
 نصِ قطعی کلامِ پاک کی ہے۔ بہر حال میرے بایں طرف والے نے سفرِ نامہ
 ہذا کے متعلق اپنی یہ رائے پیش کی کہ اس کتاب میں بجز بر خویش خود بینی
 خود ستائی اور بر غیر بد بینی و ہجو گوئی کے اور دھڑکیا ہے۔ نہایت
 لغو تحریر ہے۔ فوراً نفسِ فلکی نے بآواز بلند اسکی بات کاٹ کر کہا کہ یہ

بکتا ہے عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ صرف نیت اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔
 تمام اعمال کی بنیاد اصلی اور حقیقی محسوس نیت ہے۔ آپ کی نیت ہرگز خود ستائی
 اور خود نمائی کی نہیں ہے۔ اور جس چیز کو یہ بدگوئی اور بھگوئی سے بشیر
 کر کے لغو بتلا رہا ہے وہ تو اصلاحی نشر ہے تاکہ اس سے رستے اور بہتے ہو
 ناسور اور زخم برہنہ ہو کر سامنے آئے۔ کے علاوہ قلم کا نشر مواد ناسد کو خارج
 کر دے۔ میں آپ کو تاکید کرتا ہوں اور وضاحت سے بتلا دیتا ہوں کہ
 آپ اس سفر نامے کے لکھنے پر مامور کئے گئے اور آپ کو من و عن حالات
 کیفیات۔ مشاہدات اور انعامات جو فضل ربانی سے سفرِ حرمین شریفین یا
 عطا ہوئے ہیں سب لکھنا چاہئے اور ضرور لکھنا چاہئے۔ اس خطی گفت و شنید
 کے بعد میرا قلم اب آزاد ہے اور میں بَعُوذُ اللہ تعالیٰ میرے مالک
 میرے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کے جملہ انعامات کو نہایت آزادی و بیباکی
 سے قلمبند کروں گا۔ مجھے اس بات کا ذرہ برابر کوئی خیال نہیں ہے کہ
 اس کے سامعین اور اگر کبھی یہ کتاب شایع ہو گئی تو اس کے محترم
 ناظرین اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ خناس کی ہنسوائی
 کی جائے گی بانفس قلکی کی رائے سے توافق ہوگا۔ مجھے تو بس

ایک ہی کی رمت اور ایک ہی کی خوشنودی درکار ہے۔

خَادِمُ خَلْقِ اللّٰہِ

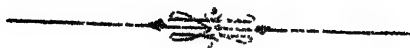
فقیر و عاگو حکیم عبد الغنی انصاری

خسر شاہ نظامی

مہتمم دو خانہ سکر عالی طیب ہی

محذات مبارک

رحمتِ باغ
کاجی گورہ حیدر آباد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

کرِ مُعَظَّمہ۔ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء یومِ پچنبہ۔

بارہ یوم کی شدید نوینیائی علالت سے فریش رکھرا اور مسلسل تین دن کے باقی کے بعد آج جبکہ مجد اللہ بخار مارل ہو کر تغذیہ ہو سکا ہے۔ صنف کا یہ عالم ہے کہ چپا منٹ بیٹھے کے بعد تمام جسم پسینہ سے تر ہو جاتا ہے اور سر چکرانے لگتا ہے۔ کسی اشد شدید حکم اور داحلی آفاس سے سے جنور ہو کر اس تحریر کا اس کین لاسکاں کے نام سے آغاز کیرا ہوں جو زبان و مکان۔ وہم و گمان بالادیر تر ہے۔ کھڑکی سے کعبہ محرم کی چھت نظر آ رہی ہے اور رحمت کی گھٹاں چھا رہی ہیں۔

دوست احباب! اغراض اقربا۔ حتیٰ کے ہم خود سخت متحیر ہیں کہ پہلے سے کوئی ارادہ۔ کوئی تیاری۔ کوئی خاص غم نہ تھا۔ البتہ آرزو اور شدید آرزو

ضرورت تھی کہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوں۔ پھر کیا ایک کیسے
 سب سامان جہاں ہو گئے۔ کیسے کیسے مشکلات کے پہاڑ حائل ہوئے اور مھن
 فضل ربی سے سرمہ ہو کر اڑ گئے۔ اس کی طرف جانے کے دورستے مقرر ہیں
 ایک راستہ اجتبی کا ہے اور دوسرا طریقہ انابت کہلاتا ہے پہلے راستے میں
 محض اوپر سے کشش ہے اور دوسرے طریق میں اوپر سے ممکنہ داؤد و توح
 اللہ یَجْتَبِی الْبِرَّ مِنْ لَیْشَاءَ وَیَهْدِیْ اِلَیْہِمْ بُنَیْتَ۔

اجتبی والے طریقہ جاتے ہیں۔ انابت والے مجاہدہ سے یہ راہ طے کرتے ہیں
 باقی رہے ہم ہمارا شمار تو کسی میں بھی نہیں ہے۔ البتہ بقول :- ۱۔ ۵

کیا تمہا عشق نے کاہید مثل کاہ مجھے
 کشش کسی کی اڑا لے گئی ہو ا ہو کر

ہمارے ایک محب ا دھم بے پیش امام سجد چو
 تھے نہایت متقی۔ خوش اوقات بہترین قاری

سلا ترک۔ متوطن مدینہ پاک اور حال وار و حید آباد و کن۔ کبھی مجاہدین میں
 سے تھے۔ پھر قائدین میں شامل ہو کر مدینہ پاک کو وطن بنا لیا۔ گردشِ نا
 نے حیدر آباد پہونچا دیا۔ جمعہ کا خطبہ اس قدر بہتر فصیح و بلیغ فی البیدہ

آیات و احادیث سے فرین پڑھتے تھے کہ روح وجد کرتی خصوصیت سے
 جہاد کے فضائل پر خطبہ میں بہت زور دیا کرتے اور حالات حاضرہ سیاسی پریز
 نقطہ خیال سے تبصرہ بھی ہوتا۔ شاہ گنج میں عرصہ سے ہمارا قیام تھا۔ اور
 پیش امام صاحب سے راہ و رسم خوب تھی۔ ہم تو ہمیشہ ان کے لئے عاکیا
 کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے پر جوش جہادی ترغیب کے خطبوں کے
 وجہ سے چشم اعداء سے مامون و محفوظ رکھے اور جب کبھی ہم ان سے استعداء
 دعا کیا کرتے تو وہ یہ دعا دیتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو مدینہ منورہ
 روضہ اطہر نبوی ارواح فداہ میں یکجا فرمائے۔ غالباً اپنی روشن ضمیر سی
 انہوں نے ہماری زندگی کی سب سے بڑی آرزو روضہ پاک کی حاضری کو
 پہچان لیا۔ ماہ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ پنجشنبہ کو حسب معمول ہفتہ واری
 برائے عزت تعمیل فرمان مبارک حضرت ظل اللہ حصہ تہ عمدہ سلیم صاحبہ کا
 معائنہ کرنے چو محلہ مبارک جار ہا تھا کہ لاٹ بازار میں ادھم بے صاحب
 پیش امام نظر آئے۔ ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے موٹر رکوا دی۔ ملاقات
 ہوئی۔ پہلے تو عرصہ سے نہ ملنے کا گلہ کیا۔ معذرت کی گئی۔ چونکہ مستقل مکان
 رحمت باغ کچی گوڑہ میں منتقل ہو جانے سے فاصلہ بہت ہو گیا ہے اس لئے

اس طرف جمعہ کی نماز کو مسجد چوک آنا نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ادھم بے حد نے خوش خبری سنائی کہ علیحضرت بندگان عالی نے ازراہ مرحمت خسروانہ پیچاس روپیئے ماہانہ وظیفہ ان کے نام جاری فرما کے اجازت مدینہ منورہ دیدی ہے ہم نے مبارکباد دی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمائی کہ آپ کو ایسے پُر آشوب نازک زمانہ میں چشم زخم اعدا سے محفوظ رکھ کر مراجعت دطن کا سامان جہیا فر دیا۔ اب ہمارے لئے دعا فرمائیے مسکرا کر کہا کہ انشاء اللہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں ضرور ملیں گے۔

فصل آبی | آخر اُراد اللہ شیباً فتحیاً لبائجھا۔ بظاہر ہمارا سفر جرین شریفین مختلف وجوہات سے ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ شرط اوین اس سفر کی استطاعت ہے اور یہاں یہ حال کہ جب سے ملازمت سرکاری کی جکر بند یوں میں آئے حد درجہ کمیا خانگی مطب حسکی اوسط ماہوار آمدنی دیرھ دو ہزار سے کم نہ تھی تقیاً ملیا میٹ ہو گئی وجہ یہ کہ تعصبات ہم پیشگی کی کند چھری نے ہمارے حقوق کی گردن کو تینا اپنا مطمح نظر بنا کر سررشتہ طبابت کے ایک ایسے گھٹیا مقام تیسرے درجہ کے دو خانہ کی مہتممی پر لا بٹھایا جو واقعی ہمارا تلامذہ بھی

ثایاں نہ تھا۔ مجد اٹھارہم سے سند حاصل کئے ہوئے بعض تلامذہ اس وقت
 صوبہ مدراس۔ بمبئی اور ایسٹ افریقہ۔ کینیا جیسے دور دراز مقام پر کھینچا
 مطب کر رہے ہیں اور درجہ اول کے اطباء میں ان کا نام جبرئیل چکھے کی نسبت
 ابد مدت کے سب سے عالی مقام عہدہ دار یعنی صدر اعظم باب حکومت سرکاری
 نے جن کو پانچ سو روپیہ تک تقرر کا خود اختیار تھا ہمارے لئے حسب ذیل الفاظ
 میں حکم نافذ کیا تھا کہ ”جس قدر اطباء حیدر آباد دکن میں موجود ہیں اگر حکیم
 خسرو شاہ نظامی کو ان سب سے زیادہ سربراہ اور دہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا
 ایسے طبیب کی ہماری ریاست کو سخت ضرورت ہے ان کیلئے باب حکومت
 کی جانب سے بارگاہ اقدس اعلیٰ میں معرفتہ کیا جائے“ مگر سب احکام
 دھرے رنگئے اور تعصب و عداوت کام کر گئی۔ چوبے صاحب چہبے تو
 کیا ہوتے دو بے یہی نہ رہے۔ ایسے سفر نامہ مذہبی میں دنیا داری کے
 ایسے ذلیل تذکرے اور رگڑے جھگڑے لکھنا بہت نامناسب معلوم ہوتا ہے
 مگر بے نیل تذکرہ سات سالہ ہدفِ بہام مظالم دل سے ایک آہ کیلئے اختیار
 نکل گئی ہے۔ ہمارے حد درجہ کامیاب طب کی آمدنی میں چونکہ دولت
 زاید حصہ بطور افضل الاشغال خدمت الناس ذرا نہ تقریباً چار سو سے

چھ سو تک غریب و بیکس غرباء کو قیمتی اور بیش بہا ادویات مفت دینے میں صرف ہوتا تھا افسوس کہ وہ صورت باقی نہ رہی اس ۱ الرَّحْمَةُ الرَّحْمٰنِ -
 ذُرُ الْفَوْتِ وَالْمَلٰئِیْنِ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کوئی ضرورت رُک
 نہ رہی اور ہمیشہ غیب سے بروقت بلکہ اکثر ضرورت سے قبل اس کا سامان
 جیسا ہو جاتا تھا مگر عرصہ سے اتنا کبھی جمع نہ ہو سکا کہ آج کل کے گراں مصارف کا
 حج فرض ہو جاتا۔ استطاعت کا تو حال آپ نے سن لیا۔ دوسری بڑی رکاوٹ
 یہ تھی کہ تقریباً دو ڈھائی سال سے جبکہ ہم نے رحمت باغ کا چیکوڑہ میں
 مستقل مکان خرید کر کے رہائش اختیار کر لی۔ تمام اقربا و مقیم حیدرآباد سے
 کافی فاصلہ پر ہو گئے۔ بعض اوقات کئی کئی ہفتے تک کسی کو ایک دوسرے کی
 خبر تک نہ ہوتی۔ ایسی صورت میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو تنہا چھوڑ کر
 ہم کیسے ایسا طویل سفر اختیار کر سکتے تھے۔ اس مسئلہ کا حل پردہ غیب سے
 یہ ہو گیا کہ ہمارے چچا زاد بھائی اور برادر نسبتی قاضی انعام الحق صاحب
 انصاری جنرلسٹ ایک ایک اپنی ہمشیرہ کو دیکھنے دہلی سے تشریف لے آئے
 ہم سے ان کو جدید رشتہ کی وجہ سے نہیں بلکہ تقریباً پچیس سال سے جبکہ
 وہ جامعہ ملیہ میں بی اے۔ جرٹنزم میں پڑھ رہے تھے اور ہم قاضی حوض

دہلی میں مطب کرتے تھے از حد خاص محبت و بیگانگت ہے۔ مجموعہ صفات حسنہ ہیں۔ بظاہر دیکھئے تو کلین شیونگر سچے اور پکے مسلمان۔ بلکہ اعلیٰ درجہ صفات سے مزین۔ میں نے شدید جاڑے کی طویل راتوں میں جبکہ لوگ لحافوں میں دبکے ہوتے ہیں ان کو اپنے باغ کے غریب بڈھے مالی کی تیمارداری کرنے اسکی جھونپڑی میں جاتے دیکھا ہے۔ خلوص و محبت میں قہر بلا کی کشش ہے۔ جس سے یہ ایک بار ملتے ہیں وہ ان کا گردیدہ ہو جاتا ہے پابندی مذہب کا یہ عالم ہے کہ اس سال سالم رمضان ساتھ رہا۔ ایک روزہ قضا نہ ہوا اور نصف دن تک مسلسل قرآن خوانی کرتے دیکھا۔ ماشاء اللہ یوسف پورا اور معصوم پور کے آبائی و پشتنی جاگیر دار نے منیدا ہیں۔ شکاری ایسے زبردست کے کبھی نشانہ خطا نہیں کرتا۔ شدید بارش میں کافی فاصلہ پر گیڈر کی آنکھ چکی انہوں نے فائر کیا اور جانور کا خاتمہ ہو گیا۔ نشانہ حد کمال کو پہنچا ہوا۔ خدمت خلق کے جذبہ کا عالم کہ کسی کو چاہے وہ کیسا ہی کمتر درجہ کا ہو کسی طرح کی تکلیف میں دیکھ نہیں سکتے اور ممکن طریقے سے اسکی تکلیف دور کرنے کی سعی کرتے ہیں مزاج میں بحد انحرار ہے۔ مگر قریب و ان میں ایک عیب بھی بیان کرتے ہیں حالانکہ

وہ عیب نہیں کمال انسانیت ہے وہ یہ کہ حد درجہ خود دار و حساس انسان میں چھ نکہ
 خود صاف دل پیدا دے غلہ آجی ہیں اگر کوئی اکثر فزون کرے یا اپنی امارت کے کسی
 پہلو کو جتنا چاہے تو وہ اس سے کہوں اور بھاگتے ہیں حتیٰ کہ ملنا بے ملنا ترک کر دیتے
 ہیں۔ برادر قاضی انعام الحق صاحب کیا کہیں نے یہ سنیں نہ کہ وہ اس لئے قلعہ کر دیا تاکہ
 سفر نامہ کے ساتھ یادگار ہے بہر حال بھائی صاحب کے تشریف لانے اور یہ وعدہ فرمانے سے کہ
 میرے سفر تشریف لےنے سے واپسی تک میرے بال بچوں میں خج شئی رنگیہ میروسی مشکل بالکل حل ہو گئی
 اور پہلی مشکل سفر خج ہیا ہونے کی فضل ربی سے اس طرح دور ہوئی
 کہ میں معمولاً تقریباً ہر جمعہ کو اپنی والدہ ماجدہ مدظلہا کی قدمبوسی حاصل
 کرنے کاچی گوڑہ سے خیریت آباد جایا کرتا تھا۔ اس سال والدہ ماجدہ
 بغرم ہجرت مدینہ طیبہ تشریف لے جا رہی تھیں اور پہلے بھائی حکیم
 عبدالقادر صاحب نصاریٰ ان کو بیجانوالے تھے۔ ماہ شعبان ۱۳۸۵ھ
 ایک جمعہ کو میں نے والدہ سے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے سفر خج رحمت
 فرما سکیں اور ہمراہ بیجا نے راضی ہوں تو میں بھی دو گونہ سعادت حاصل
 کروں گا۔ ایک آپ کی خدمت اور محبت۔ دوسرے حج و زیارت۔
 والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہے اس میں سے ہمارا

پورا سفر حسیح دونگی۔ اس طرح فضل زبانی سے خراج راہ ہوا ہو گیا
 منجھے بھائی صاحب کو نیکو کیا تو انہوں نے ایک بہت ہی قوی اور
 ہمارے حجاز نہ جاسکنے کی یہ لکھ دی کہ کسی چہار میں کوئی جگہ خالی نہیں ہے
 اور کسی طرح اب ہمارا نام حج مکہ کی دہلی جس کے افسران ہرگز کوئی روٹنا
 نہیں کرتے ہیں داخل فہرست نہیں کر سکتے۔ دل پر یاس و حیراں کے
 بادلی چھا رہے تھے۔ مگر روح و قلب پوری صمیمیت سے لبیک
 اَللّٰھُمَّ لبیک پکار رہے تھے کہ یکایک برادر محترم بڑے بھائی میکہ
 عبدالحی صاحب کا تار دہلی سے ہمارے نام آیا کہ تمہارے لئے ڈک پر
 جگہ محفوظ کر دی گئی ہے۔ "اے خدا قربان احسانت شوم"

دین و دنیا کی کشمکش | خدا جزائے خیر دے ہمارے سابق
 ناظم طبابت نواب غوث یار خجک ہمدان

کہ اُنہی نے ہماری سات سالہ مطلوبی اور دانستہ حق تلفیوں کو اچھی
 طرح محسوس کرنے کے بعد ایک درجہ دوم کے مہتممی دواخانہ کی جائداد پر
 ہماری ترقی کے لئے بہت مدد اور زوردار تحریک فرمائی۔ پھر کیا فائدہ
 ہم پیشہ بزرگوں کی جماعت جن کا مقصود شب و روز سازش اور بی

ایزاسانی جن کی طبیعت ثانی ہے برسرکار ہو گئی اور ایڑی چوٹی تک کا
 زور لگا کر ترقی کے جیسا خفیف معاملہ جو صرف محتاج منظوری صدر اعظمی
 تھا اتنا طول کھینچ گیا کہ اس کشاکش میں تقریباً ایک سال گزر گیا۔ محمد شاہ
 موجودہ صدر اعظم باب حکومت سر سعید الملک بہادر نواب صاحب چھاری
 نے حق و انصاف کا ساتھ دیا اور فقیر دعا گو کے موافق رائے دی۔ مگر جدید
 صدر المہام طبابت کی رائے کے لئے مثل واپس کی گئی۔ مختصر یہ کہ معاملہ
 اس نزاکت پر پہنچا جس کو عام اصطلاح میں ”نہ جائے رفیق نہ پائے
 ماندن“ کہتے ہیں۔ ہم کو دو ٹوک فیصلہ ایک جانب فوراً کرنا تھا۔
 ایک طرف دنیا کی نمایاں ترقی۔ گریڈ بڑھ جانے میں یقینی طور پر تھی۔
 زمانہ دراز کے بعد حق رسی ہو رہی تھی۔ دوسری طرف ٹھہر جانے میں
 سضر حریم شریفین سے محرومی ہو جاتی تھی۔ نفس شیطان نے بہت
 بہکایا کہ آئندہ بال بھی جاسکتے ہوئے ٹھہر جاؤ، ترقی ہو جانے دو۔
 بال بچوں کو آئیش ہوگی۔ مگر الحمد للہ ہم نے نفس شیطان کو بھڑک
 دیا کہ اگر قسمت میں ہوگا تو ضرور پھر کبھی ترقی ہو جائے گی۔ ہم سب سال
 یقیناً قریباً امانتِ تعلیم ترقی کے معاملہ کو اللہ و رسول کے لئے مستحق

چھوڑ کر حرمین شریفین جائیں گے۔ والدہ ماجدہ کی معیت و خدمت جیسی نعمت پھر کیسے ہمال ہو سکتی ہے **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** **نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيرُ**۔ الحمد للہ کہ دین نے دنیا پر نسخ مبین پائی یہ بھی اس کا فضل ہے۔

کچھ اور رکاوٹیں | اب سب سے زیادہ ضروری مرحلہ اپنے آقاؐ کی نعمت حضرت نفل سبحانی سے حصول اجازت سفر حرمین شریفین کا تھا اس لئے کہ ارزاہ مکڑت خمدانہ سرکار نے فقیر دعا گو کو متعلقاتِ شاہی کے طبیب ہونے کا افتخار مرحمت فرمایا ہے۔ تدخلِ موبھی کے باعث دیوڑھیات مبارک میں امراضِ موبھی کا زور تھا اور حویلیِ قدیم مبارک میں بعض مضاء کی دیکھ بھال کے لئے بعض اوقات دایاں میں متعدد بار حاضر ہونا اور کیفیت مزاجی کا پرچہ بذریعہ پولس نگرانی محلات مبارک راست حضرت سبکدگالہ کی حضوری میں ارسال کرنا پڑتا تھا۔ ٹھیک اسی زمانہ میں متعلقاتِ شاہی میں سے امتہ الزینب بیگم صاحبہ، علی حسین صاحبہ جو کی صاحبزادی کو بنجارا گیا اور آٹھ یوم تک مارل نہیں ہوا۔ قوی احتمال

تھا کہ خدا نخواستہ میعادِ بخار نہ ہوا اور حالت یہ تھی کہ دہلی سے اطلاع
 آپ کی تھی۔ غالباً اگر اکتوبر کو جہاز کراچی سے روانہ ہو جائے گا یعنی اگر ہم
 ایک ہفتہ کے اندر حیدرآباد سے روانہ نہ ہو گئے تو پھر کوئی امید جہاز ملنے
 کی نہ تھی۔ عقل چکرا گئی۔ پسینے آ گئے۔ اسد اکبر۔ ہم صاحبزادی کے ذمہ
 معالج اور دن میں کئی دتیبہ دیکھنے حاضر ہو کر اس کی اطلاعات سرکاری
 گزیران رہتے ہیں۔ اب کس طرح اسکی جہازت کی جاسکتی ہے کہ تیل لڑکی کا
 علاج قبل صحت یابی مُعلق چھوڑ کر آقائے ولی نعمت سے اب رات ۱۰ ہر
 طلب کی جاسکے۔ بریمی کشمکش اور نازک کشاکش کو سامنا تھا اس لئے
 مصمم قلوب سے شافی مطلق سے دعا کی گئی کہ ارحم الراحمین تو نے
 جیتے محض اپنے فضل خاص سے بے وہم و گمان سامان سفر مہیا
 فرما دیئے ہیں اس نازک مرحلہ سے بھی پار اُتار دے اور شفا عاقل
 کو کمال مرحمت فرما دے۔

ادْعُونِي اِسْتَجِبْ لَكُمْ کا فوری ظہور ہوا اور بخار جو آٹھ دن تک
 نارل نہ ہوا تھا اور میعادِ ہونے کا احتمال تھا بحمد اللہ نویں دن بالکل
 نارل ہو گیا۔ بارگاہِ خدا مان اقدس دعا میں خوشخبری بخار نارل

ہونے کی پیش کرنے بعد دوسرے دن اجازت سفر حرمین شریفین کیلئے
عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ محبوب المسلمین امیر المومنین میرے سلطان کن کو
صدوی سال سلامت باکرامت رکھے فوراً بخوشی اجازت سفر مرحمت
فرمائی گئی اور ارشاد ہمایونی ہوا کہ

”سابق میں جب کبھی خسرو شاہ نظامی رخصت پر گئے تھے حکیم
بڑکرنے ان کی جگہ دیوڑھیات کا کام کیا تھا اب بھی وہی
عہدہ آدرہ ہے گا اور اس بارے میں ناظم طبابت رخصت یا رخصت
میں بھی کہہ دیا جائے گا۔“

الحمد للہ آقائے ولی نعمی کی اجازت کامرلہ تو حد درجہ خوش سلوکی
پورا ہو گیا۔ اب رہا ہمارے ہتھم دو اخانہ سرکار عالی ہونے کی حیثیت سے
سررشتہ کی جانب سے منظوری رخصت و اجازت سفر کامرلہ۔ یہ بھی
بہت ہی معمولی بات اور بظاہر کوئی ایسی الجھن اور پیچیدگی اس میں
ہو تاہنیں چاہئے تھا اس لئے کہ ضابطہ کے اعتبار سے ہکو تین ماہ میں لم
رخصت خاص کا استحقاق حاصل تھا مگر کئی وجوہات سے اسی سیدھی سی
بات بھی پیچیدہ ہو گئی۔ سررشتہ نظامت طبابت یونانی میں چند

حضرات ایسے بھی ہیں جن کو ہماری طرف سے کبھی کوئی ضرر کی طرح کا پہنچا ہو مگر مقتضائے طبیعت سے مجبور ہو کر ہم سے بغض نہیں رکھتے ہیں ان ہی میں سے ایک منتظم صاحب ہیں جبکہ ہم ۱۳۲۶ء میں پرنسل مددگار انسٹرالا طباء تھے اور سررشتہ کے سیاہ و سفید کا ہم کو اختیار تھا۔ منتظم صاحب خوش آمدیں بھیجے جاتے تھے۔ ہم نے ان کو ہمیشہ نفع ہی حتیٰ الوسع پہنچایا۔ ضرر کا گماں و شائبہ تک نہیں مگر انقلاب حالات نے ان کو علانیہ بیوجہ سبب ہماری مخالفت پر کمر بستہ کر دیا۔ عبرت میں عبرت بہر حال جب ہم نے دیکھا کہ ہمارے اشد ضروری میں استدعائے رخصت کے مرسلہ کا کوئی جواب نہیں مل رہا ہے اور وقت از حد کم رہ گیا ہے تو مجبوراً خلاف عادت مزاج و طبیعت خود نظامت طبابت درخواست لیکر جانا پڑا حالانکہ ہماری طبیعت اس درجہ غیور ہے کہ بارہا باوجود اجاب کے شدید صراحت کے کبھی اپنی ترقی تک کے لئے کہنے سننے خود نظامت طبابت ہرگز نہیں گئے۔ ہمیشہ صدر شفا خانہ اور نظامت اسی وقت جاتے رہے جبکہ کسی مریض مقیم دو خانہ رہائشی کے خاص معائنہ اور علاج کیلئے فرمایا حضرت نعل الشرف صدور لایا کیا۔ بہر حال راہ خدا اور رسول میں

خود داری کی قربانی بھی تو ضروری تھی۔ سنائی تھا کہ جو لوگ غم سفر
 حج کرتے ہیں تو دوسرے مسلمان ہر طرح ان کو سہولت پہنچاتے ہیں
 مگر جبکہ ہم نے درخواست ناظم صاحب کے سامنے پیش کی ہمارے
 محبت منظم صاحب نے برائے حصول ثواب دارین فوراً یہ نیشن ٹی کری
 کہ اس رخصت کی منظوری نظامت کے اختیار میں نہیں ہے۔ معتمدی کی
 اختیاری ہے۔ جَلّ جلالہ۔ غلط بیانی کی حد ہو گئی۔ ہر طرح کی رخصت
 کی منظوری کا اختیار نظامت کو ہے اور ہم نے بارہا حاصل کیا ہے مگر
 ان صاحب کا مقصد تو دراصل معاملہ کو طویل کر کے ہم کو محروم سفر
 حرمین شریفین کرنا تھا۔ ہم نے ۲۱ مارچ ان کو بذات خود یہ درخواست
 پیش کی تھی اور اگر ۲۵ مارچ ان کو ہم حیدر آباد سے روانہ نہ ہو جاتے
 تو جہاز نہیں مل سکتا تھا۔ ہم نے کہا کہ بہت اچھا نظامت سے مرسلہ
 ہم کو خود دیا جائے۔ ہم براہ راست بذات خود معتمدی لے جا کر منظور
 لادینگے۔ چنانچہ سفر دیار حبیب کے لئے ہم چیرا سی بھی بنے اور مرسلہ
 لیکر سیدھے اپنے محب قلبی اور محسن و کرم فرما سادت ناب و محترم
 نواب قطب الشرفاں صاحب کے پاس پہنچے اور ان کو ہمراہ لیکر

فوراً دفرستہ دی جا کر نواب قدرت نواز جنگ بہادر سے فوری منظوری کا
مراسلہ خود حاصل کر لیا۔ دوسرے دن جب نواب رحمت یار جنگ بہادر
ناظم طبابت کے سامنے پیش کیا تو پھر ازراہ کرمیت ہمارے محترم
ناظم صاحب نے اُن کی شرارت چلنے نہ دی اور اپنے قلم سے تحریر فرمادیا
کہ فوری احکام رخصت جاری کئے جائیں اس کے بعد بطور زچہ و سرتاش
چند نکاحات منظم صاحب کو فرما کر سخت تاکید کی کہ مراسلہ منظوری ہمارے
حوالہ کر دیا جائے اس طرح روانگی سے سرفیقین دن پہلے رخصت خاص
سہ ماہ سرکاری طور سے بھجوانے منظور ہو گئی۔

داخلی جنگ کا معرکہ | خارجی مشکلات و سوءالناس کا حال
تو آپ نے ناب ذرا داخلی سے

بڑے دشمن نفسِ لصین اُمّ لکھنؤ کی شیطنت بھی سن لیجئے۔
فرماتے ہیں اور بڑا ہر بڑی دسوزی و ہمدردی سے فرماتے ہیں کہ
میاں اپنے حال پر رحم کرو۔ تم ٹھہرے سالہا سال سے قلب کے مرض
حالت یہ ہے کہ ذرا سی نقل و حرکت کریں دم بھولنے لگتا ہے۔ پانچ
منٹ مسلسل بغیر سہارے اور ٹیکے کے بیٹھ نہیں سکتے ورنہ اعضاء

اکثر نے لگتے اور سُنہ ہو جاتے ہیں۔ اکثر یکایک قلبی دورہ ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے جیب میں ہر وقت مقوی دل ادویات لئے پھرتے ہو کہ وقت بے وقت دورہ پڑنے پر کام آجاتی ہیں۔ مکان سے کہیں دور شہر میں جانا ہو تو تنہا نہیں جاتے۔ کسی کو اس لئے حتی الامکان ہمراہ رکھتے ہو کہ حرکت قلب رک جائے تو میت بآسانی گھر پہنچ سکے۔ البتہ دماغی قوت میں بجائے احتیاط کے اور ترقی ہو گئی ہے اور لبلی بغیر تکان کے دماغی کام انجام دیتے ہو۔ اب آپ نے اتنے بڑے سفر کا ارادہ کر لیا ہے اور پھر مزید ہے کہ جب تکے تک کا سفر جو اکثر بصورت سفر ہی ہو اگر تاہے یقین مانو کہ تم ڈک کی شدت تکلیف کو ہرگز برداشت نہیں کر سکو گے۔ میر جاؤ اور سمندر تمہاری تربیتے گا۔ تمہارے چہوٹے چھوٹے معصوم بچے تمہارے بعد یتیم ہو جائیں گے جن کا کوئی پُرسان حال نہ ہوگا۔ اس لئے سفر کے ارادے سے باز آ جاؤ۔ یہ تمہاری حد برداشت سے ہرگز زیادہ بھاری ہے ہم نے کہا کہ بد معاش و غیث خوب حق بہکانے کا تو نے گویا پورا کیا جس ڈیوٹی پر تو مامور کیا گیا ہے۔ تیرا فرض اور تیری طبیعت یہی ہے کہ اس کو بجالائے مگر سن تو۔ تو یہ سب کس سے کہہ رہا ہے۔ کس کو

ساربا ہے، کس کو ڈرارہا ہے۔ بات یہ ہے کہ تو سخت بے حیا بے غیرت اور بد ذات ہے۔ تجھے یاد نہیں کہ طے سلوک کے موقع پر چوبیس سال قبل شکستہ تھیں ہم نے نہایت سخت کھڑوے موٹے کپڑے کا کرتہ مسلسل ٹیڑھ سال تک پہنا ہے۔ بستر کی بجائے سانبر کے چڑے پر بغیر تکیہ کے سوئے ہیں۔ غذا میں موٹے جو کا سوٹ پانی میں گھول کر پیا ہے۔ بد ذات تو ان سختیوں کو سب بھول گیا۔ تجھے یاد نہیں کہ دس سال قبل ایک بار سی کے مہینہ میں جبکہ شدید دُوبل رہی تھی اور ہم بکھڑوے تھے تو نے خواہش کی کہ سر میں تیل ملا جائے۔ سننے اس کے جواب میں تجھے مجبور کیا کہ نصف گانہ ننگے مردھوپ میں اُٹھل۔ اور ساڈوں بھول گیا ہے تو یاد دلاؤں۔

اکیس سال قبل دہلی میں قاضی حوض کے مکان پر ایک ایسے بڑے مکان میں بند ہو کر ہم شغل میت جس دم کے ساتھ کسی کسی گھنٹے کرتے تھے جس کا دروازہ بند کرنے کے بعد ہوا اور روشنی کا اندر گزر محال تھا اور کوئی شخص جو جس دم کا عادی نہ ہو چند منٹ سے زیادہ اس کمرہ میں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ درہ ہلاکت کا احتمال تھا۔ یہ سب سنکر بے غیرت خوب قہقہا مار کر ہنسنا اور دُھٹائی سے بولا کہ حضرت سلامت۔ یہ باتیں ہیں جکی کہ تشن جوان تھا

اس وقت آپ کی جوانی کا عالم تھا۔ تمام قوی مضبوط اور محفوظ تھے۔ اب متاثر ہو کر گریست ہو چکے۔ ضعیفی کا نقارہ زور و شور سے بج رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قلب کے مرض نے جو خاندانی ہے آپ کو کسی کام کا نہیں رکھا اور نہ اعضا میں اب وہ سکت اور کس بل ہے۔ ہم تو عرصہ سے آپ کے میطع ہیں۔ ہم آپ کی خیر خواہی سے منح کرتے ہیں۔ ہم نے بہت زور سے جھڑکا، خبردار! زیادہ ایک لفظ نہیں۔ ہمتاری خیر خواہی خوب معلوم ہے اگر ایک منٹ کے لئے بھی کوئی ہمتاری (خیر خواہی) کو مان جائے تو فوراً اس کو صراط مستقیم سے بہکانے اور اونچے منزل سے گرانے کسر اٹھانے کو۔ اگر اسی طرح ہمارا مقدر ہے تو یہی سہی۔ کسی نادیدہ پکارنے والی کی پکار پر ہماری رُوح، ہمارا قلب، لبتیک لبتیک لا شریک لک لبتیک کہہ رہا ہے تو مردود حائل ہونا چاہتا ہے اگر مرجائیں گے تو حشر کے دن اسی طرح لبتیک لبتیک پکارتے ہوئے جاگیں گے اور مقصد اعلیٰ کو پا لیں گے ایسی شدید ذجر و جھڑکی سے مردود نفس کی شیخی تمام ہو گئی۔ اور قلب نیلوفری گردنات اپنے مخصوص مقام پر دیک کر جا بیٹھا اور موٹا ہو گیا۔ اسکی شدید جدوجہد لگائی، بھائی سے عاجز آ کر ہم نے بنظر احتیاط

برادر محترم حکیم عبدالحی صاحب الفزاری کو نئی دہلی ارجنٹ تار دیا کہ اگر ہمارا
ٹکٹ ڈک سے فرسٹ کلاس میں تبدیل ہو سکتا ہے تو ضرور کر دیجئے۔ ہوا
ملا کہ ناممکن ہے۔

اس جواب کے ملنے کے بعد کنڈلی مار کر سوتے ہوئے نفس لعین کے
سناپ نے پھر لہرا کر اپنا پٹن پھینکانا چاہا اور جھٹ مولوی صاحب کا
روپ بھر کر فرماتے ہیں کہ حضرت اَلَمْ تَلْقُوا بَايِدَ يَكْمُلِي السَّهْلُ كَمَا
يَهْكُمُ صَافٍ اور صریح ہے۔ آپ تو خود اپنے ہاتھوں اپنی موت کے منہ پر
جارہے ہیں یہ حرکت تو خود کشی کے مترادف ہے۔ ذرا سی جسمانی مشقت تو
آپ اب سہا نہیں سکتے۔ ساری توانائی اور طاقت دماغ میں البتہ جمع
ہو گئی ہے اور بیشہ طبابت کا کام تشخیص و تجویز بلا تکان دن بھر سرانجام
دے سکتے رہے۔ ڈک آپ کو تو معلوم ہے کیا چیز ہے۔ فرش چھت دیواریں
سب لو بہتہ گی ہو اور بقدر زریست حوائج ضروریہ کے لئے کھنڈوں کا
انتظار نہیں سوچئے کہ آپ کی حرکت قلب کارک جانا ان حالات میں یقینی
نہیں ہو گیا ہے۔ ہم نے کہا سن بے مرد و خبیث کہیں کا کیا بک رہا ہے
خدا و رسول کے راستے باز رکھنے اور اس واسطے تقیم پر چلنے کو

تہلکہ سے اب مولوی سبکدہ تبصر کرتا ہے۔ جا جا ہنسنے تجھے پیلے ہی سنا دیا کہ
ہم بدل و جان اس رات میں اگر جان دینی پڑی تو دیار حبیب کے لئے
خوشی نقدی کر دیں گے اور سن میرا رحم الراحمین میرے رگ و جان سے
زیادہ قریب رہنے والا۔ ہر لمحہ و ہر آن میرے ساتھ ہے اور وہ بندہ
نوازی سے میرے سنا بھی ہے اس کا فضل ضرور بالضرور ہر ہر قدم پر
میرے ساتھ رہے گا اور محض اس کے فضل عظیم کے مجھروہ پر میں ضرور
بالضرور یہ سفر ڈک ہی پر کروں گا۔ اب تو مار و دم پر بیڑہ کی طرح پیچ و تپا
کھا کر پھر اپنے مٹھکانے اپنا سامنہ لیکر جا بیٹھا اور اچھا لکھنا شروع کیا
کہ داخلی جہاد میں ہم کو فتح حسین ہوئی روح نے اپنی تجلی قلب پر دلی
اور قلب نے اپنا پر تو نفس کی طرف کیا اور ہم نے اس کو کامل طور پر
نہ صرف مغلوب کر لیا بلکہ یہ بشارت بھی سنا دی کہ میاں صاحب اس
سفر حجاز کے تمام راستہ قدم قدم پر تمہاری ایسی ایسی گت بناؤں گا
اور اس طرح تم کو سرکشی کا مزا چکھناؤں گا کہ سب بھول جاؤ گے
بھول گئے تھے کہ بائیس سال قبل نماز صبح کے بعد کو مٹھی دریا گنج سے
دیکھا۔ اعلیٰ حضرت سلطان اسلاطین سلطان المثلث سلطان نظام الدین

اولیاء محبوب الہی کی طرف پیدل جا رہے تھے۔ پیدل اس لئے کہ
 باوجود عم محترم ڈاکٹر انصاری صاحب حوم کی کوٹھی پر موٹر۔ گھوڑا
 کٹاڑی موجود ہوتے ہوئے ان کے منجریا مختار کل غالب صاحب نے
 باوجود باصرہ۔ استدعا کے کرایہ کا ٹانگہ تک منگوا کر دینا گوارا نہ کیا
 تھا۔ درگاہ شریف جانا ضروری تھا۔ حال یہ تھا کہ جسم پر کشمیری کام کا
 ایک ہزار روپیہ قیمت کا بیش بہا چٹہ بغل میں قلمی کتب۔ حضرت پیر دمر
 قبلہ سیدی و مرشدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو
 نذر دینے کے لئے اور ایک ہاتھ میں سیاول کی ہانڈی و ہ بھی
 نذر گرا تنے۔ پیدل چلنے کی عادت نہیں پرانے قلعہ تک پہنچے تھے
 کہ اعضا و شل ہو گئے۔ دم لینے فرش خاکی پر ایک درخت ہول کے
 نیچے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک کمہار۔ بہت سے گدھے لئے ہوئے جن میں
 اکثر پرائیڈ تھی اور بعض خالی تھے۔ سامنے سے گزرا اور نفس بعین
 تو نے ہزار ہارا احتجاج۔ فریاد و فغاں کی۔ مگر ہم نے ایک نہ سنی۔
 گدھے والے سے دو آنے اجرت چکا کر ایک گدھے پر سامان رکھا
 دوسرے پر خود پالہ تھی مار کر بیٹھ گئے اور اس طرح محض تھے ذلیل کرنے

گرجے پر سوار ہو کر درگاہ معلیٰ تک پہنچے وہاں جا کر بائع حکم فاسخ
 کیا۔ ایک باغی اہل مقدس لطوی جوتیاں ٹرک پر چھوڑ دیں اور
 پھر دیر صومال کے پیر جیب کھل کا کرتا اتار دو بار اٹھیں بیٹا۔ یہ حال آگے
 بڑھ کر جب ہم حضرت قبائے کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ مزدور حسین خانہ کی
 تعمیر کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنا پیش بہا چھ مزدوروں کو دے ڈالا اور خود ٹینٹ
 گھارا مزدوروں کے ساتھ اٹھانے لگے۔ جب کچھ سامان تعمیر جمع ہو لیا اور ہم
 ساتویں اینٹ بجا رہے تھے۔ اہناک میں پتہ بھی نہ چلا۔ حضرت قبلہ نہ معلوم
 کیسے تشریف لاکر مبہ حال ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ساتویں اینٹ بجا کر
 حضرت کی آواز سنائی دی کہ شاباش۔ حضرت امیر خسرو ترک اللہ نے
 نبی حضرت سلطان جی کے مکان کی تعمیر میں ایسا ہی حصہ لیا تھا۔ پیٹ کر
 دیکھا حضرت اپنے دست مبارک میں لوٹا پانی سے بھرا ہوا لٹے ہوئے تھے
 تعمیل ارشاد کرنی پڑی۔ حضرت نے خود ہمارے ہاتھ پیر اپنے دست مبارک
 سے دھوائے۔ پھر کمرہ خاص میں لے جا کر کامل تخلیہ میں پوری شدت و
 طاقت سے توجہ اتحادی باطنی دی اس کے بعد ظاہری دسترخوان پر چوبیلے
 سے تیار کیا تھا خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا دوسرے روز لقب

خسرو شاہ اور خلافت و اجازت بیعت بلسلہ حقیقیہ نظامیہ و قادریہ
 نہ نعت ہوئی اور اس موقع پر حضرت والد ماجد قبلہ علی اللہ مقامہ سے دفتر
 قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ آپ کے صاحبزادے نے ہماری پچیس سالہ
 کچی پکھنی ڈوئی ایک لڑکھیں لے لی اور کھائے۔ والد ماجد نے جواب دیا کہ
 حضرت وہ آپ کا دینی شیدائی، ور عاشق و مادی بھی تو ہے۔

تو سن لے نفس لعین یہ پرانی باتیں اس لئے یاد دار ہوں کہ تو ان
 مرحلوں سے گزر چکا ہے۔ اب سفر حجاز میں ہر منزل حجاز جو ایک منزل
 سلوک ہوگی تو ایسے ہی سلوک کی مجھ سے توقع رکھ کہ میں کوئی کسرتیری
 ذلت اور اذیت دہی کی انشاد انشا نہیں رکھوں گا یہ طول طویل
 سرزنش سنکر نظر باطن سے دیکھا تو سن پڑے ہوئے ہیں اور بظاہر ایسے
 گریہ مکسین معلوم ہوتے ہیں جیسے مردہ ہیں۔ دم ہی باقی نہیں رہا۔ ہاتھ
 تیرے کی۔ کیا چست کیا ہے۔ یہ بھی مالک کا ایک فضل خاص تھا کہ
 اس نے معرکہ جنگ داخلی اس خوش اسلوبی سے ختم فرما دیا۔

مجموع فضل رحمانی | میں تو اپنے ہر ذرہ وجود پر فضل خداوندی
 کو محیط النکل پاتا ہوں۔ میرا رحم الرحمان

بے حد و بے شمار فضل مجھے مہنت فرمائے مگر اس کا سب سے بڑا فضل خاص مجھے عطا ہوا وہ حسان الہند حکیم الشرا، سعدی ثانی، حضرت امجد صاحب اعلیٰ اساتذہ مقامہ کا مجھ سے خصوصی تعلق اور رابطہ بود۔ یہ پڑیاں بہت آج سے کوئی تیسری یا چودہ سال قبل جبکہ میں دہلی حسب ثروت تیب رات حضرت الداجہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ درگاہ معلیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام میں گزارنے گیا ہوا تھا۔ حضرت قطب وقت والد ماجد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود بخود ارشاد فرمایا کہ حیدر آباد کن پڑیاں امجد صاحب نامی ایک راجہ منعظم مہتمی ہے۔ وہاں کے جتنے مشائخ موجود ہیں وہ ان سب سے زیادہ افضل ہیں۔ دربار دربار حضرت رسالت پناہی میں ان کا ایک خاص مرتبہ تمام ان سے ملکر تحائف بڑھاؤ اور میری جانب سے سورہ فاتحہ یا مومنین کا عمل بھی ان کو تحفہ دیدینا۔ میں حضرت امجد صاحب کو غائبانہ سالہا سال جانتا تھا اور ہندوستان میں اور بیرون ہندوستان چاہاں اردو زبان سمجھی جاتی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو امجد صاحب کو ان کے مقبول خاص و عام کام کی وجہ سے نہ جانتا ہو حضرت سعدی صاحب کو بھی یہ خصوصیت حاصل ہو گئی تھی کہ ان کی زندگی میں ان کا کلام تمام دیار و

انصار میں قبول ہو گیا اور امجد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فضل مرحمت فرمایا ہے کہ ”ہر چہ از دل آید بر دل نشیند“ ان کا کلام ان کی زندگی میں عید مقبول ہو چکا ہے۔ بہر حال چونکہ میں از حد دیر آشنا انسان ہوں اور اس کی کچھ دیر زندگی کے از حد تلخ تجربات بھی ہیں جن لوگوں پر میں نے اتہائے اعتماد کیا وقت آنے پر ان ہی لوگوں نے انتہائی نقصان پہنچایا بہر حال میرا حلقہ اجاب بہت ہی محدود۔ صرف میرے ہم مذاق لوگوں تک جو گئے چنے ہوئے ہیں منحصر ہے۔

خوش اقبال نظامی | میرے حلقہ اجاب میں سے براہِ طریقت محمد یوسف صاحب خوش اقبال نظامی

میرے پچیس سالہ رفیق، بہم قدیم، ہمنوالہ و ہم پیالہ۔ میرے دکھ سکھ کے شریک ہیں۔ ایک زمانہ میں جبکہ بعض حضرات نے جن کو وافی مالی امداد اپنی سادگی و غلطی سے حاجت مند اور کثیر العیال سمجھ کر دیجاتی تھی اور حقیقت حال ظاہر ہو جانے کے بعد امداد بند کر دی گئی۔ ہماری محکمہ محافت وائیزر سانی پر کمر بستہ ہو کر ایک جتھا ہمارے خلاف تیار کر لیا اور وہی منافقین جو چھ سات سال تک ہماری تعریف کرنے بچھے جاتے تھے طرح کی



(۱) حج کو جاتے ہوئے جو تصویر لگائی تھی حج بند

اہتمام تراشی کر کے اسکی تشہیر کرنے لگے۔ مگر الحق کیلئے اور (الذی علیہ) حق

کے سرخٹہ اور سریر آور وہ اصحاب نہایت قلیل عرصہ میں حد درجہ غربت و تنگ
موت کی آغوش میں جاسوئے اور بعض تائب ہو کر ہم سے معافی خواہ ہوئے

اس زمانہ میں خوش اقبال صاحب نے پورا حق رفاقت سے دار کیا اور جب تک

انکی یہ وضع داریاں قائم ہیں کہ میرے تمام امور خانگی از بڑ تا کل وہی انتظام

کرتے ہیں۔ تمام دعوتوں کا اہتمام ان ہی کے سپرد رہتا ہے جس کو وہ ارادہ

خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔ تقریباً دو زمانہ مغرب کے قریب وہ میرے

گھر آ جاتے ہیں اور رات کو دس گیارہ بجے واپس جاتے ہیں میرے بچے

ان سے ایسے مانوس ہیں جیسے وہ ان کے حقیقی چچا ہیں۔ سچ پر روحانی

محبت کا رشتہ بعض اوقات حقیقی رشتوں سے زیادہ کار آمد ثابت ہوتا ہے

بہر حال ذکر اس کا تھا کہ ہمارے بھائی خوش اقبال صاحب تقریباً نصف شہر

سے زیادہ اشخاص سے ذاتی واقفیت رکھتے ہیں۔ یہ جہاں گشت ٹھہرے

ہم نے ان کو دہلی سے واپس آ کر حضرت امجد صاحب سے ملاقات کروانے کا

اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ ایک دن عصر کے وقت اس آفتاب غلوں

کو ہمارے یہاں لے آئے پھر کیا تھا اسکے بعد سے ”اوشن شہ من اوشدم“

بڑی زبردست مجالس قوالی دھوم دھام سے، ناہانہ منعقد ہوتی تھیں جس میں امجد صاحب کی شرکت اشد ضروری ہوتی اور صرف امجد صاحب کا کلام قوالی میں گایا جاتا۔ راتوں رات دن قوی ہوتا گیا حتیٰ کہ یہ عالم ہو گیا اکثر خصر کے بعد مخصوص اجاب کی مجلس میں ہم کہہ دیتے کہ اب تھوڑی دیر میں حضرت امجد صاحب تشریف لائے والے ہیں اس لئے کہ ہم نے ان کو کشش کیا ہے واقعی یہی آنا کہ پندرہ بیس منٹ میں حضرت امجد صاحب پینے میں شراب بویہ کل لئے ہوئے تشریف لاتے کہ واہ حضرت دیوان کی دیوڑھی تک چلا گیا تھا آپ کے مکوشش کرنے اور یاد کرنے پر واپس آنا پڑا۔

ازربط الفبت وارد طبعیدن۔۔۔ سہنجاد دل او ایخبا دل من
ایک مرتبہ رمضان المبارک میں حضرت امجد صاحب نے جو رباعیات کے
سید شہنشاہ ہیں یہ رباعی لکھ کر دی:

خسرو یہ ہے ہر باں لب امجد
امجد یہ ہے ہر باں بیخ خسرو
اک ہے محبوب اک محب محبوب
خسرو سلطان جی ہیں امجد خسرو

حالانکہ حضرت امجد صاحب کا حلقہ اجاب از حد وسیع ہے بڑی بڑی شخصیتیں حیدرآباد کی ان کوسرائیوں پر واقعی معنوں پر جھٹلاتی ہیں اور از حد بزرگداشت کرتی ہیں، مگر انہوں نے ساہا سال سے اپنی یہ وضع قائم کر لی ہے کہ عیدین کی نماز وہ ہمیشہ ہمارے ہمراہ پڑھتے ہیں۔ بتناک ہم شاہ گنج میں تھے وہاں بھی یہی معمول رہا۔ رحمت بان کا چما گڑھ آجانے کے بعد حالانکہ بہت بعد مسافت ہو گئی ہے۔ تقریباً پیار پانچ میل سے وہ نماز عید ادا کرنے برابر تشریف لاتے ہیں اور میری ہاتھ میری عید کی خوشی کو دوہا کر جاتے ہیں الحسن قاضی فرقان کرامت۔

۲۳ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ یوم یکشنبہ سہارن پور کی روٹنگی حیدرآباد کی سے والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیکر مقرر ہو چکی تھی۔ دہلی حسیب اللہ صاحب ایک حیدرآبادی مشہور لغت خواں ہیں۔ اکثر ریڈیو پر جمعہ کے دن ان کا پروگرام ہوا کرتا ہے۔ آواز میں قدرتی درد۔ سوز و آواز ہے۔ ہم نے سوچا کہ ہجرت حجاز سے قبل حسیب اللہ صاحب کی لغت نصرتہ والدہ ماجدہ مدظلہا کو سوا دیں اس لئے ۹ شوال یوم پنجشنبہ کو ہم نے اقربا کو غیریت آباد والدہ ماجدہ کی جائے قیام پر دعوت میلاد شریف دیدی

چنانچہ اس روز اپنی دیورھیات بزرگ کی دیوٹی بجالا کر ہم خیریت آباد
 جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت امجد صاحب جلتے ہوئے نظر آئے
 آواز دینے سے پہلے بہت تیزی سے سیکل دوڑاتے ہوئے چل دیے جب
 ہم خیریت آباد پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سلامت از ستر پایا پسینہ میں شرابو
 دروازہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ واقعی ان کی صریح کرامت تھی اس لئے
 کہ اس سے قبل کبھی وہ خیریت آباد کے مکان پر تشریف نہیں لائے تھے
 اور اگر کسی شخص کو وضاحت سے پتہ نہ بتلادیا جائے تو ہرگز ہرگز اس
 گنجی درگی مکان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ بہر حال حضرت سلامت موجود
 خیر اندہ لگئے۔ بھلی کے شکھے کے نیچے بٹھلایا۔ معلوم ہوا کہ ہم کو تلاش
 کرتے پہلے ذواخانہ کاجی گورہ سرکار عالی گئے وہاں سے رحمت باغ
 ہوتے ہوئے سیدھے خیریت آباد کو آرہے ہیں اور یہ تمام داد و دوش
 اتنے کے لئے کہ آج ہی بعد نماز صبح ایک عجیب و غریب استغفار طلب ہے
 اس کو دینا تھا۔ ہم نے فوراً اپنی ٹوٹ بک میں ان ہی کے قلم سے
 لکھو الیا وہ یہ ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِهِ

کُلِّ ذَبِّ لَا تَقُصِبُ الْبَدَّ۔

پھر روانگی کے دن ۲۳ مہ شوال یوم یکشنبہ کو یہ رباعی تازہ بہ تازہ
عطائی ۲۔
رباعی

ساقی ترے در پہ تشنہ کام آتا ہے

ٹوٹے ہوئے دل کا لیکے جام آتا ہے

خسر وہ بھی اک چشم کرم ہو جائے

قدور میں ترے تیرا غلام آتا ہے۔

بہر حال یہ ازبہ تیرا فیاض روحانی کی مجسم مورتی میرے مالک نے
مجھ کو عطا فرمائی ہیں۔

ہم نے صرف اس مصلحت سے کہ عام مرضا دہر
دعوتوں کا سلسلہ ہماری روانگی حج کی اطلاع سے برا اثر ہوگا

حتی البوسع اپنی روانگی کی خبر مشہور نہ ہونے دی مگر مخصوص احباب کو اچھی
طرح علم تھا۔ ان میں سے میرے محسن علیحباب نواب قطب اللہ خان صاحب نے
بہت اصرار سے مدعو فرمایا۔ نواب صاحب ایک قدیم معزز و مفتخر خاندان
امرا کے چشم و چراغ اور سادات گرامی قدر رفاعیہ میں سے ہیں۔ خود

نہایت ذی علم صاحب تقانیف متعددہ اور خلوص و محبت کی بولتی تصویر
ہیں۔ دانت۔ درمے۔ قدمے۔ سننے ہر وقت و ہر لمحہ جس شخص کا کام ان سے
نکل سکتا ہو ان کو کوئی دریغ نہیں۔ چوبیس گھنٹے میں شاید بارہ گھنٹے سے
زائد نواب صاحب کے لوگوں کی کار براری کے لئے سفارش خواہوں کہ
ہمراہ لئے پھرنے میں گزر جاتے ہیں میں نے تمام زندگی لیا جھٹلا لیا
خلق اللہ کی کار براری میں اس درجہ مستعدی و انہماک سے مصروف
طبقتہ امرا میں سے کوئی انسان کامل و حقیقت نہیں دیکھا۔ کسی وقت کوئی
شخص ان کے پاس چلا جائے فوراً اس کا کام نکالنے ہمراہ چلنے تیار و مستعد
باوجود دولت و ثروت اور امارت و علم و فضل کے مزاج میں بیکار و تسکین
سادات گرامی قدر کے ایثار کاملہ کے جو حالات کتابوں میں پڑھتے تھے
نواب صاحب کو اس کی عملی تصویر پایا۔ ایک خاص مقام باطنی پر نائز
اور خدمت خلق اللہ کے لئے مامور میں مگر اپنے مقام باطنی سے خود بخبر
ہیں۔ یہ بھی ایک خاص شان ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
نے اپنے مکتومات شریف میں ایسے مقام اور ایسے لوگوں کی ہمرخت فرمائی
ہے کہ وہ خود اپنے مقام سے بے خبر رہتے ہیں اور تمام عمر اسی مرتبہ کے

خدمت خلق اللہ کے تمام کام سرانجام دیتے رہتے ہیں اس عالم سے رخصت کے وقت ان کو اپنے مقام رفیع کی خبر مل جاتی اور اطلاع دیدی جاتی ہے بہر حال ہمارا مشاہدہ تو یہی ہے کہ نواب قطب اللہ خاں صاحب مقام کے اعتبار سے کسی قطب الہی سے کم نہیں ہیں اور واقعی اسم ب اسم ہی اس تحریر کے وقت میں حرم محترم میں بیٹھا ہوا ہوں اور سامنے ہدائی للعلمین خانہ کعبہ نظر آ رہا ہے اس مقدس اور محترم مقام پر یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میرا قلم کسی خلاف واقعہ مبالغہ سے خدانخواستہ ملوث ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے حتیٰ الوسع کمال دیانت سے میرے مد علم تک جو صحیح واقعات ہیں وہ قلمبند کئے جا رہے ہیں تاکہ یہ سفرنامہ ان اہم شخصیتوں سے مزین رہے۔ میری ذات کی حد تک میں نواب صاحب کا از حد ممنون احسان ہوں مگر یہی ترقی کے معاملہ میں نواب صاحب نے کوئی دقیقہ دوا دوش۔ کوشش و سعی ممکنہ کا اٹھا نہیں رکھا تھا۔ خداوند تعالیٰ ان کو ترقی معافی کو نین مرحمت فرمائے میری کمزوریوں میں ایک خاص الخاص کمزوری یہ بھی ہے کہ میں دعوت کو از حد چور ہوں۔ صد ہا دعوتوں میں سے صرف ایک آدھ ایسی دعوت میں شامل ہو جاتا ہوں جہاں کامل خلوص و مودت کا رشتہ ہو اور ہر طرح کے

بشتباہ سے کھانا پینا مبرا ہو۔ مجھ سے بہت لوگوں نے اس بات کی سخت
 نکثایت کی کہ آپ عوتوں میں نہیں جاتے۔ دعوت قبول کرنا تو سنت ہے
 میں نے کہا یہ کہ بھائی یہ باتیں مولوی حضرات سے کہو بونہوؤں میں سے چار
 کلمہ اور قبول دعوت کی سنت کے بڑے شوقین ہوا کرتے ہیں۔ مانا کہ قبول
 دعوت مسنون ہے مگر اس زمانہ میں جبکہ رزق حلال اور صدق مقال
 غنا صفت ہو رہے ہیں۔ اس لئے اپنی شاقہ محنت سے ذکر و فکر کی چکی
 میسر کر جو آماجھ کیا ہے اسکو لقمہ حرام کھا کر برباد کرنا نہیں چاہتے۔ بھجوا
 ہمارے سلسلہ نظامی خسروی میں اتنے اشخاص ہم سے دست بیع ہیں اور ہمارے
 سلسلہ ولے صرف صوبہ اودھ میں اتنی زیادہ کثیر تعداد میں بھجوا اللہ میں
 ہمارے مریدوں کا سلسلہ گونڈا۔ اتروہ۔ ریاست بلرام پور سے لیکر
 سرحد نیپال تک پھیلا ہوا ہے صرف اس ایک علاقہ میں بیس ہزار سے
 زائد ہمارے مرید ہیں۔ اگر ہم پیشہ ور پیروں کی طرح سالانہ صرف ایک
 ایک روپیہ ہر مرید سے نذرانہ لیا کریں تو ایک ہی علاقہ سے سالانہ صرف
 بیس ہزار روپیہ آمدنی ہو سکتی ہے۔ مگر ہم نے اپنے بزرگوں کی روش کے
 خلاف اگر کوئی مرید ہم کو نذر دیتا بھی ہے تو ہم فوراً واپس کر دیتے ہیں



نواب قطب اللہ خاں صاحب دکن دار

بارے بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ نذرانہ مانگتے نہ تھے مگر کوئی خود بخود دے تو
 لے بیٹے تھے۔ ہم نے اس زمانہ کی حالت کا اندازہ کر کے بیشتر لوگوں نے اس کو
 آسان ترین پیشہ سمجھ کر پیریا مریدی کے نذرانوں پر گزر بسر شروع کر دی
 نذرانے واپس کر دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے اور بھراشر حلال طیب پیشہ
 طبابت سے ہم کو با فراغت اللہ تعالیٰ اتنی روزی مرحمت فرمادیتا ہے کہ
 با غرت طور پر دس کو کھلا کر کھارہے ہیں تو حضرت سلامت ہم آج کل خوشی
 جولا اکثر حکم الکمل۔ ماں حرام و شنبہ کی ہوا کرتی ہیں۔ احقر ازی ادلی
 سمجھتے ہیں۔ ذکر اس کا تھا کہ ہماری روانگی سے دو روز قبل نواب قطب اللہ صاحب
 نے باصرہ تمام بعد نماز مغرب دعوت پر یاد فرمایا۔ خاندان سادات کے گہرانے
 کی دعوت بسر و چشم قبول کی گئی اور نواب صاحب کے دولت خانہ واقع
 دارالشفاء ہم گئے۔ نواب صاحب نے بہت سے معززین۔ حکام اور اہل خاں
 کو اس موقع پر مدعو فرمایا تھا اور حد درجہ سیر حشی سے نہایت پر تکلف اہتمام
 فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ہم نے باوجود علالت کی
 ناتوانی کے نواب صاحب کے لئے دوران قیام مکہ معظمہ میں حسبِ عدہ عمرہ
 اور سعی کی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

سلیم صدیقی صاحب

اور بھی کئی اشخاص واجباب نے مدعو فرمانا چاہا مگر ہم نے غدر کر دیا البتہ عینِ دانگی سے

۲۳ مئی ۱۳۶۲ء شوال المکرم ۱۳۶۲ء یوم یکشنبہ صبح کو ہم حسبِ عہدہ پستہ انجمن انعام خاص مجلس سلیم صدیقی صاحب اسلکٹر (محبہ ساز) اسٹیت پروفیسر آرٹس کالج کے گھر گئے۔ رحمت باغ کاجی گورہ مستقل طور پر مکان خرید کر کے منتقل ہونے کے بعد سلیم صدیقی صاحب حبیبی نعمت غظمی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم کو رحمت فرمائی۔ اگر کوئی ہنر جتنی اعتبار سے صحیح فنوں میں جو ان صلاح کو دیکھنا چاہے تو وہ سلیم صدیقی صاحب کو دیکھ لے۔ حد درجہ پانچویں سو وٹو خدمتِ خلق کا ایسا صحیح جذبہ جو درویشی کی سچی روحِ زواں ہے۔ صدیقی ہیں ہر سانس خلوص و محبت، سچائی و صداقت کی فضا میں لیتے ہیں۔ ہم جیسا دیر آشنا جو اپنے دل کے قریب بہت کم کسی کو آتے دیتا ہے۔ جتنی کہ حقیقی اولاد کا بھی وہاں کم گزر رہے۔ سلیم صدیقی صاحب کی بے لوث خدماتِ مخلصانہ و محبت والہانہ نے زبردستی ہمارے دل کے بہت ہی قریب اپنا مضبوط قلعہ بنا لیا ہے۔ ہم کو اور ہمارے دل کو ان سے اتنا ربط قریب ہو گیا ہے کہ ہم اپنی حقیقی اولاد سے کسی طرح ان کو کم نہیں سمجھتے اور ہمیں قلوب سے ان کے لئے

ہر قسم کی ترقیات کی دعا کرتے رہتے ہیں اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ عِدَّہٗ اَلٰہِیْہِ
 جب کبھی قبولیت دعا کا اس عالم ظاہری ناسوتی میں وقت آئے گا انشاء اللہ ضرور
 اس کا ظہور ہو کر رہے گا۔ ہم حسب وعدہ سلیم صدیقی صاحب کے گھر غنیمت ہوئی
 گئے دیکھا کہ سب سے پہلی کام میں منہمک ہیں اور سہاوی بڑی برقی ٹاپچ کی
 اصلاح کر رہے ہیں۔ ان کا زمانہ ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ ہم بھی مثل اپنی اولاد
 اور بچوں کے سمجھتے ہیں۔ حد درجہ سلیقہ شعار۔ نیک کردار۔ صابر اور شاکر
 سلیم صدیقی کی اہلیہ ہیں۔ چھوٹا سا گھر سایقہ اور پاکیزگی کی وجہ سے رضی
 جنت نظر آتا ہے۔ ہم کو شیر قورمہ پلایا۔ چائے وغیرہ پیکر امام ضامن باندو کو
 اور بچوں کے ہار پہنکر گھر واپس آئے۔ سلیم صدیقی صاحب نے اپنی اہلی
 دیوٹی دریافت کی۔ کہدیا کہ اسباب جو سفر حج میں ساتھ جانے تیار کیا
 شام کو ہمراہ لیکر اسٹیشن آجائیے۔ یہ آپ کی خاص دیوٹی ہے۔

اہلیہ نے مجمعہ کے دن ہمارا تمام سامان جو ہمراہ
سامان سفر جانے والا تھا مکمل اور تیار کر دیا۔ ایک واسطہ
 اور ایک چھوٹا چمڑے کا سوٹ کس جس میں چھ جوڑے کرتے پا جامے۔ دو
 جوڑے رنگین میل خورے جہاز کے لئے۔ ایک اٹاچی کس جس میں کچھ ضروری

ادویات - ڈائری - فونٹن پن - ایک قینچی - ایک چاقو - ایک بجلی کا
 مختصر سا ٹیپچ - کنگھا - آئینہ - نوٹ بک وغیرہ مندرجہ بالا اشیاء تھیں۔
 ایک کیا نوٹس کا حقیقہ یعنی گڈ بیاگ - اس میں چترائی گرم عبا - تولیے
 جدہ اور مکہ معظمہ میں از حد کام آنے والی چیز چھروائی تھی - ایک موٹر
 جس میں ایک کریم نگر کا بنا ہوا سیاہ کپل - دو رنگین سوئی چادر - ایک موٹی
 بڑی جائے نماز اور تکیے تھے باقی ایک ٹوکری جس میں اچسار - چٹنی
 ضروری ادویات تھیں - ایک لوٹا ایک جبت کی پانی کی کُتی - یہ تھی تمام
 کائنات ہمارے سامان سفر حجاز کی - اس سفر میں بجز ضروری اشیاء کے
 جو ناگزیر ہوں بے ضرورت سامان لے جانا بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز سفر

ہر منزل حجاز ہے ایک منزل سلوک (حقاً مجدد اعلیٰ اللہ مقام)

منزل اول از حیدر آباد دہلی | ۲۳ شوال المکرم ۱۳۷۲ء مطابق

۲۵ آبان ۱۳۵۲ء یوم یکشنبہ اپنا مکمل سا ماں سفر محب صادق

سلیم صدیقی صاحب کے سپرد کر کے ہم بال بچوں سمیت حضرت والدہ

ناجہ مدظلہا کے جائے قیام خیریت آباد چلے گئے۔ بارہ بجے دن کو

یتیم خانہ انیس الغزالیہ کے یتیمی ادارہ کی روح رواں خواجہ بدرالدین

صاحب کے ہم لوگوں کو خرچہ کرنے ایک موٹر لاری میں معہ بیانڈ کے

پہنچے۔ اور جائے قیام سے فاعلیہ پر لاری روک کر بیانڈ بجاتے

ہوئے جائے قیام پر آ کر دیر تک بیانڈ فوازی کے بعد سلامی دی

یتیمی کے ہمراہ ہمارے انخی روحی و قلبی حضرت امجد صاحب بھی تشریف

لے آئے اور مندرجہ ذیل رباعی مرحمت فرمائی۔

رباعی

ساتی ترے در پہ نقشہ کام آتا ہے : ٹوٹے ہوئے دل کا لیکے جام آتا ہے
 تحسّر پہ بھی اک چشمِ کرم ہو جائے : قدموں میں تیرے تیر غلام آتا ہے
 اللہ اللہ ٹوٹے ہوئے دل والے دوسرے مصرعہ پر جو واقعی
 چارے حبّ حال تھا۔ ایسا تو اجدہم ہو چکا کہ سبحان اللہ۔ دین تک
 رقت طاری اور شدّت سے اشکباری رہی۔ سلامی کے بعد شیشمی
 انیس الغزبار نے میلاد شریف پڑھا۔ آثار مبارک کے حجرہ میں سلام
 پڑھنے کے بعد وہ لوگ فرض ہوئے

حفرۃ والدہ ماجدہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جا رہی
 ہیں۔ اللہ اکبر، حفرۃ کی یہ ہجرت صحیح معنوں میں ہجرت اور ترک و تہجد
 کی بمثال صورت ہے۔ عموماً ان حالات میں لوگ ہجرت کرتے ہیں
 کہ تمام اقربا و انتقال کر جاتے ہیں۔ کوئی نام لمبا پانی دیوانہ نہیں ہوتا۔
 اس لئے آخری وقت حرمین شریفین میں گزارنے چلے جایا کرتے ہیں
 ماشاء اللہ ہم چار بھائی اور تین بہنیں سب خدا کے فضل و کرم سے
 خوشحال اور اپنے اپنے گھروں میں آباد و شاد ہیں۔ اگر راحت

خطبہ دوم
در بیان فضائل
و مناقب ائمه اطہر علیہ السلام

سابقہ سے زیادہ کمال حاصل کیا ہے
اور اس کے ساتھ ساتھ

میں بھی کمال حاصل کیا ہے
اور اس کے ساتھ ساتھ

از حضرت اجداد

و آرامِ اضعفی میں جب کہ سن شریف ستر سال سے کم نہ ہو گا۔ اور
 کمالِ صفت و خافت طاری ہے مطلوب ہوتا تو کسی صاحبِ جزا وے
 یا صاحبِ زادی کے پاس قیام فرما ہو جاتیں۔ سر آنکھوں پر فلح و ابرین
 سجدہ کر خدمتِ محکمہ کرتے ہوئے کمالِ راحت و آرام سے سکھا جاتا
 مگر حضرت والدہ ماجدہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے جس کو
 اب تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہوتا ہے حضرت کا شدید تقاضا یہی تھا
 کہ کسی طرح ان کو مدینۃ النبی - کیا حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں
 پہنچا دیا جائے۔ جنگ کی وجہ سے حبلہ کا جہاز جانا تقریباً بند
 ہو گیا تھا۔ سال گذشتہ سے پھر آمد و رفت شروع ہوئی ہے۔
 کلکٹ الحجاز و النجد سلطان ابن سعود جس وقت حضرت والدہ ماجدہ
 صاحبہ قبلہ تشریف لیگے تھے تو ان سے رجوع ہو چکے تھے۔ اور
 نہایت ہی پابندی سے ہر سال ایک سالہ مکمل ادویات و طبی والدہ
 ماجدہ صاحبہ قبلہ کے یہاں سے منگواتے رہتے تھے۔ حضرت کے
 وصال کے بعد چونکہ برادرِ معظم حکیم عبدالقادر صاحب انصاری
 ساکن لاہور حضرت کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے۔ اس لئے ان سے

سلطان سے ربط قائم ہو گیا اور اب تک ملک صاحب
 براؤ معظم کے یہاں سے اپنی ادویات نہایت پابندی سے
 منگوا کر لاتے ہیں۔ بھائی صاحب قیل نے اس سال ملک لحجاز
 سے والدہ ماجدہ کی ہجرت کر کے قیام مدینہ منورہ کی بذریعہ
 ٹیلیگرام خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ہماری تینوں بہنیں حیدرآباد
 ہی میں رہتی ہیں۔ ان میں سنبھلی اور چھوٹی دونوں حاملہ اور اسی
 علیل تھیں کہ حالت تنقیم تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ شاید جانبر نہ
 ہو سکیں۔ مگر یہ تمام امور دینیوی والدہ ماجدہ کے عزم ہجرت میں
 ڈرتے براہ بھی سدا رہیں ہوئے۔ حضرت کے ہمراہ ان کی ایک
 منہ بولی بہن بسم اللہ بیگم صاحبہ بھی ہجرت فرما رہی ہیں جن کو ہم لوگ
 خالہ پکار تے ہیں بہت عالی خاندان سادات گھرانے میں سے ہیں
 اور ماشاء اللہ کنبہ بھرا پڑا ہوا ہے۔ کئی صاحبزادیاں اور مستعد
 نواسی ہیں اور صاحبزادیوں کی شادیاں بہت اعلیٰ زمینداروں
 کے خاندان میں ہوئی ہیں۔ خلافت کیسی کے زمانہ میں سرکف
 میدان جہاد میں نکل آئیں اور ایسی قومی و ملکی خدمات تمام

لحوں و عرض ہندوستان کا دورہ کر کے بجا لائیں کہ بڑے بڑے
 مشاہیر رہنما یاں قوم و ملت نے بے اختیار تحسین و آفرین کی۔
 صحاح ستہ۔ احادیث شریف حضرت والد ماجد قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
 سے حاصل کیں۔ حد درجہ روشن دل۔ ذاکر۔ شاغل اور قلب سلیم
 رکھتی ہیں۔ ہم مذاقی کی وجہ سے محض لوجہ اللہ والدہ ماجدہ سے ربط
 و محبت و خلوص قلبی ایسا ہو گیا کہ کئی سال سے انہوں نے اپنے تمام
 اقرباء۔ بال بچوں اور کنبہ کو قطعی چھوڑ کر والدہ ماجدہ کی رفاقت قبول
 کر لی اور بجز اللہ دونوں پاک دل۔ پاک روح۔ پاک باطن۔
 بیسیوں میں ایسا رابطہ روحانی با جد گرو گیا کہ ایک جان و تواناب
 صحیح معنوں میں کہا جاسکتا ہے۔ اس خود غرضی غلبہ و نبوی کئے زمانہ
 میں جب کہ تعلقات کی بنیاد اکثر دنیا کے عارضی فوائد ہو کر رہے ہیں
 ایسے رخصت اور روحانی کی مثال بہت ہی نادر ہے۔

بہر حال ذکر اس کا تھا کہ باپ کا سایہ رحمت تو پانچ سال ہوا کہ
 ہم لوگوں کے سر سے اٹھ چکا تھا۔ اب والدہ ماجدہ بھی ہجرت کر کے
 مدینہ پاک جا رہی تھیں۔ بیٹوں کی بے قراری۔ گریہ و زاری اور اضطراب

کیا حال بیان کیا جائے۔ سامان بھی درست کیا جا رہا ہے۔ ساون
 بھادوں کی جھڑی بھی لگی ہوئی ہے۔ دہلی کی ٹرین شام کو سات بجکر
 بیس منٹ پر جاتی ہے۔ اسی عالم میں اٹھن جانے کا وقت قریب آگیا
 ہر طرف ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ بارے دل کرہ کر کے کسی طرح
 والدہ ماجدہ اور بسم اقدالہ کو موٹر میں سوار کیا گیا۔ موٹر میں بیٹھے
 اور سب کو اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ خَيْرُ الْحَافِظِیْنَ کے سپرد کر کے
 لَبَّيْكَ اَيُّهَا رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَكَ كَبِیْكَ اَنْ الْحَمْدُ
 وَ اَنْعَمْتَ لَكَ وَاُمْلٰكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ باور بلند پڑنے
 سوئے اٹھن چل دیے۔ باوجودیکہ ہم نے نہ تو اجاریں اپنے جانیکی
 کوئی اطلاع شائع ہونے دی تھی۔ نہ دور دراز رہنے والے احباب
 کو کوئی خبر کر سکے تھے۔ مگر ایک کثیر جمع مخلص حضرات کا رحمت کرنے جمع
 تھا۔ اتنے زیادہ امام خاص بنادھے گئے کہ دامنا ہاتھ ہلانا مشکل
 تھا۔ اور اتنے زیادہ پھول کے ہار پہنائے گئے کہ کئی ہار اتار نیکی
 باوجود گردن کی جنبش مشکل تھی۔ باوجودیکہ مندرہ روز قبل سے
 زنانے اور مردانے میں بیس رزر وڈ کروائی گئیں تھیں۔ اور

درمیان میں برابر ریلوے اسٹاف کے ملاقاتیوں کو ناکید کی جاتی رہی مگر زمانہ درجہ میں جو صرف چار سبٹ کا تھا چھ مستورات اور دو خواتین بھردی گئیں۔ آج کل ریلوے کی حالت ایسی ہی ابتر ہو رہی ہے اور سفر چاہے فرسٹ اور سکند کلاس کا کیوں نہ ہو بہت ہی صبر آزما اور تکلیف دہ ہو گیا ہے۔

ٹرین وقت پر آئی اور سلیم صدیقی صاحب نے جو ملازمین کے ہمراہ ہمارا سامان اپنی تحویل میں لے آئے تھے مردانہ سکند کلاس میں رکھ دیا گیا۔ زمانہ سکند میں مسٹر کرمانی اور ان کی ایک اور ساتھی کوئی محترمہ ہر دو جدید فیشن کے دلدادہ بے پردہ اور برقعہ قسم کی قمیص زمانہ درجہ میں سلمان زیادہ دیکھ کر مسٹر کرمانی بہت خفا ہونے لگیں ہم نے ان کو بے ہولت ٹھنڈا کیا اور سامان کا زیادہ حصہ اپنے درجہ میں لے لیا۔ اس صبر و تحمل کو دیکھ کر پھر تو خدا کے فضل سے وہ ہر دو ایسی مطیع ہوئیں کہ تمام رانٹہ انہوں نے والدہ ماجدہ کی از حد نہ صرف خاطر و پشت کی بلکہ مکہ خدمت اس طرح کرتی ہیں جیسے کہ کوئی سعادت مند بیٹی اپنی ماں کی خدمت کرے۔ واہ سبحان اللہ

”پاساں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے“

اب ایک خاص لطیفہ سنئے۔ ہمارے درجہ میں حیدر آباد دکن کے ایک بڑے بھاری پیر و مرشد صاحب قبلہ بھی اپنے صاحبزادے اور بیٹے کو جونا گپور جا رہے تھے رخصت کرنے سکندر آباد تک کے لئے سوار ہوئے۔

ما و محبوں ہم سبق بوریم و رویوں عشق

اویہ صحرا زنت مادر کو چہ مار سوا شمیم

فیصل پیکر۔ تودہ لہجی پیر و مرشد اور ہم دونوں استاد بھائی ہیں جس زمانہ میں ہم حضرت مولانا نذیر حسن صاحب قبلہ محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی کامل کے نصاب کی آخری کتابیں پڑھ رہے تھے تو حضرت سلاستہ نے ابتدائی صرف و نحو شروع کی تھی۔ جسم کی غیر معمولی نرمی کے ساتھ عقل و ادراک بھی و بڑی ہی و بڑی تھا۔ حضرت استاد محترم مرحوم ازہر مغلوب النیظ او زنا زک دماغ تھے۔ پیر و مرشد صاحب سے صرف کے صیغے دریافت فرماتے۔ جب ان کے بغلیں جھانکنے پر حضرت کو طیش آنے لگتا تو ہم حضرت کے آنکھوں کی منڈوریاں

فائدہ اٹھا کر فوراً کاغذ پر جواب لکھ کر پیر و مرشد صاحب کو دیدیتے اور وہ سنا کر اپنی جان بچا لیتے۔ تمام ہندوستان میں یہ حد درجہ قابل اصلاح طریقہ مروج ہو چکا ہے کہ جن درگاہوں کے متعلق معقول جائدادیں ہوا کرتی ہیں گویا وہاں پیری مریدی بھی قطعی میراث پداری ہو کر رہ جاتی ہیں۔ حالانکہ تمام طرق تصوف میں اجازت بیعت و خلافت ہر گز ہر گز میراث پداری نہ کبھی تھی نہ ہو سکتی ہے۔ جو شخص منزل سلوک کو طے کر لیتا تھا اس کو اجازت و خلافت مرحمت ہوا کرتی ہے۔

سلسلہ غالبہ چشتیہ نظامیہ میں دیکھئے حضرت خواجہ خواجگان سلطان الدین غریب نواز سندھ الہی و اما عطاءے رسول معین الدین چشتی حسن بنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالانکہ متعدد صلیبی اولاد تھی مگر اجازت و خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بنخیا رکا کی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی۔ اسی طرح حضرت قطب صاحب کی اولاد موجود ہوتے ہوئے خلافت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کو مرحمت ہوئی۔ حضرت بابا صاحب کی اولاد موجود ہوتے ہوئے

خلافت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی کو ملی۔ بہر حال سلسلہ رشد و ہدایت اور منصب عالی خلافت تصوف بہرگز نہرگز بغیر طے سلوک و اجازت حصول بیعت، نیراث پردہ نہیں ہو سکتی۔ مگر چارے وطن حیدرآباد وکن میں ایک نہیں متقد و ایسے پیرو مرشد حضرات موجود ہیں انکے والد بیعت ہی کسی میں فوت ہو گئے اور انہوں نے نہ تو کسی مسلم شیخ طریقت سے خود بیعت کر کے سلوک طے کیا نہ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور جوان ہوتے ہی جھٹ پٹ مندیرو مرشد ہی پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت بھی لینے لگے۔ اور گھڑے گھڑائے شاہ صاحب بادشاہ حضرت پیر مرشد خود بخود بن بیٹھے

اُوٹو لیشن گم ارت کر رہی کد

اب بھولے بھالے خوش عقیدہ مریدیوں کے نذرانہ اور آبا و اجداد کی معقول جائیداد پر دوکان مرشدی خوب چمک رہی ہے۔ ایک بادشاہ صاحب سے جو بڑے کلاں پیر مرشد میں کسی نے ادباً دریافت کیا کہ حضرت کو بیعت لینے کی اجازت کس کی طرف سے ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے والد ماجد مرحوم نے جو میری کسی میں

فوت ہو گئے تھے۔ مجھے خواب میں اویسیہ طریقہ پر بیعت لینے کی اجازت دے دی ہے۔ سچان اللہ سلف سے خلف تک کہیں کسی شیخ نے خواب کی اجازت پر سلسلہ جاری نہ کیا ہوگا۔ بہر حال تذکرہ اس بات کا تھا کہ وہ ہمارے القرب خواہ مخواہ مرد آدمی فیل پکیر اُستاد بھائی صاحب جب سے قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ پیرو مرشد بن بیٹھے ہیں انہوں نے پمصلحت ہم سے شناسائی رکھنا بھی کبھی پسند و گوارہ نہ فرمایا۔ شاید اس لئے کہ یہ راز و روں پردہ سے آگاہ اور پھر زندانِ موت منہ پھٹ ہے کہیں خلوت یا جلوت میں کوئی بات ایسی نہ کہہ دے کہ دوکان پھینکی پڑ جائے۔ حالانکہ یہ ان کا خیال غلط ہے۔ ہم کو کسی کے کاروبار سے کیا سروکار۔ چو احمق در جہاں یا قیامت مفلس کس نہی ماند۔ زنا اور لاندہ بیبت کے رجحانات جو جدید نسلیں ایسے ہی اندر ہی ٹھیکہ داروں کی بد اعمالیوں سے ترقی کر رہے ہیں خود ان کو کافی سبق پڑھا دیں گے۔

پیرو مرشد قبلہ کو اول تو اس بات پر بہت ہی تناؤ آیا اور چہرہ سُرخ ہو گیا کہ ہر طرح کی عزت افزائی یہ تو صرف مرشدوں کا حق ہے

ایک حکیم کے لئے اتنے لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں اور اتنے پھولونکے
 پارکیوں پتہائے جارہے ہیں۔ مگر ہر درویش بر جان درویش۔ خود
 ہی بیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔ ٹرین چلی۔ نماز مغرب کا وقت ہو گیا
 تھا۔ حضرت پیر صاحب نے شاید روحانی طور پر حرمین شریفین میں جا کر
 نماز مغرب ادا کی ہوگی۔ مگر ہم ظاہر ہیں لوگوں کو وہ نماز مغرب ادا
 کرتے مطلق نظر نہیں آئے۔ برادر مخموش اقبال صاحب سکندر آباد
 تک ہم کو پہنچانے آئے تھے اور وہاں بھی چند خلعین عازم سفر
 حجاز کو رخصت کرنے پھولوں کے ہار لے آئے تھے۔ گیارہ بجے رات کو
 جب ٹرین قاضی بیٹھ پہنچی۔ برادر محترم سمیع اللہ شاہ صاحب ناظم
 تعمیرات جو ہمارے پھوپھی زاد بھائی ہیں والدہ ماجدہ کو رخصت
 کرنے آئے ہوئے تھے۔ ہمارے مردانہ سکند کا یہ حال تھا کہ صرف
 فلور پر پلچ آدمیوں کے بستر لگے ہوئے تھے۔ پیر و مرشد کے
 صاحبزادے صاحب اور ان کے دو پوتے پوتیاں جو سب کے
 سب شاید فقیر و درویشی خاندان ہونے کی وجہ سے اشرفیوں کے
 بن لگائے ہوئے تھے بیٹیوں پر دراز تھے۔ جوں توں کر کے

ہم قاضی میٹھ پر اترے۔ اور بھائی صاحب قبلہ کو لیجا کر والدہ ماجدہ سے دُور سے ملا دیا۔ پھر یہ کہہ کر جلد نصت کر دیا کہ زیادہ ٹھیرنا بے سود ہے۔ زمانہ درجہ میں مرشد صاحب کی بیہوان کی متا۔ و خدا مائیں اور دوسری عورتیں بھری ہوئی ہیں۔ بات چیت نہیں ہو سکتی۔ بھائی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ہم نے بارہ بجے رات کو تھوڑی سی غذا کھائی۔ بانو نے بنظر احتیاط ہمارے ہمراہ گھر سے کچھ ناشتہ کا بندوبست کر دیا تھا۔ ورنہ اگر زمانہ ڈبہ سے غذا کا انحصار ہوتا تو فائدہ نہ پڑتا۔ کیونکہ ہماری بھر کم پر صاحب کی بہو اس ڈبہ میں کیا سفر فرما رہی تھیں کہ گویا پوری ٹرین پر ان ہی لوگوں کی حکومت تھی۔ باہر کئی راسخ الاعتقاد مردیں پہرہ دیتے تھے اور کوئی زمانہ درجہ کے قریب چٹک نہیں سکتا تھا۔ ریوے نے جہاں اتر فیاں لٹا کر کوئلہ پر اس زمانہ میں مہر لگائی ہیں وہاں اس کی حد درجہ تکلیف وہ مثالِ غل خانہ میں تاریکی رکھنا اور روشنی بنظر کفایت غائب کر دینا ہے۔ یہ عمل مسافروں کے لئے از حد اذیت و تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔

صبح ٹرین جب واروہا پہنچی تو ہم نے زمانہ ڈبے میں والدہ ماجدہ

کے لئے وضو کا تازہ پانی بھر وادیاں لگا پور پر مرشد زادہ صاحب معہ اپنے زمانہ اور نصف دھن بچوں کے اتر گئے۔ ہم نے دوپہر کو ریلوے سفری ہوٹل سے کھانا منگوایا از حد ناقص اور خراب کھانا تھا۔ روٹی جلی ہوئی۔ سالن نہایت برے اور بقدر اشک بیل۔ دام منقول سے بھی بہت زائد۔ اس لئے ہم نے اپنے لئے تو رات کے کھانے کا یہ بندوبست کیا کہ ہوٹل والے سے چار توں کھن انڈے کا آلیٹ اور چائے منگوالی اور والدہ ماجدہ کے لئے تار دلو اکراٹا سی خنگش پر مسلم ہوٹل سے عمدہ کھانا منگوایا تھا۔ دوسرے روز صبح سویرے جب ٹرین اگرہ پہنچی تو بسم اللہ خاں صاحبہ کی ایک ہمشیرہ اُن سے تقریباً بیس سال بعد ملنے تشریف لائیں والدہ ماجدہ کے اصرار پر وہ دہلی جانے ہمراہ ہو گئیں۔ ٹرین جلد چھوٹ گئی تھی۔ اس لئے ہم نے مٹھرا خنگش پر گارڈ کو بلا کر صورت حال بیان کی اور ٹکٹ دہلی تک بنائے کھدیا۔ اس نے شرارتاً ڈبل چارج کر کے دہلی تک کے ساڑھے سترہ روپیہ وصول کر کے ٹکٹ بنایا۔ آجکل ریلوے والے تو خدائی نو جدار بنے ہوئے ہیں

اور مارشل لا کے اقتدارات گورنمنٹ نے گویا اون کو دے رکھی ہیں۔ نہ قاعدہ نہ قانون جو ان کی مرضی میں آئے کر گزرتے ہیں۔

۲۵ سوال المکرم ۱۳۶۲ھ بروز شنبہ نئی دہلی اسٹیشن پر جب ٹرین پہنچی تو بڑی حد تک یقین تھا کہ معظم الاخوان حکیم عبدالحی صاحب انصاری بڑے بھائی صاحب قبلہ قزوینی دہلی پروالدہ ماجدہ کو لینے تشریف لائیں گے۔ مگر وہ وہاں نہیں ملے سمجھا گیا کہ ضرور بالضرور دہلی جنگشن بڑے اسٹیشن پر تشریف لائے ہوں گے۔ مگر جب ٹرین بڑے اسٹیشن پر پہنچی تو وہ وہاں بھی موجود نہ تھے۔ سنا آگیا متورات کا ساتھ سامان کا انبار اور ہم اکیلے۔ ہم نے طے کر لیا کہ سامان توانہ تو کل پر قلیوں کے سپرد کردیں۔ اور متورات کو اپنے ہمراہ لے کے اسٹیشن کے باہر آ کر بھائی صاحب کو ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع دیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ والدہ ماجدہ ضعیفہ۔ سیرمیاں چڑھ کر اور پل عبور کر کے باہر آئے تک رکان سے شل ہو گئیں اور نیم غشی کی حالت طاری ہونے لگی مجبوراً ہم نے فرش زمین پر اپنا جبرآبادی رومال بچھا کر ان کو ایک گوشہ میں بٹھلادیا

اور خود ٹیلیفون کرنے انکو اسری آفس گئے۔ اللہ اکبر
ایک سے ایک بڑا چڑھا فرعون بے سامان وہاں موجود تھا۔
میت سماجت اور برہنہ ہی دشواری سے نصف گھنٹہ کے بعد
ٹیلیفون کرنے کی اجازت ملی۔ ابھی سلسلہ قائم ہی نہ ہوا تھا کہ
بڑے بھائی صاحب قہقہے ہوتے نظر آئے۔ ہم لپک کر
پوچھے۔ معلوم ہوا کہ ان کو کسی ریلوے وائے نے کہہ دیا تھا
کہ ٹرین دو گھنٹہ لیٹ ہے۔ حالانکہ ٹرین بالکل ٹھیک وقت
پر آئی۔ پہلے وہ ہاٹھیان ٹرین لیٹ ہونے کے خیال سے دیر
نئی دہلی اسٹیشن گئے تھے۔ جب وہاں معلوم ہوا کہ ٹرین دیر ہو چکی
وہلی خجگشن جا چکی ہے تو وہاں سے وہ بہت عجلت میں مارا مار
جنگشن آ سکے۔ بہر حال کافی پریشانی اور حیرانی کے بعد راحت
میسر ہوئی اور ہم والدہ ماجدہ کو لیکر طبیہ منزل کنٹ پیا لیس
نئی دہلی جائے قیام پر موٹر میں آ گئے۔ اور اس طرح منزل اول
حجاز حیدر آباد تا دہلی بحمد اللہ تمام کو پہنچی۔
دہلی کی مصروفیات | جائے قیام طبیہ منزل پوچھ بچھ غل وغیرہ

فارغ ہو کر پہلا کام یہ کیا گیا کہ حضرت قبلہ مرشدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب مظلہ العالی کو ٹیلیفون کر کے ملاقات کا وقت معین کیا گیا۔ حضرت نے اول تو مغرب کے بعد کا وقت مرحمت فرمایا پھر ٹیلیفون کے ذریعہ اسکو منسوخ کر کے دوسرے روز ۲۶ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ چہارشنبہ کو گیا رہہ بچہ دیں کا وقت عنایت کیا۔ چنانچہ ہم وقت معینہ پر حضرت کے یہاں پہنچ گئے۔ زینتہ میں شرف تدبیری حاصل ہوا۔ پھر حضرت ہم کو ہمراہ لیکر رخصت ہوا ہال میں تشریف لگئے۔ کام سہل جاری تھا۔ تعویذ لینے والوں۔ ملاقاتیوں۔ سفارتوں اور کاجوم تھا۔ ان سب سے پٹتے جاتے تھے اور روزنامہ وغیرہ بھی تحریر کر داتے جا رہے تھے۔ حضرت نے اپنی قبض دکھلا کر نسخہ تجویز کر دیا۔ پھر عبداللہ سلیمان وزیر مملکت حجاز کے نام تعارفی رقعہ مرحمت فرمایا جس میں حضرت نے تحسیر فرمایا تھا کہ:-

”نعمان الملک حکیم نابینا صاحب مرحوم کے فرزند حکیم خسرو شاہ نظامی حیدرآباد دکن میں میرے خلیفہ ہیں اور اعلیٰ حضرت حضور نظام کے محلات کے معالج ہیں۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ حج کیلئے آرہے ہیں۔ انکی والدہ صاحبہ ہجرت کی نیت سے تشریف لجاری ہیں۔ چونکہ حکیم خسرو شاہ نظامی بڑے

حاذق اور اہل طبیب ہیں اور اپنے والد کی خاص دوا لیں جانتے ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ ان کے کمالات طبی سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اور اس سفر میں ان کے لئے اور ان کی والدہ کے لئے راحت اور آسائش کا ایسا انتظام کر دیا جائیگا جس کی مجھے آپ سے توقع ہے۔

اس کے بعد ہم نے درگاہ عالی حضرت سلطان السلاطین سلطان النسخ نظام الدین دویا محبوب الہی میں حاضری دی۔ پھر حضرت قبلہ کے ہمراہ دوپہر کا کھانا کھا کر جائے قیام کو واپس آ گئے معلوم ہوا کہ لاہور جانے کیلئے ۲۸ شوال شب شنبہ کو ٹیس فراٹر میں رزرو کر دی گئی ہیں۔

آج کل نواب صاحب چغتاری سرعید الملک صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی روضہ ساکی کا نفرس میں شمال ہونے والی اے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان کے پرنس مددگار سلمان حسین صاحب کے ذریعہ ۲۷ شوال کو شام کا وقت مقرر کرو لیا۔ اور نظام پالیس جا کر صدر اعظم بہادر کے شرف ملاقات حاصل کر کے اپنا عزم سفر حج بیان کرنے پر انہوں نے کمال تلمظ سے فرمایا کہ۔

”اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے لے جائے اور سلامتی سے واپس لائے۔“

میرے لئے بھی دُعا کیجئے۔ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ اس لئے ہم ظاہری اسباب کے طور پر تھوڑی بہت سچی وہ بھی اہلِ دُعیال کے لئے طوعاً و کرہاً دنیوی امور میں کر لیتے ہیں ورنہ ہمارا بھروسہ سببِ اسباب پر ہے۔

منزل و سفرِ حجاز

از دہلی تا لاہور

تقریباً پندرہ روز پہلے سے زمانہ اورمرانہ سکند میں لاہور کیلئے سیٹس رزرو کروائی گئی تھیں۔ ہم لوگ جمعہ کا دن گزار کر شنبہ کی رات کو نو بجے دہلی جگشن پونچ گئے حکیم عبدالحی صاحب بڑے بھائی صاحب قبلہ بت پہلے سے سامان لیکر آگئے تھے۔ اور سامان ڈبوں میں رکھ دیا گیا تھا۔ خدا کے فضل سے نیچے کی سیٹس میسر ہوئی ہیں۔ اس طرف طوفانی بارش کی وجہ سے ریلوے لائن خراب ہو کر اکثر ترمیل ٹرینیں وقت سے دس بارہ گھنٹے لیٹ ہو کر چل رہی تھیں۔ مگر فرائٹر میل اس دن ٹھیک اپنے وقت پر آیا۔ اور وقت پر دہلی سے لاہور روتا ہو گیا۔ فرائٹر میل کی رفتار کا کیا کہنا۔ اڑھایا جا رہا تھا۔ دوسرے دن ۲۹ ستمبر کو ۱۳۶۳ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۴۵ء گیا رہے دن کے قریب لاہور پونچے

حکیم عبدالنقاد صاحب منجھلے بھائی صاحب قبلہ اسٹیشن پر کئی موٹریں لیکر آئے
ہوئے تھے۔ سب لوگ ان کی جائے قیام نیلا گندنا مارکی ہوئے۔ معلوم ہوا
کہ منجھلے اموں صاحب قبلہ جو وطن یوسف پور سے لاہور والدہ ماجدہ کو خدمت
کرنے آئے ہوئے تھے سخت علیل اور دروگر وہ کی شدت سے فریش میں تمام
گھر میں سخت پریشانی و ہراسانی پھیلی ہوئی تھی۔ منجھلی بھابی صاحبہ محل برادر معظم
حکیم عبدالنقاد صاحب والدہ ماجدہ کی خدمت کے خیال سے ہم لوگوں کے
عمرہ حجاز جاتی والی تھیں وہ شدید کشمکش میں مبتلا تھیں۔ ایک طرف شوہر اور
خوشدامن صاحبہ کی خدمات کا خیال دوسری طرف بزرگ و محترم باپ سخت
علیل و فریش۔ مگر اس امتحان میں ان کو کامیابی ہوئی اور انہوں نے سفر حجاز کا
عزم مصمم کر لیا۔ دوسرے روز اتوار کے دن، راکتوبر کو منجھلے بھائی صاحب
سامان کا اکثر حصہ اپنے عمرہ لیکر کراچی تشریف لے گئے تاکہ وہاں جہاز وغیرہ میں
نشست کا بندوبست کر کے تار کے ذریعہ لاہور مطلع کرنے پر ہم لوگ کراچی
جاسکیں۔ شب شنبہ کو ان کا تار مل گیا کہ ۱۲ اکتوبر تک کراچی پہنچ جانا چاہیے
دہلی میں ہماری علالت کی بسم اللہ شروع ہو گئی تھی۔ ہم نے مدت العسر کھی
بناسپتی لگی استعمال نہیں کیا ہے۔ دہلی میں وہ انتقال میں آیا۔ شدید زلزلہ کی تحریک

شروع ہو گئی۔ لاہور آئیے کے بعد نزل میں بندت ہو گئی۔ یکا یک غسل کی ضرورت ہو گئی۔ تقریباً پندرہ سولہ سال کے بعد مجبوراً سرد پانی سے دو بجے رات کو ہم نے غسل کر لیا تاکہ تعبد نافذ ہو۔ پانی اس لئے گرم نہیں کروایا کہ تمام گھر کا پانی بجے ماموں صاحب قبلہ کی غلات سے سخت پریشان و ہراسان ہیں ایسے حالات میں اپنے لئے کیوں رحمت دیجائے۔ سرد پانی سے چھپا رات کو غسل کیا تو بھڑکھڑا ہوا کہ سینہ بھڑک گیا اور سخت بخار آ گیا۔ مار لسل اور چٹا ندے کے استہان سے ان عوارضات میں قدرے تخفیف ہوئی۔ لاہور سے ۱۱ اکتوبر بروز پختہ پور روانہ ہوئے۔ تقریباً ہو گئی۔ اور کراچی میں ٹین مخصوص کرائی گئیں۔ والدہ ماجدہ بسم اللہ صاحبہ اور ہمارا سپورٹ بھی حیدر آباد سے آ گیا۔ ہمارے پاس حالت احرام میں داخلہ کیلئے کوئی آؤنی چیز نہیں تھی۔ لاہور انارکلی میں سترہ روپیہ کو نہایت عمدہ آؤنی بستر رنگ و صفہ کنٹرول نرخ پر مل گیا۔

تیسری منزل لاہور تا کراچی

یوم پختہ پور ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو صبح ناشتہ کے بعد والدہ ماجدہ کو پہلے درگاہ محل حضرت ذوالکفہ بخش رحمہ اللہ علیہ پر فائز کیلئے

لے گئے سُبْحان اللہ عجیب بارگاہ عالی ہے کہ فیضانِ لائقِ ہاں کا طوفانی دریا
موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس وجودِ نوری جو دے کے مخلوقِ حضرت خواجہ خواجگان
سُفیان احمد غریب نواز ہندوستانی داتاِ غائبِ رسول ارشاد فرمائیں۔

گنج بخشِ ہر دو عالم منظرِ نورِ حُسنِ

نماقتِ ان را میرِ کمالِ کمالِ رازِ رہنما

ان کے مرتبہِ علیا کا اندازہ ہم خاک نشین پستیوں میں پڑے ہوئے بھلا کیا
کر سکتے ہیں۔ یہاں سے محروم کون جاسکتا ہے۔ ہمارے کاسۂ گدائی میں
بھی گنجِ بخش کے فیضانِ عالی کا کافی سے زیادہ بڑا ذخیرہ اچڑ گیا۔ احمدیہ
یادگارِ سہلی سے سیدھے لاہور ٹیشن پہنچے۔ کراچی میل پر اس قدر ہجومِ خلایق
دیکھا کہ معاذ اللہ کہ چند قدم آدمیوں اور سامان کی کثرت سے چلنا و سوار تھا
حالانکہ کئی دن پہلے سے شس مخصوص کرائی گئی تھیں۔ اور منجھلے بھائی صاحب
حکیم عیدالفاہر صاحب کاریلوے اسٹان اپنے آپ کو ممنونِ کرم بتلاتا ہے
سالہا سال سے مفت قیمتی ادویات کھا رہا ہے۔ مگر تاریخِ خوب قاضی الحاجات
رو بہ ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے تعلقاتِ مروت سب بالائے طاق
ہو جاتے ہیں کسی دہی والے تاجر صدر بازار نے معقول ثنوت دے کر جوڑ دیا

زمانہ کیلئے رزرو کرایا گیا تھا اپنے لئے چال کر لیا اور ہمارے زمانہ کو چار سیٹ کا ایسا ڈوبہ دیا گیا جس میں دو سیٹ نیچے اور دو اوپر کی تھیں۔ اور اس میں دو انگریز عورتیں مسافر تھیں جن کے ہمراہ بقول ”جیسی روح ویسے فرشتے“ ان کے ہم جنس دوست بھی مسافر تھے۔ ہر چیز پر اور نظم حکیم عبدالحی صاحب نے باہر تمام ریلوے اسٹاٹس سے کہا سنا کہ گورنمنٹ نے خاص اعلان کے ذریعہ حاجیوں کو ہر طرح کی سہولت ریلوے میں ہم پہنچانے کی ناکید کی ہے۔ زمانے وہ ہیں صرف دو ٹیس نیچے کی ہیں جن پر انگریز عورتیں قابض ہیں۔ ہمارے ہمراہ دو ٹیس خفیف و کم دستورات میں جو کسی طرح اوپر کی سیٹ پر چڑھ سکتی ہیں مگر توبہ کیجئے۔ فرعون بے سامان کی طرح بچھڑ کر اور ٹوٹے کی طرح اٹکھس بد لکر ریلوے والے صاحب جن کو نیا زمندی کا دعویٰ تھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ کا زمانہ اوپر کی سیٹ پر نہیں جاسکتا تو اتنے آئیے مسافر تہ کیجئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر منت سماجت سے انگریز عورتوں ہی کا دل پیجا اور انہوں نے کہا کہ ہم ایک نیچے ایک اوپر کی سیٹ لے لیں گے۔ آپ کے دو خفیف دستورات صرف ایک نیچے کی سیٹ پر گزر کر لیں۔ تھر درویش برجان درویش۔ ہم کو تو مقررہ تاریخ تک کراچی پہنچنا اشد ضروری تھا۔

ورنہ جہاں چھوٹ جاتا اور سفرِ حجاز سے محروم ہونا پڑتا۔

زنانے کا حال آپ نے سن لیا۔ مردانہ میں ایک سیٹ نیچے کی اور ایک اوپر کی ٹی غنیمت سمجھا گیا۔ گیارہ بجے دن کو کراچی میل لاہور سے روانہ ہو گیا اور فرارٹے جعفر نے لگا۔ اس کی رفتار ٹریسری سرحدی میل سے بھی زیادہ ہے۔ راستہ میں ہوائے باریک ریت، شدید گرد و غبار کے کوئی سرسبزی نظر نہیں آتی۔ دو پہر کو ٹرین متان پہنچی۔ یہاں کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ

چار چیز است تھمتان

گرد و گرد ماگداو گورستان

گرد و غبار لاہور کے بعد سے ہی اس شدت سے ٹرین پر محیط تھا کہ الٹا دالچھٹ۔ گرما کا موسم نہ تھا اس لئے اس کا تجربہ نہ ہو سکا۔ اب رہ گیا گدا تو حضرت واقعی ٹرین متان اسٹیشن پر پہنچتے ہی ایک گداگر عورت نے اس لیچرین سے چاراقا تب کیا کہ کچھ دے دلا کر ہی پند چھڑا سکے۔ متان کے اسٹیشن کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ فیروز علی انارکلی یا کاشی کاری کے نہایت نفیس کام کے مائل جس کے لئے متان مشہور ہے اسٹیشن پر لگے ہوئے ہیں اس سے قبل تقریباً سو سترو سال پہلے ایک بار دو دن کیلئے حضرت والد

ماجد قلعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہم قلعان ایک مریض کے معائنہ کیلئے آچکے ہیں۔
 حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی کی روح پر فتوح پر فتوح گذر ائے کا شرف
 حاصل کیا گیا۔ شام کو بعد عصر تین بجے بعد واپورٹیشن پر پہنچی تو زبان رات نے
 چپکے سے سرگوشی میں ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس عباسی حکومت میں
 کبھی بہت ہی اہم کام کے لئے جو عالم اسلام مدینہ طیبہ اور تمہارے اقربا کیلئے
 از حد مفید ہوگا تم کو بعد واپورٹیشن پر لگنا۔ واللہ المستعان وعلیہ السلام
 اور ایک لطیفہ سنئے صبح ساڑھے سات بجے تین حیدر آباد بندہ کے ایشی پر پہنچی
 عجیب بات ہے حیدر آباد دکن سے دہلی کی گرانٹ ٹرنک اکسپریس ساڑھے
 سات بجے شام کو روانہ ہوتی ہے اور حیدر آباد دکن پر کراچی سیل ساڑھے سات
 بجے صبح کو پہنچتا ہے۔ دونوں شہروں کے نام بالکل ایک ہیں۔ دونوں بھی
 اسلامی ریاستوں کے پایہ تخت ہیں۔ مگر دونوں میں اتنا ہی بڑا تفاوت اور فرق
 ہے جتنا کہ صبح و شام میں۔ کہاں حیدر آباد دکن کا پر شکوہ عظیم الشان پایہ تخت
 اسلامی جس کی شوکت و شان میاحوں سے خراج تحسین وصول کرتی ہے۔ کہاں
 حیدر آباد بندہ جو باوجود برقی روشنی کے شاید ہمارے صوبوں کے منقر سے
 گیا گذر رہا ہے۔ کہاں راجہ جوج۔ کہاں لنگڑ اتلی۔ ۱۲ اکتوبر جمعہ کے دن

گیارہ بجے کراچی بحیریت تمام پہنچ گئے۔ پیش پر حکیم عبدالغفار مغلطے بھائی صاحب ہمارے کراچی کے میزبان سر عبداللہ ہارون کے صاحبزادے یوسف ہارون کی موٹر لئے ہوئے تشریف لائے تھے۔ سر عبداللہ ہارون مرحوم کی کوٹھی پر قیام کیا گیا چونکہ سر عبداللہ والد ماجد قبلہ کے از حد معتقد اور قدیم مخلص دوست تھے۔ اس لئے لیڈی ہارون صاحبہ اور ان کے صاحبزادوں نے ہم لوگوں کی بہت آؤ بھگت کی معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو جہاز رضوانی پر جگہ ملی ہے جو دوسرے دن ۱۳ اکتوبر یوم شنبہ کو جدہ جا رہا ہے اور ہم لوگوں کو صبح سویرے آٹھ بجے تک بندرگاہ پورٹ پر پہنچ جانا چاہیے۔ کراچی میں صرف نصف دن اور ایک شب قیام رہا۔ اس لئے وہاں کے کوئی حالات ضبطِ تحریر میں نہیں آ سکتے صرف اتنا دیکھا کہ ہمارے میزبان شہزادہ روزا لکشن کی تیاری میں مجنونانہ جوش و خروش ہے۔ ایسے نمک تھکے کہ سروپاکا ہوش نہ تھا۔

منزل چہارم از کراچی تا جہ

چہار ز صوفائی | اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل یہ بھی ہوا کہ منگل لائن کے نئی الحال بہترین چہار ز صوفائی پر ہم کو جگہ ملی۔ ۱۳ اکتوبر یوم شنبہ صبح سویرے ہم نے نماز از ہا شروع و خضوع سے پڑھائی۔ ہر دو بڑے بھائی صاحبان مفتدی تھے۔ یہ نماز گویا خشکی اور ساحل سندھ و ستان پر ہماری فی الحال آخری نماز تھی۔ اس کے بعد سے تو جہاز اور پھر حجاز میں نماز ادا ہوگی۔ نوبتِ دن کو پورٹ پر پہنچ گئے۔ سامان پہلے سے اونٹ گاڑا پراگسا تھا۔ کراچی میں ربرٹائر اونٹ گاڑی کا بہت رواج ہے۔ اور ایسے ٹھیلہ گاڑیوں میں اس قدر زیادہ سامان کا اتہار لیکر بے تھکان اونٹ کھینچتے ہیں کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ اتنا زیادہ سامان اتنی آسانی سے کھینچنے کی صرف دو وجوہات ہیں۔ ایک تو کراچی کی سڑکیں بہترین تار کوئل کی تختہ بنی ہوئی ہیں دوسرے تمام ٹھیلے ربرٹائر ہوتے ہیں۔ سامان ماسٹر محمد رمضان صاحب مالک کپور قلعہ ٹیلرنگ فرم لاہور کی تحویل میں تھا جو برادر محترم خیم عبدالقادر صاحب کے مخلص دوست اور سفر حجاز میں ساتھی

ہیں۔ پورٹ پر پہنچ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ برادرِ مکرم صبیح اللہ شاہ صاحب
 ناظم تعمیرات کے قدیم دوست مسٹر گزدر سابق وزیرِ بندوبست اور صدرِ مسلم لیگ
 کے ایما پر برج کیٹی کراچی اور محافظِ حلیج صاحب نے حکیم عبد القادر
 بھٹلے بھائی صاحب قبیلہ کو جہازِ رضوانی کا امیرِ الحج مقرر کیا ہے۔ چنانچہ
 امیرِ الحج کا میلاج ان کو مل گیا۔ اور انہوں نے بازو پر باندھ لیا۔ جہازِ رضوانی پر
 صرف ایک ہزار حج کی گنجائش ہے۔ مگر اس میں پندرہ سو سے زیادہ حاجی
 روانہ کئے جا رہے ہیں۔ اول مرحلہ بحری جنگی والوں سے سامان کے پاس
 کرانے کا تھا۔ ہر جگہ کے چنگی والے اپنے تخت برتناؤ اور دار و گیر کے لئے
 مشہور و معروف ہیں۔ مگر یہ مرحلہ از حد آسانی سے طے ہو گیا۔ لاہور سے کراچی
 آتے وقت کراچی میں ہمارے سکند کلاس میں ایکسپدیشن کے افسر مسٹر
 دت صاحب از حد شریف نوجوان مہم قرعہ انہوں نے ہم لوگوں سے
 کہہ دیا تھا کہ پورٹ پر مجھے دریافت کر کے اپنا سامان مجھ سے پاس کر دینا
 چنانچہ ہم لوگوں نے مشرقت کو تکلیف دی۔ اور اس شریف انسان نے
 چند منٹ میں ہر سری طور پر بغیر دیکھے بھالے یا پوچھے کچھ کئے تمام سامان
 پاس کر دیا۔ بلکہ انچاز سلطان ابنِ حود کے لئے خاص طور سے بھائی صاحب

گو رنٹ آف انڈیا سے ادویات کا پرمٹ حاصل کر لیا تھا۔ دوسرا مرحلہ ڈاکٹر میمانہ کا تھا۔ بمبئی میں یہ مرحلہ از حد سخت ہوا کرتا ہے اور وہاں کافی دیر میں ڈاکٹر میمانہ کرنے کے علاوہ چھپک کے ٹیکہ کا نشان دیکھتا ہے اور سرٹیفکیٹ کے باوجود ذرا سنگ ہو جانے پر دوسرا ٹیکہ دیدیا جاتا ہے۔ جو جہاز پر پک کر حجاج کیلئے بڑی اذیت کا باعث ہو جاتا ہے۔ مگر کراچی کے ڈاکٹر نے مہرجانی کا میمانہ بلا مبالغہ نصف رنٹ میں ختم کر دیا اور ٹکٹ پر نمبر کر دی گئی۔

اس مرحلہ کے بعد اہتمام پر جہاز میں سوار ہونے کا سب سے زیادہ سخت اور از حد دشوار کٹھن ایسا مرحلہ ہے کہ بڑے بڑے جی دار لوگوں کے اس موقع پر جو اس باختم ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ صرف ایک زینہ لگایا جاتا ہے اور بچہ تنگ ڈویل کھیڑے کے پل صراط سے پندرہ سو حجاج گزرنے کے بعد زینہ سے چڑھ کر جہاز میں جاتے ہیں جو ریل پیل۔ دھکا مشتی۔ نفسا نفسی اس موقع پر ہوتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ تصور سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بہر حال جہاز میں سوار ہونے سے قبل باہم نصیحتی کا ایک دردناک منظر تھا۔ بڑے بھائی حکیم عبدالحی صاحب قبلہ والدہ ماجدہ سے باختم گریاں و دل بریاں مرض ہوئے

دودھ بخنوا یا۔ پھر ہم دوتوں بھائیوں سے ملے۔ ہم نے عرض کر دیا کہ اگر ہم سفر حجاز سے واپس نہ آسکے تو خدا را میرے معصوم چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم اور پرورش کا خیال رکھئے گا۔ ان لوگوں کا بظاہر کوئی ویلا سوائے آپ کے نہیں رہے گا۔ حجاز پر چڑھتے کھڑے کے قریب گئے تو بہت دردناک منظر دیکھا کہ پولیس افسر غریب حاجیوں کو بلا وجہ و سبب یعنی قریب آجانیکے باوجود حجاز پر چڑھنے دینے کی بجائے درندوں کی طرح پیچھے کی طرف ڈھکیل رہے تھے اور بلا وجہ و سبب نہ معلوم کس قصور کی پاداش میں تھوڑی تھوڑی دیر سے پولیس کو اشارہ کر کے غریب دک والے مسافروں پر چھڑیاں برسوا رہے تھے۔ پولیس افسروں کو یہ جتلانے پر کہ فرسٹ کلاس کے کمزور اور نحیف مسافریں۔ اگر فوراً راستہ ڈویا گیا تو بلا وجہ روکنے پر معاملہ افسران اعلیٰ کے پاس پیش کر دیا جائے گا۔ ہم لوگوں کو فوراً راستہ مل گیا۔ اور ہم ایک نفل میں والدہ ماجدہ کی تلاوت کا ایک طویل و جہیم کلام پاک لئے ہوئے دوسرے بازو سے ضعیف والدہ کو سہارا دیئے ہوئے جہاز پر چڑھ گئے۔ دس اور گیارہ نمبر کا فرسٹ کلاس کمین والدہ ماجدہ اور ہم اشد خالہ صاحبہ کو ملاتھا۔ بھیلی بھابی صاحبہ دوسرے کمین میں ایک فیض آبادی بیگم صاحبہ کے ہمراہ تھیں۔

ڈک کے کچھ حالات ہم نے سفر رنگوں کے زمانہ میں بیس سال قبل بحیثیت خود دیکھے تھے جب کہ ہم کو ایک کرویتی بابوئی محمد نظامی نے دو ماہ کے لئے روزانہ سو روپے فیس دے کر رنگوں بلوایا تھا۔ کچھ متدد بار سفر ج کئے ہوئے حاجی صاحبان کے زبانی سنتے تھے اور ہمارے عدو مبین دشمن جاتی نفس خیمت و یحیٰ نے سب سے زیادہ ڈک کے اذیت وہ سفر سے ڈرایا تھا۔ حتیٰ کہ جان تلف ہونے کا خوف تک دلایا تھا۔ مگر قریب ان جاؤں میرے ارجمند الرحمن کے بے نہایت فضل و عطا کے واقعی اس پر جو کامل و مکمل بھروسہ کر کے مذہب تفویض کا طعنا اختیار کر لیتا ہے، وہ کبھی کسی حال میں محروم نہیں رہتے۔ ہم کو ڈک پر اتنی اعلیٰ درجہ کی آرام دہ ہوا و آب و ہوا ملی کہ اس سے زیادہ ہر نقطہ نظر سے بہتر کوئی جگہ ڈک پر مل ہی نہیں سکتی تھی۔ مالک کے فضل نے اس کا ایک ظاہری سبب یہ پیدا کر دیا کہ ہمارے مسافر ماسٹر محمد رمضان صاحب پورٹ پولیس کے انپیکٹر کے نام ان کے ایک دوست کا رقبہ لاہور سے لائے تھے۔ ان انپیکٹر صاحب نے جو جہاز کے پیچ پیچ سے واقف و آگاہ تھے بہترین حصہ ڈک کا تین آدمیوں کے لئے تجویز کر کے سامان وہاں رکھوا کر اس جگہ ہم لوگوں کے آنے تک پولیس کا سخت پہرہ لگوا دیا کہ کوئی دوسرا مسافر اس حصہ پر قابض نہ ہو سکے۔ وہ جگہ مجید ہوا دار ہونے کے علاوہ غسل خانہ، بیت الخلاء،

پانی کا تلی، سب چند قدم کے فاصلہ پر تھے۔ اور ب سے زیادہ آرام و ذبات یہ تھی کہ وہ حصہ خاص طور سے روزانہ صبح کے وقت دھویا نہیں جاتا تھا ورنہ اور تمام حصے بالائی دُک ہونے کی وجہ سے صبح کی نماز کے فوراً بعد دھوئے جاتے تھے اور حاجیوں کو سامان وغیرہ ہٹانے میں ہر روز کافی سرزدی کرنی پڑتی تھی اس کے علاوہ چارے پڑوسی بھی بہت اچھے لوگ تھے۔ ایک طرف پہلو میں چارسیکون کے حاجی مہد ایک اُن کے خاص علم کے تھے۔ سامنے کی جانب چند عمرہ دار جاگیردار بنوں کے چٹھان لوگوں نے اپنے کیمپ کارٹ بچھا رکھے تھے اُن میں سے ایک اُدھیئر عمر سکند کلاس سردار اور جاگیردار چٹھان ان لوگوں میں زیادہ شائستہ اور تعلیم یافتہ بھی تھے۔ سرحدی لوگ جیسے آتش فزج اور سریع الاستیعال ہوتے ہیں۔ دنیا کو معلوم ہے اور حاجیوں کا ذرا ذرا ہی بات پر یہ لوگ سر توڑنے آمادہ ہو جاتے تھے مگر ہم لوگوں کے حسن سلوک اور عمدہ برتاؤ سے یہ چٹات بھی ایک ہی دن میں نشیہ میں اتر گئے اور خوب میل جول ہو گیا۔ شائستہ تعلیم یافتہ چٹھان نے اعلیٰ ہی دل کمال غیظ و غضب سے پورٹ کے ڈاکٹر اور پوسٹ والوں کو خوب تیریاں سنائیں۔ ڈاکٹری معائنہ کے لئے کہا کہ پاجی ڈاکٹر فرسٹ کلاس والوں کی صرف تہنص دیکھتا تھا اور دُک والوں کا بیٹ کھول کر

کیوں دیکھتا تھا۔ ہمارا پیٹ اُس نے دیکھا تو ہم اُس سے بولا کہ ذرا اور نیچے کی طرف بھی دیکھو اور ہم بھی دیکھنے کا زبردست چیز ہے۔ ہم نے بہت نرمی سے مچھایا کہ خاں صاحب آپ اور ہم حج کے لئے جا رہے ہیں اور تعین قطعی کلام پاک کی ہے کہ لَا تُسَوِّقُ وَلَا حِجَابَ لَیْ فِي الْحُجَّةِ اب فحش باتیں بھول کر بھی ہم کو نہیں لکھا چاہیے اور قیما موقع مل سکے اور کجا جس طرح بھی موز کر کرنا اور کلام مجید کی تلاوت کرنا چاہیے۔ بارے خاں صاحب کی سچ میں ہماری بات آگئی۔ اور الحمد للہ انہوں نے اس کے بعد سے قطعاً کوئی فحش کلامی نہیں کی اور ہماری امانت میں پختہ جو جماعت ہوتی تھی اس میں یا تبدی سے شامل ہوتے رہے اور اکثر اوقات اپنے کیمپ کارٹ پر تلاوت میں بھی مصروف نظر آتے تھے۔

برکات حج کا ظہور اول | برکات حج میں سے جہاز میں سوار ہوتے تو پہلی چیز جو ظاہر ہوئی وہ وحدت نام تھی۔ جہاز کے تمام مسافروں کو جہاز کے ملازم ایک اور صرف ایک ہی نام سے پکارنے لگے اور وہ نام حاجی صاحب تھا۔ بظاہر یہ بات بہت معمولی اور ایسی معمولی معلوم ہوتی ہے کہ شاید کوئی اس کی طرف خیال نہ لگائے مگر جب ہم نے جہاز میں ہر صحت اور ہر طرح

ہر مسافر کو ایک ہی نام حاجی صاحب سے موسوم کرتے سنا تو ہم کو وجد طاری ہو گیا۔ سچا ائمہ مذہب تو جید کامل اسلام کے تمام ارکان تعینات و تشخصات کو محو کر کے وحدت اور صرف وحدت ہی پائی رکھتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا کلمہ ایک۔ گنج ایک۔ رسول ایک اور خدا ایک۔

جہازی زندگی کے اور حالات | جہاز کے سب سے اوپر کی منزل عرشہ جہازی پر کیتان کا کہیں ہے اور اسی کے متقبل ایک کہیں کسی خصوصی مسافر کو جو بہت محترم ہو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جہاز روانہ ہونے کے اس خصوصی کہیں میں کمنڈر صاحب لاہور نواب زادہ سید اقدس خاں جو سردار امیر ایوب خاں راقی والی افغانستان کے قریبی رشتہ دار ہیں ٹھہرائے گئے تھے۔ وہ بند و بوبوں کا دودھ چونکہ استعمال نہیں کرتے تھے اس لئے ان کے لئے ایک خاص بربری بکری بھی جہاز میں دودھ کے لئے رکھی گئی تھی۔ براہِ معظّم حکیم عبدالغفار صاحب انصاری امیر اراخ نے کیتان جہاز سے اصرار کر کے عرشہ کا تمام ڈک حاصل کر کے مسجد بنالیا۔ اور الحمد للہ بیوقتہ اذان ہو کر باقاعدہ کثیر جماعت سے عرشہ پر نماز ہوتی رہی۔ عرشہ سے نیچے دو جانب فرسٹ کلاس کے کہیں اور اس کے متصل تھوڑی نہایت ہوادار جگہ ڈک کے مسافروں کے لئے اور

پھر بین الحلاء غسل خانے تھے۔ ڈاک کے مسافروں سے پٹی پڑتی تھی جس جہاز میں صرف ایک ہزار مسافروں کی گنجائش ہو اور اس میں پندرہ سو سے زیادہ مسافر چونس دیے گئے ہوں تو جو کشمکش اور جگہ کی انتہائی تنگی ہوگی ظاہر ہے۔ گزر گاہیں آنے جانے کے تمام راستے سامان اور انسان سے بھرے ہوئے تھے۔ نہایت دشواری سے نقل و حرکت کی جا سکتی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ وقت تمام کوئی چل پھر سکتا تھا۔ اور جیسے کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے جنہیں ڈاک کے مسافروں کو الحمد للہ کافی محاذ آواز ملنے لگی تھی مگر اور ڈاک کے مسافر خصوصاً بچے کے طبقات تیسری اور چوتھی منزل والے بڑی گھٹن اور تکلیف میں تھے۔

سفر حج کی مشکلات | سفر حج میں مشکلات گویا ترکیہ نفس کے لئے مہل

کا بلکہ قائم مقام ہیں۔ مصائب اور تکالیف کا یہ نشانہ نفس میں یا تو فضل رب سے عمل نیکستگی پیدا کرویتا ہے، ورنہ بصورت دیگر معاذ اللہ نفس پلید کا ماریسیہ زخمی ہو کر اور بے قابو اور سرکش ہو جاتا ہے جو اہل مہمت موثق من اندر اس راستہ میں نفس کو پوری طرح کھل کر ادھوا کر دیتے ہیں تو پھر مدت العمر یہ خبیث کبھی دوبارہ سر نہیں اٹھاتا۔ اس کے برعکس جو لوگ

عنانِ غیظ کو چھوڑ بیٹھے اور نفس کو آزاد چھوڑ کر اور سرکشی کرتے دیتے ہیں حج و زیارت سے داپس ہونے بعد لوگ اُن کے سخت تشاکی پائے جاتے ہیں۔ قسورِ انقب اور بجائے حاجی ہونے کے پوجی ہو کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نفسِ خاص سے تمام غازیں حج کو غفلتِ امارہ کی شرارتوں سے محفوظ اور اپنے حبیبِ اکرمؐ کے طفیل اس کی سرکشی سے مامون رکھے۔ آمین۔

ایک نازک اور اہم لایم بات جس سے بالعموم زائرین حج تغیرِ باغافل اور اس بار میں سخت غیر محتاط نظر آتے ہیں وہ حقوقِ اقدارِ حقوقِ العباد کا مسئلہ ہے۔ حج میرے بیشک وہ تمام گناہِ صغیرہ و کبیرہ جو حقوقِ اللہ کے ارتکاب سے ہوئے ہوں سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر حقوقِ العباد و الاماثل علیہ از حدِ نازک ہے۔ اس کے متعلق تو منصفِ تحقیقی یہ فرماتا ہے کہ جس کا حق تلف ہوا ہو جب تک وہ خود معاف نہ کر دے ہر گز حقِ العباد معاف نہیں ہوتا اور ہم لوگوں کی غفلت و لالی کا یہ حال ہے کہ روانگیِ سفر حج سے دوسروں کا حقِ غصب کر لینے کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ ریل میں دوسروں کی نہ تو آسائش کا خیال ہوتا ہے جگہ زیادہ گھیر کر دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے کی پرواہ ہوتی۔ اس سے زیادہ غرابِ مناظرِ جہازیں دیکھنے میں آئے ہیں۔ ہمارے جہازیں

اور مسافروں کی سخت شکایت پر براہِ معلم امیر المرحوم صاحب نے خود جا کر معائنہ کیا کہ بعض سرحدی پٹھانوں نے جن کی تعداد چار پانچ نفر ہے زیادہ نہ تھی۔ چادریں اور کپڑے باندھ کر تقریباً سیسے سے زیادہ آدمیوں کی جگہ گھیر لی ہے اور دوسرے مسافروں کو اس میں آنے نہیں دیتے۔ ہر چند ان لوگوں کو سمجھا گیا کہ جہاز میں مسافر بہت زیادہ ہیں آپ لوگ بھی نے اتنی زیادہ جگہ گھیر لی ہے نیز دوسروں کی حق تلفی ہے۔ مگر انہوں کی رائے سربمذہب پر نالہ و سہیہ رہ گیا۔ وہ سرحدی کسی طرح نہ مانے۔ لڑنے مرنے آمادہ ہو گئے اور نہ ہٹنے کے متمم کو سمجھا۔ میں پھینک دیا ہم جگہ نہیں دیں گے۔ **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ۔

ایک سرحدی پٹھان | سرحدیوں کے ایک پیر صاحب کا بیٹا بھی رہتا ہے۔ بارہ بجے رات کو چند مشتے پٹھان پہنچے اور انہوں نے امیر المرحوم صاحب کو جگایا۔ فرمائش یہ کہ ہمارے پیر صاحب جہاز میں اعرکاف کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں اور مسافروں کو ہٹا کر ان کے لئے کافی کٹاؤں دی جائے تاکہ اطراف چادریں باندھ کر حجرہ بنا کر ان کو متکف کیا جائے اور اس کام کے لئے ہم جہاز والوں کو ساڑھ روپیہ دیں گے ورنہ دنگا دیا جائیگا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**

بہت کچھ منت و سماجت سے اُن کورات کوٹا لایا گیا۔ صبح پھر مسلط ہو گئے۔ مسلمان
 نائب کپتان کو سخت طیش آیا اور اس نے کہا کہ یہ لوگ دنگا و فساد کی دھمکی
 دیتے ہیں کیا کریں ہم سخت مجبور ہیں کہ یہ لوگ جسے لے جا رہے ہیں ورنہ عام
 مہاجر موتے تو ہم بلا تکلف ایسی دھمکی پر اُن کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے۔ یہ خود
 اپنی جگہ خلی کر کے چادریں باندھ کر اپنے پیر صاحب کو اعتکاف میں بٹھائیں۔ ہم
 دوسرے مسافر کو بٹھا نہیں سکتے۔ اس فیصلہ پر طوفا و کرناہر مدی چٹھانوں کو
 تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور چادروں کے احاطہ میں پیر جی صاحب محکف ہوئے۔ اب
 حضرت پیر جی صاحب جو نوجوان تھے کھانے پینے کا حال سنئے۔ حضرت صاحب
 ایسا زبردست متحرک حیوانات جلالی و جالی فرماتے تھے کہ اولین و آخرین میں سے
 شاید ہی کسی نے نفس آمارہ کو طمع کرنے یا ترک و تجرید و قلیل غذا فرمائی
 ہو۔ یاد بگاری پیر ہے۔ سنئے اور نطف اٹھائیے۔ صبح سویرے نہایت انتہام
 سے نصف سیر مغز باوام نقشہ ملاوہ اور خشک مغزیات کے پیلا کر اُس کا کٹی پیر
 خالص تیسرہ ٹوٹر بھانڈا فرماتے تھے۔ دوپہر کو ایک دین رگھی سے رتہ رتہ
 اور مرغ کا نہایت ہی مرغن سائن مغریہ مریدوں کی شوقی قسمت کہ اس سے
 کچھ بچا کچا انش یا پس خورہ ان غریبوں کو نہیں ملتا تھا۔ بھلا پیروں کے

پس خوردہ روحانیت سے ملیب غذا کو دوسرے کیا سمجھا سکتے
 رات کو بھی ایک مرغِ مسلم کا قورہ اور وہی ایک درجن پر اٹھے
 اُٹن کا آرتو آیا۔ پیراں چھیل کھنڈ۔ اب فرمایے کہ نوجوان تعلیم یافتہ
 فرقہ جو مسمومِ تعلیم سے متاثر ہو چکا ہے بیوائی کے مدنی۔ پیروںِ نفیر و کئی
 ایسی خرافعی معائنہ کر کے اُن کا متفق ہو گیا یا متغیر اور پڑے گا۔ قلتِ طعام
 قلتِ کلام۔ قلتِ مذام۔ یہ درویشانہ وفات۔ سہ گانہ بزرگوں کا وہ یہ
 تھا۔ مگر افسوس کہ آج سے چار سو سال پہلے کبھی حق گوئے بکھد یا تھا کہ۔
 س۔ مسلمانانِ درگور و مسلمانانِ در کتاب

اب تو حالت اورید سے بدتر ہے اور واقعہ یہی ہے کہ گوشت خوری
 اور ذرا سی گوشت تراشی کی۔ مسلمانانِ ہم میں رچتی ہے باقی اللہ اعزہ سلا۔
 اب تو ایک مہمگیر زیر دست آتشین انقلاب ہی عالمِ اسلام کی کابالہ پٹ
 کر سکتا ہے ورنہ اس بکڑی کو تو ایسا گھٹن کھانچا کہ اور طرح اصلاح
 ممکن نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ ایسے ایسے عجائب شیعہ کا مجموعہ
 ہو کر رہ گئے ہیں کہ ایک ایک عیب کی پاداش میں اجماع سابقہ حرفِ غلط کی
 طرح سے صفحہِ عالم سے محو کر دی گئی تھی۔ مگر چونکہ امتِ مروجہ میں سے ہیں۔

اور عالمین کی رحمتِ جَد کو نین کی روح سرورِ کائنات اَرُو اَحْمَدِ فِذَاء
 سے ایک نیت رکھتے ہیں اس لئے دُجیل دیدہ کی گئی ہے ورنہ
 سب بے حیا زیت سے اپنی جو جئے جاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ غلامی اور ماذگی، نکیت و زلت کی زندگی بھی کوئی
 زندگی ہے۔

امیرِ الحج صاحب ایک لطیفہ اور شیئے چوب نرم را کہم منجور
 ہمارے بہادرِ عظم جو امیرِ الحج ہیں۔ چونکہ از حد نرم مزاج۔ جھگڑے و فساد
 سے کوسوں دُور بھاگنے والے امن پسند اور زہی مروت انسان ہیں
 انتظامی اُم میں مروت کا دگر ذرا اعلیٰ بخل میوہ اک اُس کے کل پر پڑتا ہے
 دیکھتے ہوئے۔ انتظامی امور تو دراختی اور بے مروتی کے قابل ہوتے
 ہیں۔ بہر حال چونکہ ہمارا جہان دُعا کا عالم صغیر ہے بیحدِ مروت و عطا۔ افغانی
 سلیمانی۔ سرخسی۔ پنجابی۔ سندھی۔ بنگالی سے لیکر روسی۔ چینی۔
 ترکستان تک کے حاجی اس میں موجود تھے۔ شرانگیز عناصر نے نرم مزاج
 پاکر امیرِ الحج صاحب کا ناک میں دم کر دیا۔ صبح نماز کے بعد سے لے کر
 بارہ بجے شب تک مُہلت نہیں لینے دیتے تھے۔ اور اکثر و بیشتر چار شکایات کا

اپار لگا دیتے۔ جھول ثواب کیلئے انتہام تراشی تک میں نہیں چوکے۔ اور یہاں تک کہ ڈالا کہ امیر الملوک لائن کا خواہ یا ب ملازم ہے۔ ایک شہادت کا نمونہ نیسے اور لطف اٹھائیے۔ ایک صاحب تشریف لاکر فرماتے ہیں کہ کیوں جناب امیر الملوک صاحب یہ سامنے کی طرف جو وضو کی اور بیت الخلا کی جگہ بنی ہوئی ہے یہ عورتوں کے لئے ہے یا مردانوں کے لئے کہا گیا کہ جناب وہ مستورات کیلئے مخصوص ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر آپ کیا انتظام کرتے ہیں وہاں تو مرد بھی بیٹھیں گے وضو کر لیتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر کیا کیا جائے آپ ہی فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ نوٹس لکھ کر لگا دیجئے کہ وہ جگہ صرف عورتوں کی ہے مرد وہاں وضو نہ کریں۔ پوچھا گیا کہ بیت الخلا میں تو یہ لوگ پڑے بیٹھتے ہیں۔ دوسرے شہادت رخصت اور صاف ٹیٹ ٹیٹ میسٹر کی جو رزلز کی سپور وہاں جا چانگی ہوئی ہے اور تسویر دیکھ کر جاہل سے جاہل شخص بھی سوچ سکتا ہے کہ یہ جگہ مستورات کیلئے ہے۔ اس پر جب لوگ نہیں مانتے تو اس کے انتظام کی صرف یہی صورت ہے کہ براہ نوازش آپ رضا کار بن کر بیت الخلا پر پہرہ دیجئے اور مرد آنے جانے والوں کو روک لیں۔ ورنہ حالت یہ ہے کہ مردانہ وضو کے مقام پر مجمع میں بیٹھ کر

سندھ کے لوگ بے تکلف اپنے آپ کو جہنگل میں تصور کرتے ہوئے استیجا و ہڑکا دیتے ہیں۔ ہر چیز بائیں بائیں کہیں منع کریں بھجائیں کہ ازل تو یہ جگہ وضو کی ہے۔ دوسرے سخت بے حیائی ہے کہ عام مجمع میں ایسا کیا جائے۔ مگر وہ بگڑ باز نہیں آتے۔ ٹوٹس کھکھک گانے سے کیا منع ہوگا۔ برادر معظم امیر المجمع صاحب نے واقعی صیغہ معنوں میں حدیث خلق کا خوب ثواب حاصل کیا اور ہر طرح جہاز رفوانی کے حاجیوں کی شبانہ روز خدمت ممکنہ کی۔

تعلیم توحید حضرت والدہ ماجدہ کی کیفیات روحانی اور مرتبہ علیا کا کیا بیان کیا جائے۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ پچاس سال سے زائد کا غرضطویں ہو گیا ان کی نماز تہجد کبھی ناند نہیں ہوئی۔ تمام اوقات صبح سے رات تک از حد صوم۔ ذکر متخل کے علاوہ تلاوت کلام مجید۔ اور ادو وظائف میں بیشتر وقت صرف ہوتا ہے۔ حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ جو شاید تمام عہد اسلام میں ملاحظہ محل بستہ ہوئی وجہ سے منفرد اور مرتبہ تطہیرت پر فائز اور دبار و بار نبوی کے خاص حاضر باشوں میں سے تھیں۔ ان کے توجہات روحانی نے حضرت والدہ ماجدہ کے تمام جوہر روحانی کو جگمگا دیا تھا۔ بہر حال ذکر اس کا تقاضا ایک دن ہم نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کے کیسے سے چند

قدم کے خالص پیا ایک کھڑکی ہے۔ جہاز کی تمام مشین نظر آتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت نے دیکھا ہم نے عرض کیا کہ یہ مشین تمام جہاز کو چلا رہی ہے کیا خوب ارشاد ہوا کہ دل پر ضرب کی طرح جا لگا اور انہیں کھل گئیں کہ مشین کی کیا سہتی ہے۔ ارے میاں تو راکٹ سہ نہیال ہے یاد رکھو کہ اللہ جہاز کو چلا رہا ہے اور ہر چیز اسی کے ید قدرت میں ہے۔ ”یہاں اللہ کی اچھی تعلیم توجہ ہے۔ اشارت و عنایت چوں یافت سکے پُر کثرت ہر محدث است بے شرف نہ سکے“

ٹیک جن کے رگ و پے میں نفس و آفاق ہیں اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہو تو عالم اسباب میں کسی سبب ظاہر کو نہیں دیکھتے۔ خیال میں لاتے۔ بس وہی مسبب الاسباب ان کی نظروں میں سمایا ہوا ہوتا ہے۔

تجہ کو دیکھنا تیر ہی سنا تجہ میں گم ہونا

حقیقت موقت بل طرقت اس کو کہتے ہیں

ہم جو قدر کے مارے پیر جی گھسیارے اپنے کو بڑا عالم قاضی ہر دان۔
ہزار ہا مریدوں کا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ اس فاعل تعلیم تو جیسے ہماری غفلت ہم پر کھل گئی۔ واقعی مشین یا اس کے بنا ہوا۔ ادنیٰ انسان کی کیا مجال کہ اس بے پایاں سمندر میں جس پر آٹا ٹرا دس ہزار ٹن کا جہاز ایک ادنیٰ تینا نظر آتا ہے

بغیر فضل رب کے سلاحتی سے کنارے پہنچ سکے۔ اس کا فضل پڑا کرتا ہے۔ اس تمام کائنات کی مشتری کے تمام کل پرزے صرف اسی ایک مالک کی مرضی اور قوت و حول سے چل رہی ہیں، اور جب تک اس کی مرضی پر چلتے ہیں گئے۔

اکثر قوین جنگ | جہاز کے مسافروں میں چند حضرات جن میں ایک مشہور دہلوی

خال بہادر صاحب کے صاحبزادے اور ان کے آفریا میں ارٹھائی فرسٹ کلاس کے

کسین انہوں نے کیا لئے ہیں کہ تختہ جہاز پر گویا قدم ہی نہیں رکھتے۔ سر پر غوروں اس وجہ

ہو انے سخت و کٹر سامانی ہوئی ہے کہ ٹک کے مسافروں کو دیکھتے ہی منہ سے مزید پھر کر

تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔ اپنے آپ کو اس درجہ ارفع تصور کئے ہوئے ہیں کہ اگر

بھوئے جھٹکے جہاں وہ لوگ ہوں کوئی بڑکے مسافر پہنچ جاتا ہے تو فوراً علامہ

تھنہ جہاں ہی انہما کر کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ کہ جادو ہے

میں۔ جہاز بہتیت اللہ شریف۔ مدینہ حبیبہ۔ اور مقبولی ثواب میں اس درجہ سلاحتی اور

کوشاں ہیں کہ حضرات نے پکتان جہاز سے ن کر پوری سعی کی کہ عرشہ جہاز سے ایک

پر نماز باجماعت کیلئے تیسرے درجہ کے مسافر آئے پائیں۔ استدلال یہ ہے کہ عرشہ

کھاؤک فرسٹ کلاس والوں کی تفریح کے لئے ہے۔ مگر ایک تو پکتان جہاز باوجود انگریز

ہونے کے گرگ باران دیدہ اور عرصہ طویل سے حاجیوں ہی کے جہاز پر مامور تھا۔

دوسرے براہِ منظم حکیم عبدالقادر صاحب امیرِ الحج نے کینٹن کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اگر آپ نے
 عرشہ جہاز پر تیسرے درجہ والوں کی نماز باجماعت کو روک لیا چاہے تو اس جہاز میں سندھی افغانی
 اور مدھی بچھان بکثرت ہیں وہ بالکل بے قابو ہو جائیں گے۔ جب یہی ہجوم نماز باجماعت کو
 روکنے کی کامیاب دھمکی تو یہ بات کینٹن جہاز سے ہونے لگی کہ اوقات نماز کے علاوہ تیسرے
 درجہ والے عرشہ پر سہ گز آئیں۔ وہاں بھیڑیں۔ ان کی ان حرکاتِ مذمومہ کی وجہ سے
 ایک عام متفرقہ جویں یہ پھیل گیا تھا۔ تمام غیرت ہے۔ اسی جہازِ فضائی میں تقریباً میں
 بائیں اور فرسٹ کلاس کے مسافر مقابل کے کینٹنوں میں مقیم تھے جن میں ایک لاسٹور کے چابھار
 بھی تھے۔ گر خان بہادر زاوے دہلوی کے برخلاف وہ لوگ ماشاء اللہ صحیح معنوں میں حاکم
 حج و زیارت معلوم ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی طرف کے فرسٹ کلاس کا کتب خانہ
 اور تفریح کے کمرہ کا فرنیچر بالکل خالی کر دیا اور قرآن مجید کا ختم کروانا شروع کیا۔
 اور دس روزہ جہاز میں مسافرت میں ماشاء اللہ کئی ختم قرآن پاک کے کرڈالے۔
 اور ہر ختم پر دل کھول کر نانا قنائی وغیرہ کا تیرک تقیم کیا۔ سچ ہے ہر گناہ نور و ظلمت
 اور باہمی افساد کی جلوہ گری اس لئے نظر آتی ہے کہ یہ راستہ عرفانِ اشیاء کا ہے
 اگر بدی نہ ہوتو نیکی کو کون پہچان سکے۔ فرسٹ کلاس کے تمام مسافر اسلامی ہوٹل سے
 کھانا کھاتے ہیں اور خان بہادر زاوے نے انگریزی ہوٹل سے کھانا کھانے کا بندوبست

کیا ہے۔ اردو انینگ سیلون میں کانٹے ٹھہری۔ سے مٹن چاپ پر ہاتھ صاف
کیا جاتا تھا۔

سفر نامہ ہند کے نظریں کو فطرتاً ہی خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کا لکھنے والا
اس قدر بدین کیوں واقع ہوا ہے۔ کہ لوگوں کی عیب جوئی اور عیب چینی پر ہر وقت
کمر بستہ نظر آتا ہے اور بچو کرنے میں صفحے کے صفحہ سیاہ کر داتا ہے۔ مگر راقم ہذا
اس تحریر کے وقت حرم محترم بیت اللہ شریف میں بیٹھا ہوا ہے اور جو جسم
و مکان سے پاک و منزه ہے اس کا گھر کعبۃ اللہ و برد اور سامنے
ہے۔ اس الیم بذات الصدور دلوں کے تمام رازوں سے آگاہ و شہد و گواہ
کر کے کہتا ہوں کہ میرا وہ ہرگز ہرگز لوگوں کی عیب جوئی اور بد گوئی
اور بیجا بھوکنا نہیں ہے۔ محض عبرت بصیرت اور اصلاح کے خیال
سے لکھے لکھوں کے ساتھ ساتھ یہ چند خارجی مصلحتاً لگا دیے ہیں۔
ہاں کہ مغز کے ساتھ چند استخوان بھی رہیں۔ اب جس کا جی چاہے میٹھے کو پیر
پیر کر لے اور کر مٹے کو قفقو قفقو۔ اس سے زیادہ میں اور کوئی
صفائی کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں اور اتنا
اشارہ کر دیتا ہوں کہ عورت ایسے ہی حالات کی جو کمینگی ہے۔

جو طریقتِ اشرفیت کے نقطہ نظر سے درحقیقت مذموم ہیں۔ اور
 ناک بات بھی یہاں عرض کر دیتا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نے اشارہ غیبی
 کے تحت اس سفرِ نامہ کو کھٹنا شروع کیا ہے اور اس میں میرا تسلیم
 انور ہے۔ آئندہ خاص مقامات کے خاص احوال و کیفیات بعض
 تحادِ بیتِ بابائِ نعمت کے طور پر پلا تامل بیان کر دیے گئے ہیں
 اس کے عام ملاحظہ فرمایو اول سے میری اس تہذیب ہے کہ

۱۔ اے شیخ پاکد اس مندرجہ ذیل بار بار

اگر بعض حالات و کیفیات آپ کے نہم مبارک ہیں نہ آئیں تو
 خدا را ظن المؤمنین خیر اکو کام میں لا کر بجا بگمائی کے لوت
 سے اپنے کو محفوظ رکھیے۔ اور مجذوب کی جڑہ یا شطیحات پر اس کو
 محول فرمایے۔ جو شرطِ بلاغ تھی وہ پوری کر دیں گی آئندہ آپ کی مرضی۔
کامراں | ہمارا جہاز روانہ کر اچی سے ۶ ربیعہ ۱۳۶۷ مطابق
 ۱۳ اکتوبر یومِ شنبہ دوپہر کو روانہ ہوا تھا۔ اور ٹھیک ایک منہ بعد روز
 شنبہ ۲۰ اکتوبر کو پچھلی شب میں جزیرہ کامران کے قریب رُک گیا۔
 تہجد کے وقت ہم نے غسل کر کے احرام باندھ لیا۔ عجیب و غریب آثار

ظاہر و شہود ہونے لگے۔ ہم نے عرصہ تک قبرناحجرہ میں بند ہو کر جہاں ہوا اور رشتہ کا گڑبگڑ مطلق نہ تھا شعلہ ہیت میں سالتیل کیا تھا غسل کے بعد یہ سبجہ کرا حرام پوش ہو گئے تھے کہ میت کو کفنا دیا گیا ہے۔ اب اطراف و جوانب سے قطعی بیگانہ ہو جانا چاہیے اور ہو سکے تو وجوہ کَوَمَلِّ نَاطِلَةً إِلَّا لَآ رَحِيًّا نَاطِلَةً کی حالت و کیفیت طاری کر لینا چاہیے ورنہ کم از کم ایک لمحہ ذکر و فکر سے خالی نہ ہونا چاہیے۔

میرزا شاہ مدار مرے کو کیا مارتے۔ احرام پوشی نے شعلہ ہیت کی حالت سے مواہت کر لی یٰلَیْلِ التَّوْمِ وَالْیَحْظَلُ و دشادیرات ہوئے

اول یہ کہ دیکھا حضرت قلب و تبت والد ما جہ قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ

عمارہ میر مبارک پر باندھے ہوئے عرشہ جہاز کے بلند ترین مقام پر اترتے ہیں۔ اور اس طرح کھڑے ہوئے ہیں جیسے جہاز کا ناخدا جہاز چلانے کھڑا ہوتا ہے۔ دبستانک ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ جب متوجہ ہوئے تو عرض کیا گیا کہ کدھر کا عزم مبارک ہے۔ ارشاد ہوا کہ عبدالسلام کے کام کے لئے مکہ شریف جا رہا ہوں۔ دریافت کیا گیا کہ کیا کام۔ میں مزاج اقدس نختہ پرم ہو گیا اور بہت غصہ سے ارشاد ہوا کہ تم کو کوئی

پوچھنے کی نہیں ہے۔ ہم دم بخود ہو گئے۔

چھپر ایک اور نظارہ چشمِ روحانی کے سامنے آیا۔ پوری حالت و کیفیت تو ناقابلِ بیان ہے مگر صرف اتنا ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ اہل عالمین کی رحمت نے جو گالیابی سن کر دشمنوں کو دعا میں دیتا تھا۔ اس جہ۔ کونین کی روح نے اُن پر جلانِ دولِ نرار بارِ تصدیق ہو جائیں جب پتھروں کی بوچھاڑ کر تیرا اولیٰ پر جواب میں رحمت بے پایاں کی غولاد باہر بارشِ کریم ہوئی۔ بھلا وہ اپنے پیہر پہ کچھ صحیح معنوں میں قربان کر دینے والوں کو کب محروم کرنے لگے تھے۔ ہم نے بھی نفوڑی سی غم میں کافی سیاحت کی ہے۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ پونہ۔ ثولاپور۔ دہلی نہ معلوم کہاں کہاں۔ بچے بچے ہمیشہ طبابت کی وجہ سے ہر طرح ہر قسم ہر فرائج اور ہر طور و طریق کے لگاؤ میں رہے۔ بچے۔ مگر اس زمانہ میں ہم نے محض اُردو و رول کی محبت میں باہمی اخلاص کا ملہ سے سچی و پکی دوستی اور محبت کا ایسا مقصودِ ثرثہ قائم کرتے ہوئے جو دوسرے جہاں میں بھی نکلے نہ ہو سکے کہیں نہیں دیکھا یہ رشتہ ہماری والدہ ماجدہ مدظلہا اور مجاہدنی سبیل اللہ سیدہ بسم اللہ بیگم صاحبہ کا ہے۔ سیدہ بسم اللہ بیگم صاحبہ سادہ و گرامی قد کاچ صحیح و سچا نمونہ ہیں۔ ریحِ مدی میں سال کے طویل

عرصہ تک انہوں نے سرزمین بہار کو بہار اسلامی سے ہر ابھر کرنے کے لئے اپنا خون
 پسینہ ایک کر ڈالا۔ جہاں آباد۔ پٹنہ میں انہوں نے تبلیغ اسلامی کے لئے ایک
 انجمن قائم کر کے ایک دوہیں ہزار خواتین کو اسلامی خدمات کیلئے مستعد و مکمل
 رضا کار بنا ڈالا۔ ایک ایسا جوش عمل پیدا کر دیا جو صدیوں سے دیکھنے میں نہ آیا
 تھا۔ نیم مسلمان بہاریوں کے گھروں سے مشرکانہ رسوم مٹا ڈالا۔ بیوہ عورتوں
 کے نکاح ثانی کی عطا ترویج کی۔ اپنے جد امجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت ہر طرح پوری کرنے میں شدید جفا و خرابداشت کی بگالیاں اور
 نقش گالیاں سنیں اور گانی دینے والوں کو گلہ سے لگا کر رام کر لیا۔ ان کے
 حالات زندگی جو مسلم خواتین کے لئے اس زمانہ میں واقعی مشکل ہدایت ہیں۔
 انشاء اللہ زندہ لکھے جائیں گے۔ والدہ ماجدہ سے انہوں نے ایسا رشتہ
 موافقات باہمی باندھا کہ اب دونوں سگی بہنوں سے زیادہ رابطہ روحانی
 میں منسلک ہو کر محبت، مینہ طیبہ کے لئے ساتھ جا رہی ہیں۔ ذکر اس بات کا
 تھا کہ ان لوگوں کی حالت جو کہ اس شعر کی مصداق ہے۔

روستہ ترا سر سے طے کیا ہے ہم نے
 سب کچھ تری راہ میں دے دیا ہے ہم نے

بہلا وہ قدرہ نواز۔ عالمین کی رحمت۔ گنبدِ خضرا کے مکین۔ سرکارِ ہر دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار اپنے دربار میں دوپچے دل سے آبنو ایوں ایک
اپنی جگر گوشتِ سیدہ اور دوسری اپنی جان شمار انصاریہ کو کیسے بے پایاں نوازش
سے نہ نواز تے کیسے فراموش کر دیتے۔ اللہ اکبر نقیب ختمِ پیغمبر عاشقاں نبوی
کے امام دیدہ عشاقِ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص امورِ خانگی نبوی اور
ذخود کی جہانی و سرسرای کرینوالے حلیلِ القدر صحابی کو حکم صادر ہوا کہ ”ہمارے
دونوں جہانوں کی جہانی تمہارے سپرد ہے۔“ ۷

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس دربارِ رسالتِ نبی کریم کے جہانوں کے میزبان حضرت بلال رضی اللہ
جیسے حلیلِ اشرانِ فردہوں اُن کی خوش نختی اور خوش نصیبی کا کیا کتنا یہ دو شائد
جزیرہ کا مہمان کے قریب میں جو نصیب ہوئے وہ ہمارے نخت و رسا کی کامرانی
کی دلیل و فتحِ مبرہن ہیں۔

یہ نودِ اُخلی اور روحانی احوال ہوا۔ اب ذرا عالمِ ناسوتِ ظاہری کی طرف
آئیے۔ دن نکلا۔ سورج چمکا تو جہاز بھی کہسکا اور سرکن ہوا ساعل سے پکھ
اور قریب آگیا۔ تب بھی دُخلی سمندری جیٹاؤں اور مہاٹوں کے خوف سے

کافی دُور تھا۔ جہاز کو ہر طرف سے غوطہ خوروں اور کشتیوں نے گھیر لیا۔
 غوطہ خور ہر سن دھمکے تھے لوگ اوپر سے دو آتی چوٹی اور اکتی پھینکتے
 تھے اور وہ سمندر کی تہ میں جانے سے قبل اُس کو لپک لیتے تھے۔ ایسے تیر ستر
 تھے جیسے کوئی بحری مخلوق ہو کشتیوں میں مرغی۔ اڈا۔ گھونگے صدف وغیرہ
 بچنے بولے تھے اوپر سے پہلے معاملات سدھ ہو چکے تو کشتی دالے بہت
 دیر رہی اور پھرتی سے رہی اور ہر غصے سے اوپر دالے وہی مقام لیتے۔ اور
 کھینچتے تو زنبیل آتی۔ اس میں قیمت اسیار ڈال کر بٹکتے۔ اور مرغی یا
 انڈے اسی طرح سے حاصل کر لیتے۔ ہم کو اس پر ایک روحانی مثال نظر
 یاد آتی ہے کہ اگر حاجت مند لپک کر استواری سے جھل اُلٹا
 اُلتین کا سہرا تمام لیں تو ضرور اُن کی حاجت دوائی کے لئے دھت باری
 کی زنبیل آئے گی اُس میں نیاز مندی اور اخلاص کے سکے ڈال دیں۔ جسے
 کھرے اور جن نقد میں سکے ہوں گے اسی نسبت سے دامنِ موس بھی
 مالامال کر دیا جائیگا۔

ہمارے مرغی خور محمدی پیر صاحب کے مریدانِ باصفائے ایک جن
 سے زائد مرغیاں ان کے روزانہ دو وقتہ آؤ نہ کیلئے قریب کر لیں۔ موڑ بڑھیں

ساحل سے سیول سرجن اور پورٹ پولس آئی اور اُن لوگوں نے جہاز کا تمام مسافر نکالا اور کھانے کا بہت غور سے معاملہ کیا۔ پہلے کامران میں تمام حاجیوں کو بلا استئذان اتار دیا جانا تھا اور بھاپ دینے میں غل کرنے کے کئی اذہ کی تعلیم دہ مرحلوں سے گذر کر ایک شبانہ روز کامران میں ٹھہرنا پڑتا تھا بار بار بح کمیٹی کے سخت اصرار پر کہ یہ کامرانی قریطہ حاجیوں کے لئے حیدر اودیت کا باعث ہے۔ قریطہ بند کر دیا گیا۔ صرف معاملہ باقی رہا۔ ایک کشتی میں ڈاک والے بھی آئے تھے یہ لوگ پہلے سے خطوط لکھ کر حوالہ کرنے تیار تھے۔ مگر کثرتِ ہجوم کے باعث خط ڈاک والوں تک پہنچا سکتا ایک مہم سہر کرنا تھا۔ اس لئے کہ تقریباً ایک ہزار حاجی خطوط بدست ڈاک والوں پر پوش کئے ہوئے تھے۔ ہم نے تو ایک خط اور ایک تار امیر المرح صاحب برادر معظم کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور انہوں نے بدشہولت اپنے عہدہ کے باعث ڈاک والوں کو دے دیا۔ بحائی صاحب نے عبداللہ سلیمان صاحب وزیر مملکت حجاز کے نام تار ارسال کیا کہ ہم لوگ آ رہے ہیں براہِ کوشش انتظام کر دیجئے۔ تقریباً دو ہفتہ تک جہاز کامران پر ٹھہرا۔ پھر اس نے لنگر اٹھا دیا۔

سمندری دلچسپیاں | کراچی سے جدہ تک جہاز دس گیارہ روزیں پہنچتا ہے ہر طرف بحیرے پاباں سمندر اور آسمان کے کوئی دوسری چیز نہیں نظر آتی۔ کبھی

دُور سے کوئی ساحلی مقام یا سمندری چٹان نظر آ جاتی ہے تو بہت
 اشتیاق سے لوگ دیکھنے لگتے ہیں۔ درحقیقت اسی گونا گونی میں ساری
 دلچسپیاں منحصر ہیں۔ ایک ہی نظارہ سے عموماً لوگ اگتا سے جاتے ہیں
 خلیفہ اللہ انسان میں بہت سی حضرت ذاتِ عِز اس کے صفات کی
 جھلکیاں ہیں جب وہ خود ہر یوم ایک نئی شان میں جلوہ فرما ہوتا ہے
 تو انسان بے قلا ایک حال اور ایک کیفیت میں کس طرح گزار سکتا ہے
 اُرتیوالی مچھلیوں کا جھنڈ تو روزانہ کا معمولی نظارہ ہے مگر خبیلی فش
 دیکھ کر حسن الحائقین کے حسنِ صنعت پر طبیعت لوٹ ہو جاتی ہے۔ مَور
 از حد شقائق گول ٹول جسم میں سے گلابی رنگ کی ایسی نفیس نمونہ نظر آتی ہے
 کہ سبحان اللہ۔ یہ مچھلی چونکہ اکثر وسطی حصوں میں سمندر کے پائی جاتی ہے۔ اس لئے
 غالباً اس کا صال کرنا از حد دشوار ہوگا۔ مچھلیوں کا ایک عجائب خانہ مدراس میں
 ہے جس میں از حد حسین جہیل رنگتوں اور غیر العقول شکل و شباہت کی مچھلیاں دیکھنے
 میں آئیں۔ مگر جہلی فش ہم نے وہاں بھی نہیں دیکھی۔ جدہ پہنچنے سے دو دن قبل
 ایک بہت بُرا سمندری جنگی بیڑا ہندوستان کی طرف سے جاتا ہوا نظر آیا۔
 جس میں ڈیڑھا ٹن کرورر، سرنگ صاف کرینو الے اور بہت تخت البحر

بہترین سب اقسام کے پھل تھے۔ یا تو یہ بڑا بھیرہ عرب کی عام گنجبانی کے لئے
گشت لگانے والا ہوگا اور یا مشرق اقصیٰ جاپان جا رہا ہوگا۔ بہر حال ہیں اس کی
منزل مقصود سے کیا سرکار ہمارے لئے تو اس کا نظارہ ہی دلچسپ تھا۔

رفیق سفر ہمارے ڈک کے مسافر اور منظم کے دوست ماسٹر محمد رمضان حبیب
مالک کیو تھیلڈنگ فرم لاہور اس قدر نیک خلعت۔ نیک سیرت خلوص
و محبت کاملہ سے بھرپور انسان ہیں کہ ان کی صحبت کو بھی ہم نے مالک حقیقی
کا ایک فضل خاص سمجھا۔ تیس سال سے زیادہ یہ ہمارا بھوکپور قلعہ کے مصاحب
خاص رہ چکے ہیں۔ بہت ثنائیہ اطوار ہیں۔ ہر دم ہر مسافر اور حاجی کی خدمت
ٹھکنے کے لئے تیار و مستعد رہتے تھے۔ ایثار کا یہ حال کہ کبھی تمنا کھانا کھاتے
ہم نے ان کو نہیں دیکھا۔ ضرور کسی نہ کسی کو کھانے میں شریک کر لیتے۔ سب سے
بڑی بات یہ کہ سچے اور پکے مسلمان اور ایمان کاملہ کے نور سے ہر پور دل
پایا ہے اور روح اسلام سے اس طرح واقف ہیں کہ کسی ظاہر پرست
فروعات میں الجھانے والے ملایا مولوی کے دام میں نہیں آسکتے۔ فقرائے
بہید عقیدت رکھتے ہیں۔

شیشہ شیشہ شیشہ

منزلِ نخبِ جہدہ نامہ منظر

جہدہ | ممتاز صبح کے بعد سے ہر طرف جہازیں ایکہ بھائی اور
 سرگرمی نظر آ رہی ہے۔ حجاج اپنا سامان باندھ رہے ہیں۔ ہر سمت میں
 اس قدر شور و غوغا ہے کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ بتاریخ
 ۱۵ ربیعہ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء یومِ دو شنبہ طلوع صبح کے بعد
 جہازِ دعوائی نے جہدہ کی بندرگاہ کے قریب اپنا لنگر ڈال دیا۔ اور
 دس روز تک مسلسل تھک جہاز ساکن ہو گیا۔ صبح کی روشنی میں دُور سے
 جہدہ کی پیاریوں پر نظر پڑنا تھا کہ دل کی حالتِ غیر ہو گئی۔ سینہ میں چلنے
 اور تروسے دھڑکنے لگا کہ وہ دیکھو ساحلِ حجاز مقدسِ نظر و دل کے سامنے
 آہی گیا۔ ان پیاریوں کے پیچھے بیتِ اشد شریف کو منظر میں ہے
 اور دُور کچھ اور دُور وہ جگہ ہے جو عرشِ اعظم سے متصل و برتر ہے۔ وہ گنبد
 خضرا ئے مدینہ ہے جس کے ارد گرد ہر لمحہ و ہر آن ہزار ہا فرشتے
 پروانہ دارِ تصدق ہوتے رہتے ہیں۔ ہاں ہاں وہ جگہ ہے جہاں محمدؐ کی

روحِ باعزتِ بختِ جلا کائناتِ مغفرتِ نفیس تشریف فرما میں۔ ظاہر پرست
 عرشِ اعظم سے افضل جگہ شیکر چو کمین نہیں۔ بیشک یہ حقیقتِ نفسِ لامری ہے
 عرشِ اعظم بھی تو نور محمدی ارواحِ فدا کا ایک پر تو اور کرن ہے معراج
 میں جب وہ لولاکِ مَلَا خَلَقْتُ الْخَلْقَ کے مصداق اپنے عاشق
 رب العالمین کے بلاوے پر مقاماتِ قرب طے فرماتے ہوئے عرشِ اعظم
 تشریف فرما ہوئے تو آپ اپنے پیشرو بھائی اور رسولِ حقرتِ موسیٰ
 کلیم اللہ علیہ السلام کے خیال سے ان کے نعلین وادی مقدس طویٰ میں
 نازل وائے گئے تھے۔ اپنے نعلین مبارک چھوڑ دیے۔ عرشِ اعظم میں زلزلہ
 آیا۔ وہ طے لگا ملا کہ حاملانِ عرش اپنی جنبش سے گھبرا اٹھے۔ عرشِ اعظم
 نے زبانِ عشق سے فریاد کی کہ اے محبوبِ ربِ امتہِ قیں و المعزین آپ کو
 اپنی ذاتِ واحد آپ کے شیعہ و عاشق کھوا سطر حبس تھے آپ کے نور
 سے تمام کائنات اور مجھے بھی بنایا ہے نعلین سمیت مجھے آجایے کہیں آپ کے
 نعلین کے امتیاق میں مجھ رہا ہوں اور جنبش کر رہا ہوں۔ اللہ۔ اللہ۔

توبہ اس حالِ دہشتِ سیرِ طور گرجاوی

اسی گویا کس کہ گفتِ لہنِ ترائی۔

مجھے کیا کہنا تھا؟ اور ذکر کدھر کا تھا کہ جیڈ پیرے اختیار شوق مجھے کدھر سے کدھر لے
اڑا۔ تذکرہ توجہ کے ساحل کلبے کہ اس کی پھاٹیوں پر نظر پڑتے ہی دل کی
دنیا میں تل چل پڑے گئی۔ ذرا سی دیر میں ہر طرف سے بڑی بڑی بادیاں کشتیوں
نے جہاز کو گھیر لیا۔ اوگٹوونی ویو پیکل قلی آتش مزاج عرب بدو وغیرہ آنے
لگے۔ اور جہاز کا سامان اٹھانے لگے۔ ہمارے جہدہ کے وکیل صالح بیونی نے
ایک موٹر بوٹ پر اور منظم کے لئے روانہ کر دی گئی۔ پھر ہمارا تمام سامان وہیں
بہ سہولت بکھدیا گیا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل خاص ہی تھا کہ موٹر بوٹ
ہمارے لئے آگیا ورنہ کشتی والے عربوں کے تشدد اور سختی کے واقعات جو
سننے گئے تھے وہ ناگفتہ بہ تھے حتیٰ کہ ناگیا کہ وہ لوگ قسارت سے بلا تامل
جہاز کا ذرا سی ٹکرا پر مریحاً ڈرتے ہیں۔

ہم نے ہر طرف جو سامان کے اٹھانے اور انتہا کی حالت پیچ پکار
کی کیفیت دیکھی تو اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھئے اس عالم اصغر جہاز کی کیا حالت
قیامت کا دن ہے کہ اس کے کہیں آج اس کو چھوڑا ہے اور دواع کر رہے
ہیں تو ہر طرف کیا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ اصلی قیامت کا دن کیا ہوگا جب کہ
پہاڑ روٹی کے گائے کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اللہ اکبر۔ اِنَّ رَّالْزُلْزَلَةَ

السَّاعَةِ لَشَيْءٍ عَظِيمٍ۔

کشتیوں میں سیر سے اتر کر سوار ہونا بھی ایک بڑا مرحلہ اور نازک مرحلہ ہے۔ اول تو ایک تنگ ٹیری سے پندرہ سو جہاز کا نزول پھر کشتیاں اور ٹیری سے ڈراہٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ ڈراپو کے اور قدم سر کا تو سیدھے سمندر میں پھونچے۔ الحمد للہ یہ مرحلہ بھی از حد آسانی سے طے ہو گیا۔ والدہ ماجدہ۔ زنانہ اور ہم سب لوگ جید سہولت سے موٹروٹ تک پہنچ کر بیٹھ گئے اور موٹروٹ چلا۔ مسافروں میں سے بھلا ایسی چیزیات کو کون خیال میں لاتا ہے۔ مگر مارا مذاق کہئے یا جتوں۔ ہم ذرا ذرا سی باتیں حد درجہ افاق نظر اور غور سے دیکھتے کئے عادی ہو چکے ہیں۔ اور نہ معلوم کتنے دور میں تلخ بھراؤ اس میں سے اذیجی کر لیتے ہیں۔ جس وقت ہماری بوٹ کچھ دور سمندر میں نکل آئی اور جہاز روضہ انی نظر آنے لگا۔ تو ہم نے ہمارے ہوں سے کہا کہ جس وقت روضہ جسم سے مفارقت کرتی ہے تو اسی طرح علحدہ ہو کر اپنی عارضی قیام گاہ جسم کو دھکتی ہے جیسے ہم لوگ اپنی دل روزہ قیام گاہ جہاز کو اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ گروہ زکوٰۃ میں۔ جیسے موٹروٹ اپنی منزل ان متصور و جدہ کی طرف اڑا رہا ہے ایسی ہی روح حسب مراتب اپنے مقام میں یا چین کی طرف فوراً جہاد کو سرسری

طوریہ پہنچی ہوئی چل دیتی ہے۔ یہ دراز راہ سے محمد بن کی طرت ہزاروں
سے ایک بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ دیدہ عبرت نگاہ کیلئے سامان بصیرت ہیں۔ دہل
روزگت جہاز میں رہے۔ سمندر کے سب رنگ دیکھے۔ مگر ساحل حجاز یا جدہ
کے قریب جواز نہ دلفریب ہنر زنگ سمندر کا تھا وہ تمام بحیرہ عرب میں دیکھنے
میں نہیں آیا تھا۔ جدہ کے ساحل کے قریب ایک از حد عبرت کا سامان وہ
یہ نصیب فرما سہی جہاز بھی ہے جو بارہ سال قبل مدحاجیوں کے جل گیا تھا۔ اور
اب ایک کروٹ پر سمندر میں پڑا ہوا ہے۔ جدہ کسی طرح واقعی ایسا بندر گاہ
جس میں جہاز آئیں۔ اس لئے نہیں بن سکا کہ قدم قدم پر زبردست بحری
چٹانیں مونگے کے کیرول کی بنائی ہوئی زمین ہر طرف سے مزاحم ہے۔ جابجا
امریکی کیمپوں کے تیل کے پمپوں پر لگاے ہوئے آہنی مینار نظر آ رہے
تھے۔ الحمد للہ جہاز صواعق کے ہم لوگ سب سے پہلے سافر تھے۔ جو
موٹر بوٹ کی وجہ سے ساحل جدہ پر پہنچ گئے۔ ورنہ اگر بحری کشتیوں میں
ہجوم کے ہمراہ آتے تو ساحل پر خوب گت بن جاتی۔ تقریباً چھ یا سات
مقامات پر ایسے آہنی دروازے بنائے گئے ہیں کہ صرف ایک آدمی اُس
سے گذر سکتا ہے۔ ہر دروازہ پر چکر دھنکیر کی طرح حجازی لوگ اُدھکری

کھڑے رہتے ہیں۔ قبر میں منکیر و نکیر مقرر ہوا ہے کہ سوال کریں گے۔ دروازہ پر یہ حضرات دریافت کرتے ہیں کہ تمہارا معلم کون ہے۔ پھر آگے جانے دیتے ہیں۔ ہجوم نہ ہوئی ہے ہم لوگ الحمد للہ انسان دروازوں سے آسانی جواب دیتے ہوئے گزر گئے۔ ورنہ پندرہ سو حجاج کے ہجوم میں اگر محض گئے ہوتے تو جو درگت بنتی ظاہر ہے۔ عبداللہ سلیمان صاحب وزیر مملکت حجاز آجکل جدہ میں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا ایک خاص نمائندہ شیخ المطوفین علیٰ اجمع منظر کوساحل پر استقبال کیلئے روانہ کیا۔ وہ براہِ مہم سے ملے اور کہا کہ وزیر صاحب آپ کو جو ضرورت ہو اس میں بہولت پیدا کرنے کا حکم دے کر روانہ کیا ہے اور آپ کے آنے سے پہلے احکام جاری ہو چکے ہیں کہ گٹرگ یا حنگی خانہ کے نمائندے آپ کا نام نشانی ہے۔ ہم والدہ ماجدہ اور زمانے لیکر اپنے وطن صالح بیٹونی صاحب کے مکان پر بوڑھی میں پہنچ گئے۔

جسدہ | جدہ کے مکانات عموماً پانچ اور سات منزلہ ہوتے ہیں۔ اور قابروہ۔ مقرر طرز پر ہر منزل میں بہت خوشنما اور ہوادار نقش ہوا ہے اچھا منظر پیش کرتے ہیں۔ اور اسلامی کچھری نمائندگی ہوتی ہے۔ چونکہ جدہ میں تقریباً تمام آزار و حالک کے سفراء اور ان کے سفارت خانے

موجود ہیں اور امریکوں کو حجاز میں پٹرول نکالنے کا اجازت مل گیا ہے
اس لئے یورپ میں تیل کے جلی اثرات ہر طرف نظر آتے ہیں۔ جرمن ٹائپ
اور یورپ میں ٹائپ کی نہایت ہی خوش منظر اور خوشنما سمٹ کی عمارات
بہت سی بن چکی ہیں اور بہت ساری زیر تعمیر ہیں۔ ہر طرف ہر سمت میں
امریکن موٹر ٹرکس و چیمپ موٹریں رواں دواں نظر آتی ہیں۔

ہم لوگوں کا قیام تیسری منزل پر وکیل بسپونی کے مکان میں ہوا۔ دو
نہایت آراستہ اور قالینوں سے پٹے ہوئے کمرے ہم لوگوں کو دیئے گئے
ہر طرف برآمدے اور کھڑکیاں تھیں اس لئے دونوں کمرے بہت ہوادار تھے۔
ہماری علالت | دہلی سے ہم کو نزلہ کی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ لاہور میں
سروپانی سے پھٹی شب میں غسل کرتے کی وجہ سے اس میں زیادتی ہوئی۔ جہاز
میں نزلہ نے فصق النفس جیسی شکل اختیار کر لی تھی جس وقت جہاز میں اترے
تو تمام جسم کی رنگت تر ہو گئی تھی۔ اور تھیلیاں جو ہمیشہ سرخ رہتی تھیں
عمر میں پہلی بار ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے ان پر بلہی لگا دی ہے
جگہ پہنچنے کے بعد نزلہ اور فصق النفس نے پیر شدت اختیار کی۔ چلتا
پھرتا دنوار ہو گیا۔ ہم نے شہد ہر حال کیا۔ واقعی شہد بھی غیب و غریبے بہا

چیز ہے۔ اس کے متعلق کلام پاک کی نفسِ قطعی ہے کہ فِیْدِ شِفَاۃٍ لِلنَّاسِ
 اس کے علاوہ حیات میں آیا ہے میری امت کی بیماریاں صدمہ اور شہد سے
 دُور ہوں گی شہدِ امتحال کرنے سے پچھلی شب کو سخت بلغم میں نفع پیدا ہو کر
 رقیق ہو گیا پانچ چھ دن سکون کے گزرے۔ پھر مکہ معظمہ میں ہم اس قدر علین ہوئے
 کہ اُمیدِ تربیت بظاہر منقطع ہو گئی تھی۔ نزلہ نے دُبلِ مونیہ کی شکل اختیار کر لی
 اور ایک سو پانچ ڈگری بخار اُس پر متنازعاً تقریباً بارہ روز فریض رہے اور
 حرمِ شریف میں جا کر باجماعت نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ صرف روجہات
 سے بچاؤ ہم کو صحت ہو گئی۔ ایک قوی وجہ حضرت والدہ ماجدہ کی اضطراب
 کا مد سے بار بار جاری صحت کیلئے دُعا حضرت بقیارِ جہو کو دے مائیں کرتی تھیں
 اور کبھی تھیں کہ اگر خدا نخواستہ کچھ ہو گیا تو میں اُس کے بال بچوں کو کیا جواب
 دوں گی میرے اصرار پر یہ میرے ہمراہ آیا ہے۔ دوسری ایک وجہ یہ تھی کہ
 ایک شب جب کہ ایک سکند کیلئے ہم کو بند شدت کرب و بچار سے ناکامی
 تھی صبح کے قریب ہم نے بمصدق سے

”با خدا دیو اتہ یاش“

اُس رگ جان سے زیادہ قریب رہنے والے کو مخاطب کر کے یہ دُعا کی کہ

اے العالمین تجھے خوب معلوم ہے کہ ہم صرف تیرے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دیارِ مدینہ پاک کے اشتیاق میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو تیرے حوالے کر دیتے
 گھر سے نکل پڑے اور درحقیقت مازمِ مدینہ طیبہ تھے۔ بڑی غلطی ہوئی کہ آپ
 کے پاس بھی آگئے اب آپ ہم کو مارتے ہی پرستے ہوئے ہیں تو اتنا کرم اور فرما
 کہ ہم کو مدینہ پاک تک پہنچ جانے دیجئے تاکہ ہم کو حقیقتِ البقیع میں بگڑیل
 جا رہے ہم کو حقیقتِ اعلیٰ میں سونا منظور نہیں ہے۔ وادہ خوب ہم نے نفس کو
 اچھی طرح کھل ڈالا آپ کے گھر کے قریب عطا فیہ جان بوجھ کر اس لئے
 صفتِ فعال میں بیٹھے کہ انے جانواہوں کی ٹھوکریں کھائیں۔ خودی کو سیر دل
 تلے پامال کر ڈالا۔ آپ کے کو ایسا سٹاک ٹول ملے ہیں نظر نہیں آتے۔ صرف
 آپ ہی آپ ہیں۔ پھر تارے غریبِ جند کی آپ نے تو اچھی پہچانی فرمائی
 کہ نمونیا اور بچا کو مسلط کر کے ہماری رگ رگ کو لٹاؤ اللہ خیر اب جو جو اسوہ
 آپ سے نہ کہیں تو کس سے کہیں۔ آپ سے گلہ نہ کریں تو کس سے کریں۔
 آپ کا گتہ بندہ آپ سے خائف ہو تو مائے کون۔ آپ جو چاہتے ہیں
 کرتے ہیں۔ ہر چیز پر قادر و مطلق ہیں۔ مگر تاہم اپنا آپ ہی کے یہ قدرت میں
 ہے جس نے ہم بیان ہرگز مرنے کے نہیں داتا ہے تو دیارِ حبیب پاک میں مار۔

پھر ایک جوش و خروش دریائے عجزیت میں ہوا اور بلند موجیں اُس میں اٹھنے لگیں۔ دیکھتے دیکھتے دریا نے طوفانی سمندر کی شکل اختیار کر لی۔ عاجزی اور منت سے اس شدید گستاخی کی معافی مانگی۔ اور حسین نیاز کو دربارِ بے نیاز میں جھکا دیا۔ عرض کیا کہ جو تیری مرضی جیسی تیری مرضی۔ یہ بھی ایک بشریت کا اقتضاء۔ ایک لوٹ۔ ایک خود مطلبی کی بچا شکایت تھی۔ ہماری کیا مجال۔ کیا طاقت اور کیا ہستی۔ وَلَوْعَفَّ عَنَّا وَآخِظْنَا لَنَا وَآرَحَمْنَا فَوَرَّانَا مِنْ تَبَدُّلِ مَوَاقِفِ۔ گنبدِ خضراءِ مدینہ نظر آنے لگا۔ یہ شعر جن پرسل چار گھنٹہ شدید وجہ میں ایک بار حیدر آباد کن میں حضرت مولانا عبد القادر صاحب صدیقی تین گھنٹے میں حضرت والد ماجد فاضل نظامِ حدیثیت کے ہمراہ مجلسِ سماع میں رقص کرتے رہے تھے یاد آیا۔ ۱۷

”تمنا ہے کہ جس دم جان میری جسم سے اٹکے
تو جا کر صدقے ہو جائے نبیؐ جی کے کس پر سے
عقب میں بینارہِ بلالؓ تھا۔ اور اس پر بلال اور دو چکدار
ستارے خود فشاں کر رہے تھے۔ کسی نے اتہانیِ رات اور

کمالِ حجت سے کان میں سرگوشی فرمائی اور جسم میں ٹھونڈ دیا۔ جانِ انگی کہ
 اَسمِ الفریٰ، مگر منکر مقامِ جلالتِ ربانی ہے۔ اس کی مثال چین و پیر میں
 شیشے ہوئے اور جلالتِ برساتے ہوئے سراج کی تھی۔ یہ ممکن نہیں کہ سیرج کی
 شیشے کے جسم پر پیر ہو، اور اس کے روم و رومِ رگ و ریشہ میں سرایت
 کر کے گری ہو پوچھا۔ اور ان کی یہ کلام نہ کریں۔ تیرہ سال تک جس کے
 لئے تمام کائنات کی تخلیق کی گئی، ان کو کیسی کیسی اذیت کیسی کیسی تشدد ہوئی
 مگر مظلوم شائع ہائی پڑی۔ اور یہ منہ منورہ جہاں کے قصد سے غم نکلے ہوئے زبان
 رحمت کا سو ہے۔ وہاں کا ذرہ ذرہ بے پایاں رحمت۔ یہ باتور اور بھرتور ہے
 اس کو مثال چودھویں رات کے بد بکاٹلی کی سی ہے جو شیر گرا کے موسم میں
 اپنی اہلیا باری سے یہ صرف ٹھنڈی رہتی پھیلا رہا ہو کہ آملین روح و قلب
 کو باغی ہو رہا ہو۔ تم سخت علالت سے گھبرا گئے۔ یہ بھی تمہارے لئے ایک
 مشکل تذکرہ تھا۔ لہذا اب تم تندہ رہت ہو گئے۔ حکم دیا جاتا ہے۔ اٹھو
 اور سونامی کھنا آغا کر دو۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ مسلسل تین روز کا تغیراً
 ناقہ۔ کمالِ فصاحتِ طاری۔ ایک سو پانچ ڈگری بخا نما مل ہو چکا تھا۔ اور
 ایک تحتِ دُبلِ نمونیا کا اثر محیرِ العقول طریقے سے نازل ہو گیا تھا۔ خدا غیبی و

باطنی کو منکر ہم کسمائے تھے کفایت کے قلب جیو غری سے نفس آمارہ کے
 کانے ناگ نے جو بظاہر غرور و سادہ معلوم ہو رہا تھا انچا سراٹھایا اور پھٹکا کر بھی
 اور ستوا تھیں دم نہیں سمجھ میں غول نہیں پیش میں آنا نہیں اور کھٹے بکھٹے
 احکام جاری ہو رہے ہیں۔ اگر تم نے اس کی تعمیل کی تو یقیناً لو کہ حرکت قلب
 بیکارک ہو جائیگی اور چرک نہ ہوگی تمہارا غم ہو جائیگا نفس پید کی اس
 اطمینان ہو کر نہ ہمارے تن بدن میں آگ کی لگاؤ اور ایک مہتر کا کام کیا
 ہم ٹرپ کر آئے بیٹھے اور ہم نے کہا کہ لہجہ تیری اس بکھلاؤ سے کسے یہ خدا تو اب
 ہمارا فرض نہیں ہو گیا کہ حکم کی تعمیل میں گھٹیں گے اور ضرور کھٹیں گے۔

چنانچہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۶۲ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء کو یوم کثنبہ کہ

ہم نے اس سفر نامہ کی تحریر کا آغاز کر دیا۔ اور اس تفصیل کا عملی حال تمہیں

بھی لکھ دیا ہے۔ ہم اپنے حشرم ناظرین کا اب زیادہ وقت بالکل اپنے
 ذاتی حالات و علالت بیان کرنے میں ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ صرف رحم کریں

کے بے پایان فضل کے کرشموں کی عکاسی کرنا اور یہ بتلانا مقصود تھا کہ فیاذ

مَرَضْتُ فَهَوَيْتُغَيِّنْ جب میں علیل ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے تھام کر
 فرماتا ہے۔ آدم بربر مطلب۔

جسدہ سے۔ وانگی | جسدہ میں ہم لوگوں کا قیام ڈیڑھ دن اور ایک رات رہا۔ ہرادر معظم حکیم عبدالقادر صاحب انصاری نے وزیر مملکت حجاز عبدالسلیمان صاحب سے ملاقات کی۔ اور انہوں نے ایک ٹورنگ موٹر کار والدہ ماجدہ کی سواری کئے لئے اور ایک موٹر لاری سامان اور ہیرامیوں کئے لئے حرمت کی۔ چنانچہ ۱۶ ربیعہ ۱۳۶۲ء مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء یوم سہ شنبہ بعد نماز عصر ہم حضرت والدہ ماجدہ۔ بسم اللہ خالہ صاحبہ۔ اور بھابی صاحبہ کے ہمراہ ٹورنگ موٹر پر جسدہ سے مکہ منظر روانہ ہو گئے۔ جسدہ سے باہر نکلتے ہی دو راستے نظر آئے۔ ایک نچتہ نہایت عمدہ مارکول کد تہرین ٹرک چو سیاہ لکیر کی طرح حد نظر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس ٹرک پر اِلٰہی مَسْکَۃُ الْمُعْظَمِ کے جل حروف کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اور ایک ٹرک بالکل کچی پکڑنڈی کی طرح کی تھی اس پر اِلٰہی مَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَۃ کیجھا ہوا تھا۔ دل تو تڑپ رہا اور چل رہا تھا کہ فوسا کچی ٹرک پر چل دیں۔ مگر اول مکہ منظر کی حاضری نہیں حج جیلے فروری تھی۔ اس لئے کوشاں دکھلا کر ہمارا ڈرائیور ابراہیم نامی نے سیاہ مارکول ڈائری نچتہ ٹرک پر ڈورنگ موٹر کو ہوا کی رفتار سے اڑانا شروع کر دیا۔ بجلا مانس ساٹھ اور ستر میل سے

کم پر چلانا ہی نہیں تھا۔ بڑکے چونکے نچتے تھے۔ کوئی دھچکا یا غیر معمولی بات
سواروں کو محسوس نہیں ہوتی۔ ہم کو ایک اور چیز پر جس کی طرف کسی کا خیال
ہی نہیں جاتا وہ خطاری ہو گیا۔ اور وہ موٹر والوں کی باہمی آواز بمبلیات
تھی۔ مینے سیدھی جانب سے موٹر چلاؤ۔ حجاز میں ہندوستان اور یورپ کے
برخلاف تمام سواریاں اوٹوٹرین ہمیشہ سیدھی جانب سے چلتے ہیں۔ اور
قرآن پاک میں اصحابِ یمن اور اصحابِ شمال کا بہت واضح بیان اور ہر
دو کا تفاوت کا لہ صاف صاف بیان فرما دیا گیا ہے۔ سیدھی طرف سے
سواروں کے گزرنے کا نظارہ بھی بھلا معلوم ہوا۔ (اور بمبلیات) سیدھی
طرف چلو کی صدا نے تو اچھٹیم ہو چکا دیا۔ راستہ میں ایک جگہ یوب
خراب ہو جانے پر موٹر روک کر ابراہیم ڈائیور نے شاقہ محنت سے دوسرا
یوب تبدیل کیا۔ اس نے ایک بڑا سا راتھر لا کر اس پر موٹر کا پھیدہ لگا کر
جب رکھا تو ہم نے دیکھا کہ وہ پھر خالص ساق تھا۔ کیا خدا کی شان ہے
عرب کی پیڑیاں تک ساق جیسے بے بہا پتھر کی ہیں۔ جس کے کھل بن کر
چھوٹے سے چھوٹے کھل بھی سینکڑوں روپے ہندوستان میں قیمت
پاتے ہیں۔ اگر تکررینی اور حبشی عرب والوں کو جو معمولی مزدوری اور

خیرات پر گزر رہا کر رہے ہیں۔ کھڑل ترنہ کی تعلیم دے گا توئی ساق
کے کھڑل بنوا کر چندوستان روانہ کرنے گئے تو کیں قدر نفع بخش یہ کاروبار
ہو سکتا ہے اور اُس میں کسی نقصان کو تو کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

یوب بدل کر موٹر چھوڑ کر آئے بھرنے لگی مغرب کی نماز کے لئے راستہ
میں آکر انی لگی ایدم لوگوں نے فرض نماز پر نماز فرض ادا کر لی۔ شرک کا
بظہر منہ غوث تھا تھا سیاہ تار کھل کی شرک کے کتے کے کنارے نہ آؤ
بھوکہ تار کھل کے کتے کے پاس رہیں (بوشک نماز) لائے گئے
چون گئے اوندھا کر ایلن کوفی سے رنگ بیگیا تھا سیاہ شرک پر
یہ سفیر ہے آتھوڈ آتھکل سیاہ و سفید کا نہایت خوبصورت
اتنراج دکھلا رہے تھے۔ سیاہی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر
جگہ سے گز خطیر کا قاصد کیا بھڑکی دکھلائے تختیاں لگی ہوئی تھیں۔
مکھڑ کے قریب تھا ایک کوئی زبردست ہوئی ٹوٹا لیا تھا جس سے
ریگ رواں کے تارے شرک کے کنارے جا بجاتے اونچے جمع ہو گئے
تھے تار کھل کے پیچھے ان میں دھن ہو کر غائب ہو گئے تھے اور بعض جگہ
شرک و دشت سے نامدیت سے پٹ لگی تھی۔ غماؤ کے تیرم ہم لوگ

آنحضرتؐ لبیک لبیک پکارتے ہوئے ام القریٰؓ کو معطر میں
داخل ہو گئے اور اپنے معلم عبدالرحمن صاحب کے مکان پر فروکش
ہو گئے۔ دل بقرار تھا اور محل رہا تھا کہ جلد سے جلد بیت اللہ شریف
قبلہ و کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو جائیں۔ مگر برا و معظم کا انتظار تھا
جو رمان کے ہمراہ لاری میں آ رہے تھے۔ ہم لوگ تھکان کے باعث
سو گئے تو وہ بارہ بجے رات کو تشریف لائے۔

تیار رہتے ہی بیت اللہ شریف پہنچا | اب نماز کے وقت پیدا ہو گئے۔
معلوم ہوا کہ عصائی صاحب قبلہ پہلی شب کو حرم شریف میں جا کر
طواف عمرہ و سعی سے فارغ بھی ہو کر آ گئے ہیں۔ تقاضا ہے بشریت
کی وجہ سے ہم کو اس تنہا فراغت کو معلوم کر کے بہت رنج و تکلیف
ہوئی اور شاید مسلسل علالت کی وجہ سے مہمونی سی بات اہم معلوم ہوئی
ہو۔ بہر حال کھانے کو مطلقاً جی نہ چاہتا تھا طوعاً و کرہاً نامت نہ کریا
کمالِ ضعف کے باعث چونکہ ہم زیادہ علی پھر نہ سکتے تھے۔ اس لئے
ہمارے لئے شہر جی دس رہا ل کر ایہ طے کر کے منگوائی گئی۔ اور
جیسے جی ہم چار تو نہیں دو مسٹرڈے یعنی آدھ توکرونیوں کے سکیر پر

سوار ہو کر حرم محترم کی طرف چلے۔ بازار میں سے گزرنے لگے تو از حد
 جیبا و شبرم محسوس ہونے لگی کہ ایک ٹکڑا پیٹ جس کا چار گز کا لیٹا ٹھکے
 کئے خٹکے کو آدمیوں کے سروں پر سوار کیج کر لوگ کیا کہتے ہوں گے۔ اتنے
 میں حرم محترم کے دروازہ باب السلام پر پہنچ گئے۔ ہم نے ہر چند
 شہری والوں کو آواز دی کہ رک جاؤ۔ ہم کو اتر جانے دو۔ مگر انہوں
 نے ایک نہ سنی۔ میٹر میوں سے آکر حرم میں داخل گئے۔ بیت المقدس
 پر چوٹی نظر پڑی اللہ اللہ اس کی حالت و کیفیت کو کیا بیان
 کیا جائے۔ بے اختیار انہی روحی حضرت اچھا۔ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی یہ رباعی یاد آگئی۔

جو پاک ہے جم اور مکاں سے

لو دیکھ لو یہ اسی کا گھر ہے

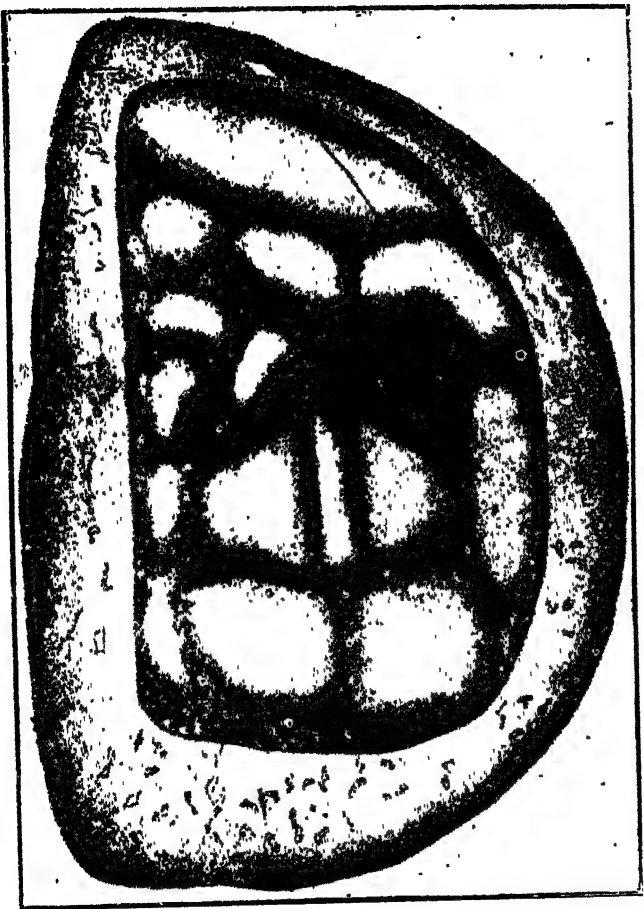
یہ قصرِ بیاہِ غلافت والا

اسلام کا نقطہ نظر ہے

سبحان اللہ نقطہ نظر میں کیا باریک نقطہ بیان کر گئے ہیں۔

بہر حال کعبہ پر اپنی نظر پڑتے ہی ہم نے سب سے پہلی دعا حسنِ خاتمہ

جرا لود جس پر جھگڑا تھا اور محنت درمول اللہ نے جھگڑا مٹا دیا



کے لئے کی۔ دل سینہ سے نکلا جا رہا تھا اور جی چاہتا تھا کہ شہری سے
 کو دکر، دوڑ کر، بے ادبانہ فوراً جا کر کعبہ محترم سے ایسے چپٹ جائیں
 ایسے لپٹ جائیں جیسے ہزار سال سے یاہی بچھڑے ہوئے ملتے ہوئے
 مجبوراً خا ہوا کر شہری ایزدائی اور باب السلام سے معلوم صاحب کے
 بھائی کے ہمراہ داخل ہو کر حجر اسود کے سامنے پہنچے۔

حجر اسود | حجر اسود کو جو بین اللہ بمنزلہ خدا کے دہنے ہاتھ کے
 ہے۔ دیکھا اور چوما ہم کو پہلے سے اس کی خاص تاثیر معلوم تھی کہ جس طرح
 گھرنے کے لمس کے سامنے آتے ہیں پلٹ میں جو شکل و شبابتِ لیس کے
 رو برو ہو۔ یعنی ہمیشہ کیلئے مرقم ہو جاتی ہے اور نوٹو کھلاتی ہے۔ حجر اسود
 بھی جو باطنی کیفیات اور حالات لیکر اس کے سامنے جائیں۔ اس کو اپنی
 خاص تاثیر کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے رنخ اور مرقم اور شکل و نقش کا انحراف
 کے کردیا کرتا ہے اور کھو الباہلئ کے تمام نقوشین اندرونی
 کھواظا ہر میں آجاتے اور بہت ابھر جایا کرتے ہیں۔ ہم تو
 سچی کو دیکھنا تیری ہی سنا تجھ میں گم ہونا

ہی اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ

”ہماں نقش درونی گشت بیرون“

ہو گیا ہو یا نفس کی خواہشیں اور اجاگر ہو کر حاجی جی اور پاجی ہو گئے ہوں۔ بہر حال ذکر اس کا تھا کہ معلم صاحب کے ہمراہ طواف عمرہ کے ساتوں چکر پورے کر کے جمنزم پر بطور خود دعا لکھی اور مقام ایرامیم پر نماز واجب الطواف اور انکی معلم صاحب کے بھائی نے نہ تو جمنزم پر کوئی دعا پڑھانے کی تکلیف گوارا فرمائی اور نہ مقام ایرامیم پر نماز کے بعد مخصوص دعا پڑھانے کی یہی نیت یہ تھا کہ رائج کریں کہ اب کسی طواف وغیرہ معلم لوگوں کے حوالوں کے ہمراہ نہیں کریں گے۔ ہمارے پاس طواف کی ادعیہ جمنزم و مقام ایرامیم کی خاص دعائیں موجود ہیں بطور خود پڑھ لیا کریں گے۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران میں ہم اس عہد پر قائم رہے اور بطور خود طواف کر لیتے تھے۔ طواف کے بعد ہم چاہ زمزم پر گئے۔ زمزم کی تہ بیت بڑے ڈول سے تازہ زمزم نکال کر پورا ڈول سر پر اٹھل دیا۔ شرابور ہو گئے۔ ابھی مقام صحرہ کو نہ تھی۔ ایک چکر صفا سے پیدل کرنے کے بعد وقت جواب دینے لگی اور مجبوراً ہم نے شہری میں چکر پورے کئے۔ پھر اپنے

لایے نہ کر کے بالوں کو جوکانہ بنے تک تھے۔ فقہر اکے کانوں تک کر دیا۔
جدیثین کی آراستہ دوکان یا بریکنگ سیلون جمائے ہوئے جھام یا برصاحب
نے ازراہ نوادش کلمہ کی انگلی کا ناخن تراشتے ہوئے اپنی یاوگاریں کچا ناخن
تراش کر اٹھلی زنجی کر دی۔

اُیں جرات یاوگارا نوک پیکان اورت

سچی سے قرأت کے بعد ہم نے شہری والوں کو دس کرایہ کے اور
ایک اشہم، کربال و دیگر شہت کیا۔ اوپیدیل جانا، قیام معلوم صاحب کے
مکان پر آکر غسل کے احرام آنا کر لباس بدل ڈالا۔ حلی ملکا ہو گیا۔

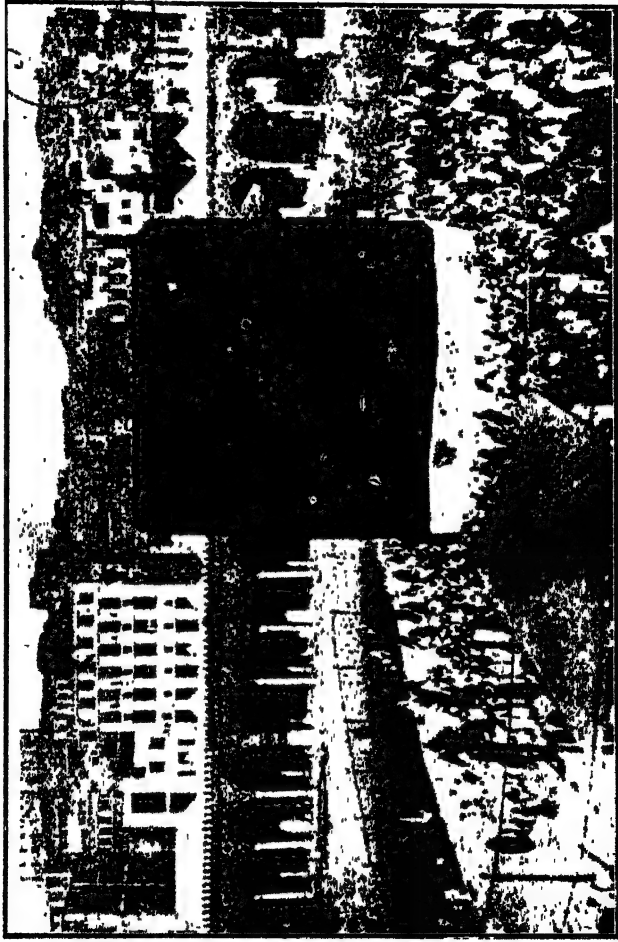
مکہ معظمہ میں قیام | معلوم صاحب عید الرحمن کی کہ یہاں ہمارا قیام ایک
قرب اور نفیص دن رہا، از دقعدہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء

روز چار شنبہ براہ مظہر نے دو حجرے باب ابو دوع حرم شریف کے متصل مبلغ
ایک ہزار روپیہ کرایہ پر لے اور تمام سامان اس میں منتقل ہو جائیکے بعد ہم لوگ
عصر کے وقت اس میں آگئے جس مکان کے یہ حجرے ہیں وہ مکان سلطان سلیم
عثمانی جس نے حرم اور بیت اللہ شریف کی از میرزا تعمیر کی تھی اسی عہد کا اور
اسی سلطان کا قیام حرم کیلئے بنوایا ہوا ہے۔ پہلے شریف حسین صاحب کے بھائی

اس میں رہتے تھے۔ انقلاب حکومت کے بعد وہ مقرر ہوا گئے اور اب ان کے
 وکیل اس مکان کے حجرے کرایہ سے چلاتے اور کرایہ ان کو مصر روانہ کر دیتے
 ہیں۔ بہت مستحکم نختہ مکان ہے۔ جو حجرے ہم لوگوں نے لئے ہیں اگرچہ کہ وہ بہت
 چوڑے چوڑے ہیں مگر اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک برآمدہ حرم شریف کی طرف
 ہے۔ اس کی کشادہ کھڑکیوں سے بیت اقدس شریف بالکل رو برو نظر آتا ہے
 اور برآمدے میں کھڑے ہو کر نماز یا جماعت حرم شریف میں پوری طرح شرکت
 کی جاسکتی ہے۔ حضرت والد ماجدہ کمال ضعف و نجات کی وجہ سے چونکہ
 بارہا حرم شریف میں نہیں جاسکتیں۔ اس لئے وہ اور ہم اقدس خالہ صاحبہ بخیرتہ
 نماز اسی برآمدے میں جماعت کے ساتھ پڑھتی ہیں اور شبانہ روز خانہ کعبہ
 کے دیوہ و دونوں روحانی نہیں رات دن اسی برآمدے میں رہتی بہت ہی
 یہ بھی ایک فضل باری تعالیٰ عزوجل ہے کہ ضعف کے لئے ایسا سہل سامان
 ہبیا فرمایا۔

کعبہ محترم | وہ کعبہ محترم ہر وقت ہم لوگوں کے نظروں کے سامنے
 رہتا ہے جو عالمین کے لئے ہدایت کا موجب ہے۔ جس میں آیات و بینات ہیں
 جس میں مقام ابراہیم ہے۔ جس کو صرف دیکھتے رہنے سے بیش حسرتیں نصیب

یہ دیس میں طہر سب سے پہلا حشر کا
خلیل ایک معمار تھا جس پرست کا



ہوتی ہیں جس کے ارد گرد ایک مجمع عشاق جو دور و دراز کے منازل قطع و طے
کئے آ یا ہوا ہے۔ پرہ انداز ہر لمحہ و آن صدفہ و نصدق ہوتا رہتا ہے۔ سو اُسے
اوقات نماز کے کبھی مطاف طواف کریں والوں سے غامی نہیں دیکھا گیا۔ تیرہ سو
سال سے زیادہ ہو گئے اس کی یہ شان اور یہ کیفیت ہے جب کہ عالمین کی
رحمت روح جبر کونین سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باتباع حکم الہی
فَطَهَّرَ بَنِي الْعَالَمِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرَّكَّعَ السُّجُودَ میرے گھر کو
اعتکاف کریں والوں۔ قیام و رکوع و سجود کریں والوں کے لئے پاک کر دو۔ ایسے اس
بھائی کو جس کے لئے ارشاد ہوا تھا کہ لَحْمًا لَحِيًّا وَدُمًّا دَمِيًّا۔
دوش مبارک پر سوار فرمایا جو اولین و آخرین میں پہلے انسان تھے کہ خانہ کعبہ کے
اندر تولد ہوئے۔ آنکھ کھول کر اُس چہرہ زیبا اُس روئے منور کو دیکھا جس کی
تسمیہ اَلْكَوْنِ وَالشَّمْسِ وَالضُّحَىٰ فرما کر رکھائی ہے۔ اس چہرہ اقدس و انور
کی صفات نیاں اُن کے رگ و ریشہ میں سماں جس کا عاشق خود خالق اکبر ہے۔
پہلی چیز جو شکم مبارک میں گئی وہ لعابِ ہنِ حضرت رسالتِ پناہی تھا۔ یعنی
إِمَامُ الْمُتَابِقِ وَالْمُغَارِبِ مَظْهَرِ الْحَائِبِ وَالْخَرَابِ إِمَامُ
اللَّهِ الْعَالِمِ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ اُن سرکارِ عالم

وہ ایمان لائے اُن کو اپنے دوش مبارک پر چڑھا کر خانہ کعبہ کے تمام داخلی و خارجی چوں کو صرف اُٹار کر کے بچوڑہ سے منہ پر کر دیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شکر کہہ سکیں جس دنیا یا کئی کور در فرما دیا اور بیت اللہ شریف کے اکیسویں روز عید الفطر کے لئے چاہے وہ مسافر ہو یا جو تیرہ سو سال کے عرصہ طویل سے اس کے ارد گرد نہ رہے وہاں ہر نماز و ہر طواف میں دیوانہ وار چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ اور جیسے کہ روئے زمین پر ایک بھی آٹھ سو سال کا انسان نہ ہو گا وہ تمام مینے والا باقی رہے گا طواف بھی جاری و ساری رہے گا۔ ہاں جب کہ تمام وہ لوگ جن کے وہلی میں ذمہ برابر بھی ایمان ہو گا۔ قریب قریب مرثیہ میں ایک ہوا کے چلنے سے عالم جاوے۔ ذاتی کو سدا رہا جائیں گے تو جنتی کا فرخانہ کعبہ کو منہ پر کر ڈالیں گے۔

آیاتِ مینات | قطع نظر تقابلی انداز میں کے حرم مبارک بیت اللہ شریف میں ظاہر میں نظروں کے لئے بھی اس قدر مظاہر و مبرہن آیاتِ مینات ہیں کہ بڑے بڑے متحکم و متعصب یقین لوگوں کو ان آیاتِ مینات کا مشاہدہ کر کے تاریکی ایمان و چمکی حقیقت میں رہ جاتی ہے۔ حرم پاک میں ایک دو نہیں کم از کم پندرہ سو تیرا سے زائد چمکی کبوتر رات دن رہتے رہتے ہیں۔ یہ ان خوش نصیب کبوتروں کی فہم سے ہیں جن کے چوڑے نے غار ثور پر اندر

ہے کہ شہزادہ کو قتل کر کے کچھ سویر عام دھامیان کی تلاش میں دہانہ دار تک
 آگئے۔ دیکھا کہ یہاں ایک تو کوئی پرندہ اور کھانا، لشرع ہرگز نہیں ہے
 چاہے تو یہ تھا کہ تیرا کبوتروں کی پچال اور بیٹ سے سیاہ غلاف کسب
 محترم شاہ غیب بندہوں سے وہ جانکر مگر کعبہ عطاوت نو درگاہ تے دیت
 حرم پاک میں جس میں اکثر غنایاں ہوتی ہیں۔ باوجود قتل کی کسی جگہ بیٹ
 کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا اور اصرار خانہ کعبہ بیت المقدس میں کہ
 اوپر سے چیل وغیرہ کوئی پرندہ نہیں اترتا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ خانہ کعبہ کے اوپر ساتوں
 آسمانوں اور تحت میں ساتوں زمینوں میں ایسا ہی خانہ کعبہ موجود ہے۔
 جس کے اطراف ہر لمحہ طواف جاری و ساری رہتا ہے۔ چنانچہ ساتویں
 آسمان پر جو کعبہ ہے وہ بیت المعمور کہلاتا ہے اور اعلیٰ ملک عظام و اربع
 طبقات اس کے طواف کرتے رہتے ہیں۔ بیت المعمور سے اوپر بیت اعرش
 اور لامکان وہ مقام ہے جہاں شب امرئی کو جانیوائے مسافر حلیل تقدیر
 مقامات قرب کو طے فرماتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کے منازل سے
 گزر کر قاب قوسین آؤ اذنی کی حالت پر فائز ہو جاتے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی نُوْرٍ كَبُوْرٍ شَدُوْرٍ بِاَبِيْدَا

دو بھری ہیں آیت جس نے بڑے بڑے عقلا کی عقل کو حیران و متحیر کر دیا ہے اور کوئی توجیہ اس کی ظاہری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ یہ کہ ایام حج میں تقریباً دو لاکھ سے زائد حاجیوں کا اجتماع ہو جاتا ہے اور بیت الشریف کے اطراف کا مطاف جس میں طواف کیا جاتا ہے۔ ایک محدود مقام ہے۔ کس طرح لاکھوں بندگانِ خدا حالت طواف میں اس مطاف کے اندر حیرت انگیز طور پر سما جاتے ہیں اور طواف پورا کرتے ہیں۔ بظاہر فہم شبری سے یہ خرقِ حادث بہت بلند اور ارفع ہے اور کعبہ محترم کے آیات بینات میں سے ہے۔

رموز طواف [تایخ ۲۹ رذیقہ ۱۳۶۲ھ] نماز ظہر اٹھا ہوا طواف کعبہ میں ہر قدم پر گناہ دھلتے اور صاف ہوتے ہیں۔ مولانا نے روم فرماتے ہیں

حج زیارت کروں کعبہ بود

حج رب البیت مردانہ بود

اور خود میاں ارشاد فرماتے ہیں فَلْيَعْبُدْ رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ

اس گھر کے مالک کی عبادت کرو تو حج رب البیت و حقیقت کیا ہے

سنو سنو۔ حج رب البیت اپنے بطن میں غوطہ زن ہو کر در فی

الْأَنْفِ كَرَأْفَلًا تَبْصُرُونَ کی حقیقت میں سترق ہو کر حقیقی

کبتہ اللہ یعنی قلب میں جمال یار کا مشاہدہ کر کے اس کے ار دگرز پر زانو

صدتے اور بار بار بیشمار مرتبہ اس کے تصانیف ہونے کا نام ہے۔ ہر

ذمہ وجود دیکھو کہ ہر لمحہ و ہر آن طواف ہی میں مصروف شغوف ہے۔ دیکھو

ذرا غور سے دیکھو تم کس گردش خوں سمجھتے ہو۔ وہ حقیقت طواف کا دور

آلودگیوں سے کشافتوں سے غلطیوں سے بھرا ہوا سیاہی مائل خون

دور دور اکبہ قلب کی طرف اگر کشش یعنی پھیچرے کے مطاف میں مائل

طواف کرتا اور اس کے صدقے ہوتا ہے۔ کتبہ قلب اس کے طواف کو قبول

کر کے اس کی کشافتوں کو دور کر دیتا اور اس کی سیاہی کو زائل کر کے سرخ

روٹی بخش دیتا ہے۔ اس عروج کے بعد پھر خون نزول کرتا ہے۔ گردش کرتا

تمزلات کے دور سے گزرتا۔ سیاہ ہو کر دورا ہوتا اور پھر طواف قلب

کرتا ہے۔ بقول سے

اے درگاہِ درگہ نو میدی نیت ؛ صد بار اگر توبہ شکتی باز آ۔

یہ طوفان پھر سے فون کو سُرخ و صاف کر دیتا ہے ۔

داعی زلیخہ شریف | اصر بخرم و نظم کو انی روجی حضرت احمد اعلیٰ اقدس مقام

نے اسلام کا نقطہ نظر کو ایک خوب جمال میں تفصیل کے دریا بہا دیے ہیں ۔ ہر
مسلمان کی دواستہائی آرزو ہو کہ تھی ہے ۔ درجہ اول میں تو زیارت مدینہ
منورہ اور گنبد خضراءؑ کے سینہ پر دل بجا لین کو قرآن لکھنا ۔ دوسرے زیارت
بیت شریف کسی مسلمان کی بابتہائی پہنچ اور حد کی رسائی ہے ۔ کہ وہ
اللہ کے گھر تک پہنچ جائے ۔ اس کو دیکھئے ۔ اس کے ارگہ و صدقہ ہو جائے
سات چکر طواف کئے گئے کہ اور صفات سجدہ مرتفع ہو جائیں ۔ ساتوں پردے
اٹھ جائیں اور وہ اس حدیث صحیحہ کا مصداق ہو جائے کہ طواف کرنا اچھا
پہلا قدم اٹھانا ہے کہ اس سے تمام گناہ معاف ہو کر بے شمار خیرات اس کے
نامہ اعمال میں لکھ دیے جاتے اور ساتھ خصوصی فتوں کا منتفی ہو جاتا ہے ۔ یہ تو
اُس کے گھر کے باہر کا معاملہ تھا ۔ اللہ اپنے خوش بختوں اور خوش نصیبانوں
کو خانہ کعبہ کے اندر داعی پھر ہو جائے ان کے بخت رسا کی بلند یوں ۔ ان کی
قیمت کی کامکاریوں کا کیا ہی کہنا ہے ۔ مالک کے بے نہایت فضل نے ہم کو
یہ زندگی کا سب سے کامیاب موقع مرحمت فرمایا ۔ ۱۱ ربیعہ ۱۳۶۲ھ

روزِ پنجشنبہ کو براہِ مؤظم نے شبی صاحب کلید یہ روزخانہ کعبہ سے ملاقات کر کے
 ہم سب لوگوں کے لئے داخلِ کعبہ محترم کا پرزہ اور تحریری اجازت نامہ حاصل
 کر لیا تھا۔ شبِ جمعہ کو ہم کھچی رات تک غنیم شریفہ ہی میں رہے۔ اور اذان
 اور عیاظ مٹنے پر ہے۔ دوسرے دن جمعہ کو نمازِ صبح کے بعد حضرت والد ماجدہ
 کوے کریم شریف میں گئے۔ اور مقامِ ابراہیم پر نصیہ کر اور اذقحیٰ اُ
 پڑ ہے۔ جو بی وقت کے روئے اور مندرستہ ان کے آئینہ بچے صبح کو خانہ کعبہ
 کا دروازہ کھلا اور بیٹری لگائی گئی۔ حالانکہ ہم لوگ دروازہ کھلنے سے پہلے
 بیٹری کے قریب جا کھڑے ہوئے تھے۔ مگر ہجوم کا ایسا زور تھا کہ
 اور اس وجہ کی کشمکش تھی کہ الامان والحقیت۔ مہربان ہر سمت سے لوگ
 عین سے میری نہ خوف سے باہر کھلے دروازہ کو دیکھا کہ حیوان سے سرشار ہوا کہ
 پوری طاقت سے اپنے اطراف والوں کو دبا رہے تھے۔ بھیچ رہے تھے۔
 ہائی پسی توئیں شاد ہیں ہے۔ سانس دشواری نے آجیا سکتی تھی۔ ہم لوگوں
 کو اپنی تڑکائی پر واہ نہیں تھی۔ مگر خبیثہ و صنعت والدہ ماجدہ کی سلامتی کا
 خیال تھا۔ اس لئے ان کے اطراف حلقہ سا بنا کر ان کی حفاظت کی جا رہی تھی
 بارے نزع کی میں کشمکش کے بعد بیٹری کے ذریعہ ہم لوگ پورے ہوئے۔

دیگرے چڑھے جس طرح جنت میں جانے سے پہلے پُل صراط سے گزرتا
لازمی ہے۔

اسی طرح داخلی خانہ کعبہ سے پہنچ سیر ہی بھی ایک پُل صراط ہے۔ کوئی سہارا
نہیں۔ کوئی پکڑ سکنے کی جگہ نہیں اور پیر جنہا اُس لئے سخت مشکل کہ نہ مضموم
کس مصلحت سے سیر ہی کے رہنے بجائے یہ ہونیکے ترچھے بنائے
ہوئے ہیں۔ آخری سیر ہی پر ہم قریب تھا کہ پھسل کر نیچے جا پڑنے۔ اور
ہجوم کے قدموں میں کچلے جا کر کباب کا کوفہ ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ اولاد کی
نعمت سے اُن کو سرفراز فرمائے۔ محترم جنابی صاحب نے ہاتھ کا سہارا
دیکھا اور ہم اوپر آسکے سخت شدید کشاکش کے بعد داخلی خانہ کعبہ سب کو
الحمد للہ نصیب ہوئی۔ وہاں کی حالت کیا کہی جائے۔ خوش فحشی۔ کامنگاری
اور عالم ناسوت ظاہری میں عروج کی یہ انتہائی حد ہے۔ عجب حال طاری
ہو گیا۔ عجب طوفان گر یہ اسٹا۔ دریا مے رحمت خاص جوش و خروش میں
تھا۔ طوفانی سمندر کی طرح قطرات اشک برس رہے تھے اور دل کی کھیتی
کو سرسبز کر رہے تھے۔ ہمارے طریق میں احوال خاص کا بیان علانیۃً ممنوع
ہے۔ مگر تحدیث بانعمت کا بھی چونکہ حکم ہے۔ اس لئے باتباع حکم صرف چند

اشارات کئے جاسکتے ہیں۔ رازوں کا بیان نا اہلوں کے سامنے کرنا
 رازوں کو کہونا، اور خدا نخواستہ اگر وہ نا فہمی سے اس کا انکار کر دیں تو
 ان کو ڈوبنا ہے، تاہم ۵

”اے پیر پا کر امن معذور وار مارا“

فتوحات مکملہ داخلی کئے دروازے کے سامنے والی دیوار کے پاس
 جب دو رکعت نماز ادا کی تو حجابات مرتفع ہو کر تمام ناظم اور جو کچھ اس میں ہے
 ہر تفصیل کے ساتھ اسی طرح سامنے آیا جیسے ہم مقبلی پر رکھی ہوں کسی چھوٹی
 سی چیز کو دیکھ رہے ہیں۔ روئے اور سجدہ کر کے عرض کیا کہ ہیں اس سے
 کوئی غرض نہیں۔ یہ آفاق کی آیات ہیں مت دیکھائیے۔ طے سلوک کے وقت
 ہم نے بے شمار حوالہ اور نورانی حجابات دیکھے ہیں اور خوب سیر کی ہے۔
 ہم پر رحم فرمائیے اور ذرہ سا پروہ رخسار سر کا دیکھئے۔ جب شامی جہت
 میں چاہر حقیقت میں میز آب رحمت اور اسی طرف مدینہ پاکہ ہے۔ رخ کر کے
 دو رکعت نماز انتھائی طوفانِ گریہ وزاری میں مشکل ادا کی۔ کیا کہیں کر کیا
 دیکھا۔ کیا سنا۔ وہ خود فرماتا ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس رہتا ہوں
 اَنَا خَلَا مَعَكُمْ تَقُولُ بِهِمْ حضرت آجندہ کے اس لکھنا شہ کی صبح

تھویر سامنے آگئی ہے

دل کی شکستگی نے آج جوڑ دیا کسی کے ساتھ

دیکھ لیا رہنما جس اس دیرنیم باز سے

کچھ کھڑا لوں سے

سرکھنہ اگر تاپ شہیدان داری

سینہ بھگتا تم اگر طاقتِ یدان داری

بجلیاں کو ندیں، تجلیات لا تمنا ہی کا بے پایاں سمندر اس زور و شور سے

امٹا کہ چشمِ روحانی میں چکا چنڈا ہی ہو گئی کچھ نظر جمی، ٹھہری تو کچھ دیکھا

وہ حق وہ بھال، وہ حالت، وہ چشمِ سرکس کی برقِ آساجوت کو داند

با فکل طاقتِ بشری سے خارج ہے کہ ایک شمع اس کا کسی طرح بھی بیان

کے سکے سے

اے مثل تو دھن بشر خوش بشرے نیت

اے بے ہمہ و باہمہ واللہ بے نیت

بشر کی شل گر بشرہ گرگز نہیں من زانجا فقد سرائی احنی کے معادق

عجب کرشمہ و ناز سے

زہے تراوش جوشِ شیون، احسانی
ظہورِ خاص کو خوش آئی، نفعِ انسانی

وہ اپنی تحریر اپنی ہی پر جس کا حق و جمالِ ناقابلِ بیان ہے۔ سورجِ صوفیانی
بائیں پر چاند کی لمبائی نور سے بھرے ہوئے ہر چڑ پر اس قدر حسین و جمیل
آنکھیں کھڑا کچھ پر دلی چاہے کہ برابر انفسانی ہو جائیں۔ اب معلوم نہیں یہ
احمد بے ایم یا حد شمال سے بری حد شمال میں آگیا تھا یا عاقبت آں۔

شکلِ عرب دارِ برآمد کہلانے والے مراۃ جمالِ تمیرانی کی جلوہ گری
تھی معلوم نہیں معلوم نہ کر سکے۔ معلوم نہ کرنا گاہ بہر حال بخود ہی کامل مرثیہ
کمال میں عالمِ ناسوت کے چند سکند کے اندر جو لاہوت و جبروت کے سالہا
سال کے برابر طویل تھے نہ معلوم ہم نے کتنے روحانی سجدے کر ڈائے۔

اُس پائے نازین یہ حسینِ نیا زخمی
واحد کیا نماز ہمارا نسا زخمی

کیسے کیسے پروانہ وار تصدقِ دقربان ہوئے۔ نشانیِ بانقوں سے اس روئے
منور اور پیارے کھڑے کی بلائیں لینا چاہیں کہ سہر ج ایک نقطہ میں سما گیا۔
تجلیاں جولا تمنا ہی زبان و مکان کی قیود سے مبرا و منترہ شمیمِ روح کو نواز رہی

تھیں سٹپس۔ اور اور ہمارے کتبہ قلبی دل جلوہ گاہ خاص میں سمائیں۔
ہم نے سمجھا ہے

کن روزِ ازل نعرہ ستانہ دل تھا

نفسِ دو بہاں گردشِ پیانہ دل تھا

اللہ! کیا قلب کی بھی سانی ہے۔ کیا قلب کی بھی رسائی ہے۔

آج اور صرف آج صحیح معنوں میں ہمارا دل کعبۃ اللہ ہو گیا۔ ہم کعبہ میں کیا

داخل ہوئے کہ کعبہ والا ہمارے دل میں سما گیا اور دوستوں میں سچی حسب

ممول نمازیں پڑھیں۔ مگر کیا پڑھیں کس طرح پڑھیں۔ نمازیں مدہوشی اور

انتہائے تجردی سے کچھ یاد نہیں۔ کچھ خیال نہیں۔ آفاق کے بعد انفس میں

آیات کے شامہ نے ایسا سرشار کر دیا کہ ماحول گم تھا۔ ہوش جب درست

ہوئے کہ جنابِ مقرر شعلیں صاحبِ کلیہ بدوار کتبۃ اللہ ہمارے سر پر کھیل کعبہ

کھنڈرِ عاشر ہوا۔ بہت تھے۔ آخر نے وقت کہانی ملاحظہ سے یادگار دانی تھا

کعبہ ایک چاندنی کی انگوٹھی محبت ہوئی جو ہم نے دائیں ہاتھ میں پہن لی۔

ایسا محسوس ہوا ہاتھ کہ جسم ارواح اس درجہ سبک ہو گئے ہیں کہ جیسے شکم

اس سے اعلیٰ دوبارہ تولد ہوئے ہیں۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم

دوکانہ شکرانہ داخلی کتبہ اللہ شریحہ حلیم میں ادا کیا گیا۔ ذوالک
 قُضِلُ اللّٰہِ یُوَفِّیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
 کچھ اور سرفرازیوں | ۱۲۶ رقعہ ۳۶۲ آیت یوم بکثبہ کے کچھ حالات
 سنئے میرے اجمہ الراحمین کے لاتنا ہی فضل خاص کی سرفرازیوں تمام اسفرج
 کے ہر مرحلہ پر عجیب العقول طریقوں سے ایسے مہربن طور پر نظر ہوتی رہیں
 جس کا کوئی حدود شمار نہیں ہے۔ الحمد للہ تم الحمد للہ ہر دشواری انتہائی
 سہولت کی شکل میں تبدیل ہوتی رہی۔ اور میرے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ
 ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ مالک نے اپنے گناہگارنا بکار ادنیٰ سے ادنیٰ تبدی
 کو اپنے کرم سے ایسا توازا کر دیا کہ کوئی لمحہ ادائے شکر گزار ہی سے شاید
 ہی خالی گزارا ہو۔ چونکہ اس نے فرمایا ہے لِاَنْ تَشْكُرُوْهُمْ لَا دِیْنَ لَّكُمْ
 تَنْفِکَ کر کے تو یہاں اور زیادہ محبت کروں گا۔ عطا ہر قدم یہ از یادِ نعمت
 شاید وہیں آ رہا ہے۔ صرف آج کے نمازِ ظہر کی واردات ختمے۔ طواف
 عشرہ سوچی ختم کرنے کے بعد گزشتہ چار شبہ کو لباسِ مہولی تبدیل کیا
 تھا۔ کچھ کھڑی لباس میں جمعہ کے دن داخلی خانہ کعبہ پہنچی تھا۔

کیا بیچ میں جاگ تھا کہ اس کو تبدیل کرنے کی نہ چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کیفیت دور نہ تھا۔ پانچویں وقت کی نماز جماعت سے حرم حنت ہمیں الحمد للہ ادا ہو رہا تھی۔ نماز جمعہ کے وقت زیادہ منگیر ہوئی کہ اس قدر کثیف لباس میں کیا جماعت میں شامل ہوں۔ اور جماعت میں بھی کسی بدمعاش نے تقریباً ایک لاکھ نفوس کا اجتماع کسی نے کافی بن کر لیا۔ بڑوں نے یہ فرمایا کہ نفسِ فلکی تھا کہ داخلی کعبہ کے ساتھ ہی کعبہ والا بھی ہے۔ حرمِ دل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جلوہ فگن ہو چکا ہے۔ دل میں اتنا کیا ہے وہ صرف بطون کو دیکھتا ہے ظاہر کو نہیں۔ یہ سنتے ہی جائے نماز جس پر ہمیشہ اپنے مطلب میں ساہا سال سے مغرب کی نماز جماعت سے پڑھایا کرتے تھے۔ لئے ہوئے حرم شریف میں جا کر بیٹھے ہی تھے کہ عقب میں ایک زمری کم سن یتیم بچے کی زمری ٹوٹی اور ہم زمرم میں نہا گئے۔ دل کی کلی خوشی میں کھل اٹھی اور باغِ باغ ہو کر زمین پر بیٹے ہوئے زمرم میں اپنی جائے نماز کو حین کو برکت کیلئے حرم شریف میں لے جایا کرتے تھے ترتر کر لیا۔

خلعت زمری ملا اس کے حرمِ پاک سے

زحرم و ابیہم بچہ رونے لگا کہ اس کی مہر اسی شکستہ ہو گئی۔ ہم نے اس کو
 ایک ربائی دے دیا۔ عربی کے ہنگامہ نویس نے اس کوئی شعر تجھے کیا خبر اس
 پر سے میں کس پر کیا۔ زبانی ہوئی کہ کم از جا رہے نماز ہوا و منم میں تریتر
 ہو گئی و تو اپنے غروب کمال غلویت مجھ و عبودیت کو پہنچ گئی۔ باقی رہے
 ہم۔ ہمارا افسانہ عین تو ایسا تھی اشتداد پیدا پیدا ہے کہ بظاہر اس سے
 مس نہیں ہوتا۔ شاید اسی لیے میں نے انہیں بابر خراب شدہ کہا گیا ہوگا۔
 البتہ روح وہ کسی پر تو جمال سے جگمگا رہی ہے۔ اور قلب دل و صبح منوں
 میں کجستہ افسانہ پکا ہے۔ غرض کہ مجموعہ امدا و جمع ہو گئے ہیں۔ لیکن ہے کہ
 فضلِ ربی سے مجالس کے باعث روح و قلب کا یہ تو نفسِ خمیت پر بھی چڑھا
 اور لو اتمہ سے ہمتی کھیلے غروب حال کر کے وہ مطمئن بن جائے۔ یوں تو اکثر وہ
 مطمئن ہی ہو جایا کرتے مگر اس حالت کو ثبات نہیں ہے۔ مستقبل ثبات کیلئے
 عرض کی۔ آواز آئی کہ بہت حرص نہ کرو۔ اب پاؤں پھیلانے لگے۔ پینیران
 اوالعزم تک نے جیسا کہ دیا لَا اَبْرِيْ نَفْسِيْ اِنَّ اَنَفْسِيْ لَا
 مَا سَأَلَكَ السُّوْع۔ تمہاری کیا ہستی اور کیا طاقت ہے۔ مکر و ہات
 دنیاوی کے کچھ میں گلہ کن تو دھنسے ہوئے ہو اور ہر لمحہ کیسا مطمئن رہنے لگا

نفس بھی چاہتے ہو۔ یہ کشاکش، یہ باہمی جدل یہ کھینچا تانی بنو نفس،
 قلب اور روح میں ہوتی رہتی ہے یہ خاص ہماری مشیت ہے۔ ہماری
 یہی مرضی ہے۔ ایسا ہی ہوتا رہیگا۔ ہاں مرنے سے پہلے تمہارا رب
 تمہارے نفس کو جو کامل اور اکمل مصلحت ہو چکا ہوگا اپنی طرف بلا لیگا۔
 اور اپنے خاص بندوں اور اپنی جنت میں داخل کرے گا۔ اُس وقت
 تم کو نہ آئے گی **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ
 سَاضِيَةً مُّسَرِّبَةً فَاَدْخِلِي فِي عِبَادِي وَادْخِلِي جَنَّتِي**۔
 بشرطیکہ استقامت سے تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں۔ روح عبادت
 خدایت خلق کو عینیت کی طرح سمجھ کر اُس پر عمل پیرا ہو۔ محبت کی سرشاریوں
 میں جیسے ڈوبے ہوئے ہو اور ڈوب جاؤ اور گہرائیوں میں اتر جاؤ۔ ورنہ
 خبردار سمجھ لو کہ موجود، حالات و احوال ایک لمحہ میں سلب بھی کر لئے جاسکتے
 ہیں۔ یہ تہذیب، یہ سمرز نش سنگر خم نو سن ہوئے اور سمجھ میں آگیا کہ
الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ اور پھر یہ کہ وہ ذات قطعی نیاز
 اور غنی عن العالمین ہے۔

يَا خَلِيلِي أَلَا كُنَ بِالطُّفْلِ مَلِيًّا؛ **لَيْسَ لَكَ يَوْمَئِذٍ أَنْتَ الْغَنِيُّ**

چارے لئے تو میں ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے اور وہ شیوہ عاجزی و
 شکستگی نہ چھوڑنا اور عبدیت کے بے نہایتہ رشتہ کو استواری سے
 پکڑے ہوئے رہنا ہے کہ مقام عبدیت سے بڑا کوئی مقام نہیں ہے
 اسی میں سب کچھ تھا در سب کچھ ہے۔ بقول حضرت امجد سے
 رشتہ عہدینہ نہ توڑ شیوہ بندگی نہ چھوڑ

خادم کتب | جلالت الملک سلطان عبدالعزیز ابن سعود عام اسلام
 کی ایسی منفرد ہستی اور ایضاً از شوق و افتخار میں جو مہدیوں میں کبھی کبھی فرضی
 باری تعالیٰ سے اقوام و عالم کی تباہ و تمانیہ کیلئے منصفہ شہود پر ظہور کرتی
 ہیں۔ ان کے تمام حالات زندگی خوارقِ عادت سے مملو اور عجیب الغیول
 کا زمانوں سے فرین ہیں۔ آپ کی غیر معمولی بسالت و شجاعت اور تہور
 کے حالات قرن اول کے یاد دلانے اور خالد ابن ولید سیف اللہ کے
 حالات سے ملتے جلتے ہیں۔ آپ نے صرف چالیس مجاہدین کی مختصر جماعت
 سے جدوجہد کا آغاز فرمایا تھا عقل و درطہ حیرت میں غرق ہو جاتی ہے کہ
 آپ نے صرف دس نفوس کی ہمراہی میں اپنے قدیم آبائی پائے تخت ریاض پر
 قبضہ فرمایا تھا۔ اس درجہ مدبر و دراندیش غیر معمولی فہم و فراست کا حامل

اور کلامِ اخلاق سے نریزہ نزدیکی۔ میرا اِیقان ہے کہ عالمِ اسلام کی زندگی جدید
 کو جوہرِ جبرِ کائنات کا زنجیرِ فلسفہ چوڑھا ہے۔ وجہِ کچھ جھلکیاں و حدِ نہِ غریبہ کے
 اندر ایک نظر کو نظر آ رہی ہیں جہاں لایزال ملکِ سلطانِ ابنِ سَعُوذ کا بہت عاتقِ مقام
 ہونے والا ہے۔ سلطان کو خدا کے فضل سے وزیرِ نظامیہ جیسا کہ یہ بیان ایسے
 غیرِ معصومِ ارضیہ المیزانِ حسیں اِشراقِ اِسرائیل نے میں جن کو نفیہ اِشراقِ اِسرائیل نے
 کہا جائے تو یقیناً نہ ہوگا۔ سفرِ نامہِ ہمارے قریبِ ناظرین کو یہ ملحوظ ہے کہ فقیرِ دغاگو کو
 سلطانِ ابنِ سعود، ان کی مملکت سے کوئی ذاتی انتقامی میراثوں سے کوئی شخصی ذاتی
 مفاد نہیں ہے کہ یہ گمان کیا جاسکے کہ میراثوں سے انتقامی و تعصبات کی جادہ ہے
 میراثِ ظلم و جبر سے نفسِ نامر کو کھر رہا ہے۔ یہی جماعتِ اہلِ مدیریت میں سے بھی نہیں ہوں
 کہ یہاں تعریف کے پلِ باندہ ہوں۔ میں تو اب بعدِ بیشِ حضرت کے طعن و تشنیع کا شکار
 ہوئے۔ میرے حضراتِ صوفیائے کرام کا نام لیوا ہوں۔ یہ حال اب پہلی بار کعبہ
 کی خدمت کا حال بھی شنِ نخبی۔ ذی الحجہ کی رات تاج کو حرمِ شریف میں تشریف
 لائے۔ ان کے لئے سوئے سے سُندھی ہوئی بڑی بھرہ چوچاہ تغرم کے حجرہ کے
 قریب بھی ہے لگائی گئی۔ اس بیٹری کے ذریعہ وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔
 تقریباً پانچ بجے چھوٹی قد و قامت کی جھاڑو جن کو ایک جگہ باندہ دیا گیا تھا۔

رائے کی پیش گوئی اور انہوں نے داخلی کتبہ لکھ کر پھیلایا تھا اس سے خود
 جادو بکشتی تھی۔ بعد ازاں دھرم کے گنگے بہاؤ میں گلاب سنگھ وغیرہ اور
 زعفران گھلا جو تھا ان سے بہت افسانہ شریف کے اندر دین جس کو انہوں نے
 خود قتل دیا اور ان قصبات کے بعد واپس شہر لپونے لگے۔ چونکہ منظم الاخوان
 یکویم عبد القادر صاحب انصاری جلالت الملک کے صاحب خاص ہیں۔ اس لئے ایک
 بددوب اور غل کا پانی ان کو تیرکا عطا ہوا۔ انہوں نے اس کا عینت
 مجھے دے دیا۔

مہنگی گورواںگی | اٹھ منظم میں سلم ہو کر عبد الشکور زبیر تھان سے دیو پور
 ہوئی ہے۔ اس لئے زلیحہ کی پہلی تاریخ سنہ ۱۲۸۵ھ کو مطابق ۱۷ نومبر ۱۸۶۸ء
 یہاں قرار پائی۔ اس طرح عرفیہ یا یوم الحج چار تہذیب کو معین ہو گیا یعنی ساتویں
 تاریخ سے براہ منظم موٹر کے لئے وزیر صاحب محنت حجاز کے یہاں برابر دوڑ
 دھوپ کر رہے تھے اور انہوں نے وعدہ بھی کر لیا تھا مگر وہ جلد وعدہ ایفاء
 نہ کر سکے اور سخت جھوٹے تھے۔ اس لئے تحریک وحدت عرب کے بعد سے حجاز
 اور مصر کے تعلقات پیش از پیش استوار اور باہمی ربط بہت ہی قریبی ہوتا
 جا رہا تھا۔ شاہ فاروقی والی مصر نے پہلے اقدام کیا اور حجاز آ کر ملک بنی

سے ملے۔ پھر ملک صاحبِ قابضہ جانے والے تھے۔ حج کی وجہ سے رک گئے
 مگر سے اس سال نہایت سرِ آوروہ ارضیں حکومت حج کمر لے آئے تھے
 اور عام مہتری چار چغی اور سالانہ سے زیادہ آئے ہوئے تھے۔ ایک تو مہتری
 معزز جنوں کے لئے حکومت کی سب موٹریں اوقف تھیں۔ اور دوسرے
 اسی سال نجد سے بکثرت مسلح فوجیں امریکن۔ ٹرکس اور لاریوں میں بھری
 ہوئی کہ متعلقہ آ رہی تھیں۔ اور ہر طرف فوجی نقل و حرکت کے غیر معمولی مناظر
 نظر آ رہے تھے اور زبردست حربی مظاہرہ میکائیک فوجوں میں گنوں
 اور جدید آلات حرب کا مکمل مظہر یعنی اور عرفات وغیرہ میں کیا گیا تھا۔
 انہیں غیر معمولی فوجی مظاہر کی۔ صرف دو وجوہات بادی النظر میں سمجھ میں
 آتی ہیں۔ ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب سہول سالانہ ہر ذی الحجہ کو
 سرِ آوروہ حمالک اسلامیہ کے ایک ہزار منتخب حجاج کو ملک ابن سعود
 والی حجاز نے اپنے محل میں مدعو کیا تھا۔

دعوتِ سلطانی | انتخابِ دُعاؤں کو مخصوص کا رد بھیجے گئے تھے۔ سب
 دعوتی ایک بہت بڑے ہال میں جس میں ایک وضع قطع کی تقریباً ڈیڑھ ہزار
 کرسیاں بچھی ہوئی تھیں بٹھلائے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک عربی نقیب نے

بلند آواز سے کہا۔ جلالت الملک سلطان عبدالعزیز ابن سعود اور
 ملک صاحب برآمد ہوئے۔ مہمونی سرخ عربی مرد مال اور خُحال سر پر تھا اور
 بادامی رنگ کا اوسط قسم کا عبا جسم پر بغیر مہمونی بلویل القامت ہیں۔ نہایت
 لحیم و ضخیم۔ عتقابی ناک۔ ایک آنچھ میں نقص، دوسری آنچھ اس قدر تیز کہ
 مخاطب کے دل و دماغ کی خبر لے لیتی ہے۔ ملک صاحب نے سلام میں تقدیم کی۔
 اور خُحال مجلس کو اب سلام کیا۔ پھر اپنی خاص کرسی پر ٹھکان ہوئے۔ ملک صاحب
 کے ایک جانب مولائے تونس اور دوسری جانب مصری پاشا تھے۔ شہنشاہ
 مجلس پر گلاب چھڑکا گیا۔ پھر بازو کے دروازے کھولے گئے۔ اندر ہر طرف
 کھانوں کی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ ملک صاحب اٹھے اور مہمانوں کو بے کر
 کھانے کی میز پر تشریف لگئے۔ کھانے کی میز پر پڑے بڑے طباق میں مُلیم
 بُخّا ہوا ذریعہ جس کا نام عرب میں کوثری مشہور ہے رکھا ہوا تھا۔ طباق کے
 اطراف خیر پلاؤ اور ٹماٹر پلاؤ تھا۔ سمیو سے اور ایک دو طرح کے
 عربی سالن بھی تھے۔ کئی اقسام کی روٹیاں تھیں۔ کھانا کھلایا۔ اے
 خدام بڑے بڑے چھڑے لے ہوئے مُلیم دُنبے کو کاٹ کر مہمانوں
 کو پیش کر رہے تھے۔ عرب حضرات تو اس طرح بے تماشا گوشت کے

تکے اڑ رہے تھے کہ ہم خند و مٹائی کم خور اکوں کو دیکھ کر تعجب و حسرت
 ہوتی تھی۔ بہر کیف کھانا ختم ہوا۔ چند طعام ملک الحجاز سلطان ابن ستو و کا
 ایک معمول بھی ہے کہ تقریر کیا کرتے ہیں۔ اس سال ان کی تقریر از حد
 پُرجوش اور بیدور میں نتائج کی حامل تھی۔

تقریر سلطانی انہوں نے کہا کہ اتحادی جوہری ہم کی ایک دسکے بعد سے
 از حد سخت و بکمر سے چور ہو گئے ہیں اور ہم کو مسلمانوں کو۔ جوہری ہم کی
 تخریبی اور فاکری وائی قوت سے ٹوڑنا اور معوبہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ
 سن لیں کہ ہم مسلمان ان باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اگر ان کے پاس
 جوہری ہم ہے تو ہمارے لئے ہمارا ایک واحد خدائے قہار کافی ہے۔ وہ
 خدائے قہار جس نے ناجیز ابیل کے ذریعہ چھٹی کنکری سے اصحاب قیل کو
 دیکھتے دیکھتے میا میٹ کر ڈالا۔ ہاں ہمارے لئے ہمارا ایک خدا کافی
 ہے۔ اس پر توکل ہمارے لئے کفایت کرتا ہے۔ اتحادی اقوام کا
 کھول کر سن لیں کہ اگر انہوں نے فلسطین کے معاملہ میں اپنی ناجائز کارروائی
 ختم نہ کی اور اسی طرح قوت کے پل پر دو بیویوں کا وہابی عمل و جنس
 کرواتے رہے تو بین جہاد کا اعلان کر دوں گا۔ میری تمام مملکت۔ تمام

جنازہ میرے سب بال بچے اعلیٰ کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے راہِ خدا میں
 تشبیہ ہو جائیں گے جو ہری ہم سے اتحادی کس کو ڈرانا چاہتے ہیں مسلمانوں کو جو موت کو
 کھیل سمجھتے ہیں۔ جو شہادت کی موت کیلئے ہر وقت تیقار اور اس کی دعا کرتے رہتے
 ہیں۔ ہم مسلمان نہ موت سے ڈرتے ہیں اور نہ مائوسی تجھیاروں سے کبھی ڈانٹتے ہوتے
 ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں فقیر کے شاید علمی مظاہرے کے لئے ملک الحجازہ و نجد نے اپنی
 فوج مسیح و رومج عبیدتریلی تجھیاروں سے مسلح اور عیس طلب کر کے اس کا منظر ہر کر دیا
 تھا یا ممکن ہے کہ مسیحی سربراہ اور وہ حجاج کو اپنی حربی طاقت بھی دکھانا چاہتے ہوں۔
 بہت سی نجدی گنگھڑے سوار افواج منیٰ اور عرفات کے راستہ میں حج سے پہلے احرام
 پوش ہوئے باوجود کمر پر افضل اور سینہ پر کازتوں کی ٹیپیاں باندھے ہوئے لائے لائے
 کن دعویٰ تک گنگھیا سے یاں۔ ننگے سر گھڑوں پر وار بہت اچھے معلوم ہوتے تھے۔

بہر حال مذکورہ اس ہفتہ کہ باوجود وعدہ کرنے کے اشتدادِ جدوجہد کے بعد
 وزیر صاحب ایک موٹر بس جس کو عرب میں بکے کہتے ہیں ساتلشتی عنایت کی اور
 تباہی و زوالِ الحجاز سے ہم کو شہرِ طہر سے وقتِ ہم لوگ کہ منظر سے روانہ ہو گئے۔ اور
 نصف گھنٹہ میں منیٰ پہنچ گئے معلم صاحب نے ایک ایسا بالافانہ ٹھہرنے کے لئے تھوڑا
 جس میں صرف ایک نہایت تنگ حجرہ تھا۔ اور ذرا سا کھن، حالت اس قدر غم تھی کہ

صحن کی چھت جا بجایا ہے نہام ہو گئی تھی اور شکاف پڑ گئے تھے اور
 یا لانا خانے کے حجرہ کی چھت اس سال میں تھی کہ جہاں ذرہ بھی زور سے
 قدم رکھا جاتا تھا تو وہاں جاتی تھی۔ اور کرایہ تین سو روپیہ اس کو
 ناقابل قیام حجرہ کر مجبوراً ایک رات کیلئے ایک دوسرے دہرے
 کمرے میں ہم لوگ منتقل ہو گئے۔ آجکلہ تجارت میں ہندوستان کی طرح
 حد سے سواگریزی ہے۔ اور انبیاء کی قیمتیں کئی سو گنا زیادہ ہو گئی
 ہیں۔ اور چونکہ کئی سال کے بعد ہندوستان سے حجاج آئے ہیں۔
 اس لئے ملی عرب تنہیہ کئے بیٹھے ہیں کہ ہوس کے توجہ کے کپڑے تک
 اٹروالیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کی گذر بسر بھی
 صرف حجاج کی آمد پر منحصر ہے مگر نفع ستانی کی بھی ایک حد ہو کرتی ہے
 اس سال تو اس کی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی۔ پہلے کبھی ایسا بالانا خانہ
 جو قریب الانہام ہو اس میں غریب غریب چند ریال دے کر بٹھ جانے
 تھے۔ اب اس کا کرایہ تین سو کر دیا گیا ہے۔ اور مرت جس چیز کا نام
 ہے شاید ایک مکان اس کو جانتے تک بھی نہیں۔ بہر حال ایک
 رات دوسرے دہرے حجرہ میں جس کو واپسی عرفات کے بعد بٹھرنے

کے لئے مصروفین نے ایک ہزار روپیہ میں لے لیا تھا۔ گزار کر ہم لوگ صبح کی نماز کے بعد بس میں عرفات روانہ ہو گئے۔

عرفات | وقوف عرفات ہی حج کی اصل روح رواں ہے۔ اور قرآنِ حج میں سب سے اہم اور ایسا اہم فرض ہے کہ اگر خدا نخواستہ فوت ہو جائے تو حج نہیں ہوتا۔ حج کے فقہ حنفیہ میں تین فرائض ہیں ایک احرام۔ دوسرے توبایح زالحجہ کو وقوف عرفات۔ اور تیسرے طواف زیارت وحی۔ فضل ربانی کے بے نہایت کرم نے ہم کو یہ زندگی کی کمال کامرانی کا دن دکھلایا کہ ہم بھی نبی اکرم ﷺ کی لائبریری لائبریری کہتے ہوئے میدان عرفات میں جا پہنچے والدہ ماجدہ نے آج باوجود ہم سب لوگوں کے ہنست و ساجنا منع کرنے کے یہ قرا کر روزہ رکھ لیا کہ میں نے سنت مافی ثقی۔ ایک تذکرہ خیمہ معلم صاحب نے لکھا تھا اس میں زنا نہ ٹھہر گیا۔ باہر ایک بڑا خیمہ شامیہا نے کی طرح عام حجاج کے لئے معلم صاحب نے لگوا دیا ہم یہی ہیں ٹھہرے رہے۔ ہر انسان کے واسطے اور پاکیں جانب دو خیمہ برقی مخلوق مثبت ایزدی سے ضیک وہ یقیناً حیات رہے

علاوہ کراماتیں کے جن کا کام نامہ اعمال کا لکھا ہے رستی ہستی
 میں۔ بائیں طرف والی مخلوق ناری ہے اور نفع شیطاں میں سے
 ہے۔ اس کا نام خناس ہے اور وہ ملام و سوسے ڈالنے اور بُرائی کی
 طرف رغبت دلاتے رہنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور جانبِ یمن
 یاد اہنی طرف کی مخلوق قطعی نورانی اور ملائکہ کی جنس سے ہے۔ اُن کا نام
 نفسِ فلکی سجدہ لیجئے۔ وہ ہمیشہ خناس کے وسوسوں کا توڑ کرنے رہتے اور
 انسان کو نیکی کی ترغیب دیا کرتے ہیں۔ ذکر الہی سے نفسِ فلکی کو تقویت
 ہوتی رہتی ہے اور خناس سنبھل ہوتا جاتا ہے اور جو غافلین ارحم الراحمین کے
 ذکر سے اغراض کرتے ہیں تو خناس مضبوط ہوتا جاتا قریب سے قریب تر
 ہوتا جاتا اور بالآخر نوز بائد انسان پر بالکلیہ تسلط ہو کر اپنی من مانی کروانے
 لگتا ہے۔ وَمَنْ يَحْيِسْ عَنِ ذِكْرِ الْحَسَنِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَهُ قَرِينٌ
 اُنہی قطعی حکام پاک کی ہے۔ میرے بائیں طرف والے نے سفر نامہ ہذا کے متعلق
 اپنی یہ رائے پیش کی کہ اس کتاب میں بحیرہِ خوشنودینی۔

خود سنائی اور بغیر مدنی و حوگوئی کے اور وہراہی کیا ہے۔ بہایت
 غیر متحرک ہے۔ نورِ نفسِ فلکی نے آواز بلند کی بات کاٹ کر ہاکی پرست

عَلَيْهِمْ دِينَ اتِّ الصَّلٰوةِ وَنِصْفِ صِرْفِ نِيَّتِ اور اخلاص کو رکھتا ہے۔ تمام اعمال کی بنیاد اصلی اور حقیقی محض نیت ہے۔ آپ کی نیت خود ستائی و خود تمنا کی نہیں ہے۔ اور جس چیز کو یہ بدگوئی اور جھوٹگوئی سے تعبیر کر کے لغو بنا رہا ہے۔ وہ تو اصلاحی نشر ہے۔ تاکہ اس سے برستے اور بہتے ہوئے ناسور اور زخم برہنہ ہو کر سامنے آنے کے علاوہ قلم کا نشر مواد سادہ کو خارج کر دے۔ میں آپ کو تاکید کرتا ہوں اور تجلادیتا ہوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ آپ میں سفر نامہ کے لکھنے پر مامور کئے گئے ہیں۔ اور آپ کو میں وعن حالات کیفیات مشاہدات۔ اور نعام و فضل ربانی سے یہ سفر حرمین شریفین میں عطا ہوں وہ سب لکھنا چاہیے اور ضرور لکھنا چاہیے اس داخلی گفت و شنید کے بعد میرا قلم اب آزاد ہے اور میں بعون اللہ تعالیٰ امیرے مالک میرے ارحم الراحمین کے جملہ انعامات کو نہایت آزادی و بیباکی سے قلمبند کر دوں گا۔ مجھے اس بات کا ذرہ برابر کوئی خیال نہیں ہے کہ اگر یہ سفر نامہ شائع ہو گیا تو اس کے مخموم ناظرین اس کے منتقدین کیا رائے قائم کریں گے جناس کی سہولتی کی جا بیگی یا نفس فلفلی کی را

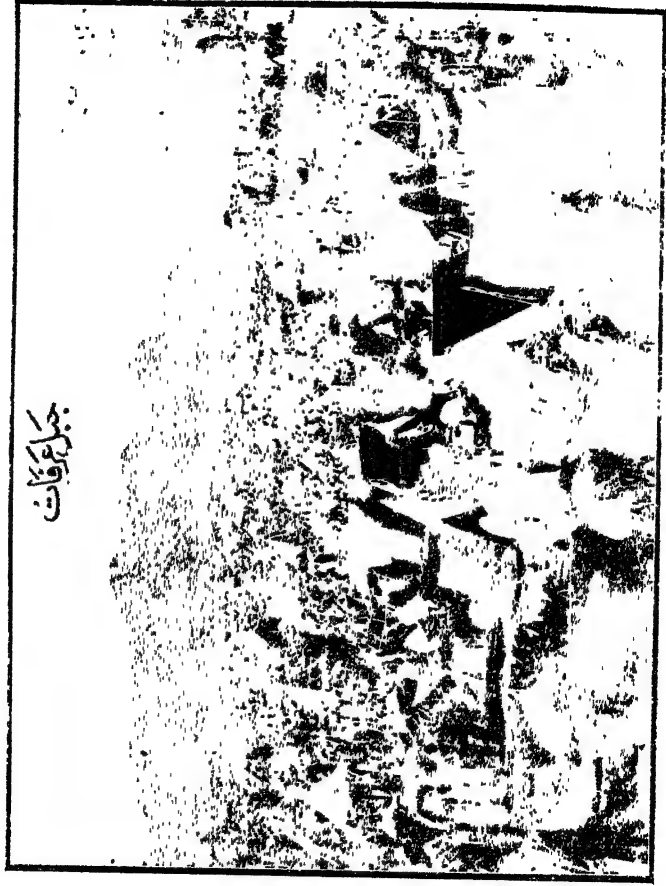
توافق ہوگا۔ مجھ تو بس ایک کی رضا اور ایک ہی کی خوشنودی درکار ہے

میری ساس ننہیا پھری تو پھری
مجھ سے پھر کیوں تہ جائے سبھی گاؤں کے
ایک تو نہ پھرے مجھ سے اوساؤں کے
میرے پیالے پکڑنے کی لاج ہے

آدم بر سر مطلب خند کرہ میدان عرفات کا تھا۔ عرفات پہاڑیوں
کے درمیان ایک وسیع میدان ہے۔ جو یوم عرفہ ۹ ربیعہ کو ایک لباس
ایک ہی صلیب لگا بیواؤں۔ عاشقان سوختہ دل اور سوختہ جانوں
سے بٹ جاتا ہے۔ دیکھو اللہ میاں کا میلہ دیکھو۔ وہاں جد نظر تک
ہر طرف خیمے اور طرح طرح کی رنگ رنگ معلیوں کی جھنڈیاں نظر آتی
ہیں۔ کوئی کھانے پکانے میں مصروف نظر آتا ہے۔ کوئی تسبیح پھیر رہا ہے
کوئی اور اپڑ رہا ہے اور کوئی کلام پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ یوم الحج
میں اس گدائے میوا خسرو شاہ پر جو غیر معمولی فضل ربانی ہوا۔ اور جن
نوازشات بے پایاں سے سرفرازی بخشی گئی وہ کما حقہ ناقابل بیان ہے
مگر کچھ تھوڑی سی کجھیت دو وجوہات سے عرض کیجاتی ہے۔ ایک بالکلہ

عرفات جہاں حابی حطیہ سے ہیں

جبلِ عرفات



بڑی حد تک ہم سے مرتفع فرما دیا تھا اور صفات ملکونی کا اشد طور پر رہا تھا۔ نہ حوائج بشری کا کوئی ذرہ برابر احساس تھا نہ بھوک پیاس تھی۔ بس اس کا ذکر پیچیدہ سلسلہ و ہر سانس کی آمد و شد میں جاری و ساری تھا۔

عصر سے پہلے دوران اور ادخوانی میں یکا یک ایک خاص حالت و کیفیت ہم پر طاری ہوئی۔ ہم نے کمال اتحاد و قلب و روح و زبان سے لبیک لبیک لائش یاک لاک لبیک تبلیہ ادا ہی کیا تھا کہ معلوم ہوا کہ مردہ ریگ صحرائے عرفات میں گویا لوڈ اسپیکر لگ گیا ہے۔ اور تحت و فوق میں و باری نہیں ذرہ ذرہ سے ایک تا ایک جان نواز بہنراں انداز محبوبی آنے لگی۔

کہ میرے بندے میں بھی حاضر ہیں۔ حاضر ہوں۔ حاضر ہوں۔
تو صرف حاضر ہی ہوا ہے۔ میں تو حاضر ہی ہوں۔ اور ناظر
بھی ہوں۔ تو نے صفِ نعال اور نہ معلوم کتنی دشوار گھائیوں
کو میرے لئے طے کیا ہے۔ بہت کچھ میرے لئے چھوڑ دیا ہے
تو میری طرف ماسوا سے منہ موڑ کر آیا ہے۔ صرف میرے لئے آیا
ہے میں جو محیط بالکل ہوں۔“

کچھ اور سنا دے رہا تھا مگر یہاں تاب کہاں تھی کہ ورسن سکتے۔ روان
 روان قص کنان وجد کاں ہو گیا۔ بل چاہا کہ نورانہ صفت بنانا جسے رام
 بلکہ جامہ مستی کو اسی دم چاک۔ چاک کر کے پرچھے اڑا دوں اور نذرانہ جان اس
 جان نواز کے قدموں پر پیش کر کے جسم و جانیاں سے تعینات شخصیات سے
 یہ کہتا ہوا الگ ہو جاؤں کہ

”قدموں میں تیرے جان دیے جا رہا ہوں“

مگر کسی نے نورادمان ہوش تمام کر سنبھلنے کی خبر دار ادب سے بچنے کی
 رہو۔ فوراً سنبھل جاؤ۔ عنان ضبط جو باتوں سے نکل جا رہی تھی تمام کروض کی کہ
 اپنے روئے زیبائی قسم درساں نقاب بھی تو سر کا دیجئے، میرے روح کے دیو
 ویدار طلب نے کیا تصور کیا ہے وہ بھی مشتاق جمال بے مثال ہے۔ پھر
 بہایت ہوئی کہ ایسی پیچیدہ راست نہ کرو۔ آج کے دن ایک خاص شان ہے
 اس کی تاب دید باوجود حد مثال میں آکر جلوہ فرمائی کے بھی کوئی بشر نہیں
 لاسکتا۔ آج ایک خاص شان شامی و غفاری کا ایسا اتم ظہور ہے کہ اگر
 ایک شمس اس کا بشر ہے پردہ دیکھئے تو گناہ کرنے میں دلبر ہو کر بالکل
 گمراہ ہو جائیگا۔ اس گفت و شنید اور فہمائش سے ہوش ٹھکانے آگئے۔

مگر پھر دل پایا کیا کہ آہ پر سوز سینہ پر درو سے کھینچوں۔ پھر کوئی اذیہ
ہوا اور کہا کہ یہ بھی نہ کرو۔ یہ مقام افسائے راز کے لئے نہیں ہے جب
گھٹ کے مرجائیں یہ مرض میرے صیاد کی تھی

تعبیل حکم کی گئی۔ تمام جسم پسینہ میں غرق ہو گیا۔

عصر کی نماز کے بعد جیسے ہی دن ڈھلا ویسے ہی سینے میں دل بھڑک
ڈھلنے لگے۔ سر طرف سے گریہ وزاری اور باواز بلند عاؤں کی صدا آنے
لگی۔ معلم صاحب نے اپنے حجاج کو دعائیں پڑھائیں یہ خاص انخاص وقت
ہوا کرتا ہے۔ اسی وقت خاص کے لئے معینین ہتھتے۔ معقول خرچ کرتے
تجلیح دور دراز سے میدان عرفات میں جمع ہوا کرتے ہیں۔ جبلِ رحمت
جبلِ نور پر تجلیح کی نظریں جی ہوئی تھیں۔ آنکھیں آنسو کا سینہ برسا رہی
تھیں اور زبانیں مصروفِ اسندعارِ بخشائش گناہ و حصولِ مقاصد
دارین تھیں۔ حد نظر تک تمام عرفات میدان ہیں ہر حاجی مصروفِ گریہ
وزاری نظر آتا تھا۔ عجب ضروری حسبِ مراتب چل تھی۔ عجب کیفیات
کا ظہور تھا۔ ادھر سے مانگ تھی اُدھر سے کمالِ حمت کا مل سے مانگنے
اور طلب کرنے سے بھی بہت زیادہ مل رہا تھا۔ مدتِ العمر کے صغیرہ اور

کبیر و گناہ ایسے صاف کر دیے جا رہے تھے جیسے شکم مادری سے اُس کے
 بندے پھر مٹھائے ہو کر تولد پیدا ہو رہے ہیں۔ دعاؤں کے اختتام پر باہمی
 مبارکباد اور خائفہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہم بھی زمانہ خیمہ میں گئے۔ وہاں
 ہماری والدہ ماجدہ جاری ریٹہ وہ جن کے مبارک قدموں کے نیچے ہماری
 جنت ہے غشی کی حالت میں۔ وزنے اور نشان کے باعث چٹائی پر لیٹی ہوئیں
 تھیں۔ ہم بے اختیار اُن کے مبارک قدموں پر گر پڑے اور زار و قطار
 رونے لگے غشی سے اُن کو ہوش آگیا۔ ہم سب نے ایک دوسرے سے
 خطائیں معاف کرائیں۔ سورج اور نیچے ہونے لگے۔ غروب سے ذرا پہلے
 بس میں ہوا جو کرم لوگ مزدلفہ چل دیے۔

وحشی عربی ڈرائیور | اللہ اکبر۔ شاید یورپ و امریکہ کو چھوڑ کر شہرِ مٹا

کے کسی شہرِ حجازی کہ عجبی۔ کلکتہ میں بھی اس کثرت سے ہر قسم اور ہر ماڈل کی
 نہ تو بیشمار موٹر کاریں ہو گئی نہ دنیا سے کسی خطہ کے ایسے بے یاک اور جبری ڈرائیور
 ہوں گے محض حافظِ حقیقی کا فصل اپنے بندوں اپنے حجاجِ مہانوں کو بچا دیتا
 ہے۔ ورنہ وحشی نیم عجیب عربی ڈرائیور حضرات تو موٹروں کو باہم بٹرا کر
 ٹکرا کر مہلقت کر کے آگے نکال لی جائیگی گوشتش میں شاید بکڑے کڑے

کر ڈالیں۔ شرک کی تمام وسوسے کے علاوہ ہر جانب جہاں کوئی شرک نہیں ہے۔ اور گڑبھوں سے بھری ہوئی پتھریلی اور ناہموار زمین ہے۔ ہزار ہا ہر طرح کی موٹریں مزدلفہ کی طرف رواں دواں تھیں۔ ہمارا ڈیوٹر بھی بدقسمت بہ سخت وحشی تھا۔ ہاں ہاں کہنے پر بھی شرک چوڑا کر سخت ناہموار زمین پر بولیا بیسیوں دیو سپیکر عظیم الجثہ فوجی ٹرکس سوڑے مگر موتے۔ بعض اوقات صرف انہوں کے فاصلہ سے بال بال بچ گئے۔ رواں دواں تہوڑی دیر میں مزدلفہ پہنچ گئے اور مٹی شجر الحرام کے قریب ہی ایک مقام پر پڑاؤ ڈال بیٹھا۔ تاخیر سے مغرب و عشاء کی ہر دو نمازیں یکجا ادا کی گئیں۔

مزدلفہ مزدلفہ کی یہ شب بھی عجیب ہوتی ہے۔ کف دست سنان میدان دیکھتے دیکھتے انسانوں سے معمور اور بھرپور ہو جاتا ہے گدھے، خچر، گھوڑے، اونٹ، ہر طرح کی موٹریں سب گڈ گڈ کھڑی بن کر جہاں جگہ مل سکے ٹپک جاتی ہیں۔ عرفات اور خصوصاً مزدلفہ ہر دو جگہ اگر کوئی اپنے پڑاؤ سے ذرا بھی جھٹک جائے تو پھر ساتھیوں پر پتہ چلتا امر محال ہو جاتا ہے۔ اس رات کی بڑی فضاہلیت ہے۔ یزید گوں نے

اس کو شب قدر کے چائل کہا ہے۔ اس لئے تمام رات ایک لمحہ کے لئے
 بھی نہ سوئے اور اودھ کا زکازک اسد جاری رہا۔ مختصر یہ بھائی صاحب نے اسپرٹ
 کے چوٹھے پر کئی بار گرم کر مچائے مگر ہم سب لوگوں اور پڑوسیوں کو پلائی
 ذکر الہی کی سرگرمیاں گرمائی پہنچنے سے اور بڑھ گئیں۔ کھلا ہوا میدان
 ہونیکی وجہ سے مزدلفہ میں کافی بھٹائی تھی۔ مگر سہ

گرم فریاد رکھا شکر بھائی نے نہیں

تبا مالہ بھر میں دی بردلیانی نے نہیں

نماز صبح سے پہلے موٹر بس اس لئے منگوائی تھی کہ منی جا کر سویرے
 سویرے بڑے شیطان کو کنکریاں مار کر نارخ ہو جائیں۔ مگر توبہ کیجئے
 سخت و شدید وحشی ڈرایو شاید اپنے بڑے بھائی کو کنکریاں مارنے کا
 نام سن کر بھڑک اٹھا۔ بس میں جھلا کر سیدھے مزدلفہ سے منی کو جا کے
 قیام پیرا کر بوٹر روک دی اور سواریاں اتار دیں۔ ہر چہ سبھایا۔ خوشام
 کی منت سماجت کی۔ کافی سے زیادہ لالچ دیا کہ بعض سواریاں کمزور
 اور ضعیف ہیں پیدل رہی جمار کے مقام تک نہیں جاسکتے۔ مگر توبہ کیجئے۔
 چھوٹے بھائی صاحب نے حق و فاداری اپنے بڑے بھائی شیطان کا پورا

اداکیا اور ٹس سے س نہ ہوا اور موٹر لیکر چلتا بنا۔ پھر اسی نیم شکستہ کوٹھے پر قیام تجویز ہوا جس میں سے برسوں شب نکل بھاگے تھے۔

بربر اولاد آدم ہرچہ آید بگذرد

اگر زمانہ کو کوٹھے پر نہ ٹھہرایا جاتا تو دوسری تباہی شکل خیمہ میں قیام کی تھی اور عرفات میں اس کا تجربہ ہو گیا تھا کہ دن کے وقت خیمہ میں کافی سے زیادہ گرمی ہو جاتی ہے۔ کوٹھے کے تنگ کمرے میں آنا فائدہ تھا کہ نازہ ہو آسکتی تھی۔ مگر نصف دن سے زیادہ دیر تنگ دھوپ بھی آتی تھی۔ پروے باند پکڑ دھوپ کور دکا گیا۔

منی کے واجبات و سن دس تاریخ ذیحجہ کو نقد خفی میں برتیب دیں ہیں۔

اول ہڑے شیطان کو رمی کرنا۔ دوسرے ذبح۔ یعنی قربانی پھر تیلی باقصر یعنی بال کوٹا نا یا منڈوانا۔ پہلے کام کے لئے تو ہم اور برادر معظم میرا، واہ ہو گئے۔ آلامان وہ ہجوم خلافت و دد میکا چل وہ اونٹ گھوڑے گدھے، اور انسانوں کی کچا نقل و حرکت تھی کہ محسوس ہوتا تھا اب پیسے، اب گرے، اور اب دجے۔ اس پر طرہ یہ کہ نجدی

حضرات بے تحاشا حاجیوں کے مجمع میں سے ذرا برابر پرواہ
 کئے بغیر اپنے اونٹ اور گھوڑے بے تحاشا دوڑا رہے تھے۔ حافظ
 حقیقی اپنے ہانوں حجاج کا محافظ و نگہبان ہے۔ بڑے شیطان
 کے قریب تک پہنچ جانے کے باوجود کم توقع تھی کہ جلد رچی کر سکنے
 کا موقع مل کیگا۔ اور ساتوں کنکریاں جو رات مزونہ میں جمع کی گئی
 تھیں۔ سات زبردست آئیم ہم کی طرح عزرائیل ساتی علم ملکوت
 حال طوہرات الی یوم الدین پہنچے ہوئے اطمینان اعظم یا شیطان
 کبیرہ بچھ بعد دیگرے بسم اللہ اکبر کہتے ہوئے مارے۔
اسرار رچی حجار | اللہ اللہ کیا اشد شدید ذلت و تواضیٰ کیا زبردست
 عذاب الیم ان تین دنوں میں شیطان علیہ اللعنة پر انسان کے ذریعہ
 نازل ہوتا ہے کہ جس خاکی تیلے کے سامنے سجدہ کرنے سے غرور و تکبر
 کی وجہ سے منکر ہو گیا تھا۔ وہی خاکی تیلہ اسی خاک کی کنکریوں سے
 اس کو تین دن تک مارتا ہے۔ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ مرنے والی
 کی ضرب پر شیطان شدت اُم و تکلیف سے بلبلا تا ہے۔ مگر احکم الحاکمین
 کے حکم سے تین دن تک اس عذاب کو پہننے کے لئے بند کر دیا جاتا ہے۔

ایک دن پہلے غروب سے قبل میدانِ عرفات میں وہ اپنے سر پر خاک ڈالتا ہے۔ شدت درود و کرب سے لوٹتا ہے اور بلند آواز سے فریاد و نغاں کرتا ہے کہ میں نے مدتِ طویل کی شاقہ محنت اور طرح طرح کی مشقتِ ثبانیہ روزگوارا کر کے خاکی انسانوں کو مبتلا پھلا کر اُن سے صغیر و کبیرہ گناہ کرا لئے۔ آج ایک لمحہ میں تمام عمر کے سب چھوٹے بُرے گناہ اس طرح مغفرت کے پانی سے دھو کر پاک صاف کر دیے گئے۔ جیسے کبھی گناہ ہی نہیں کئے تھے۔ اب پھر میرا شدِ غید و دشمنِ میرے مرتبہ عظیم سے مجھے گرا کر میرے آبا و اجدادِ جنّا کی موروثی زمین پر خود قابض ہی نہیں خلیفہ الہی بنا دیے جانے والا انسان ایسا پاک و صاف کر دیا گیا کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ ہائے ہائے میری سب محنت اکارت گئی۔ اب یہ آدھی رات تک مز و لطف میں معصوم بچوں کی طرح گویا کھیل کھیل کر کنکریاں جمع کر لیگا۔ اور انہی کنکریوں سے میری شامت آئے گی۔

آدم بر سرِ مطلب۔ کنکریاں مار کر ہم دونوں بجائی پیدل جائے قیام پر آئے۔ اب دوسرا ہم کامِ قرآنی کا تھا۔ یہ قرآنی گویا حضرت

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پیروی میں اپنے
 نذرانہ جان کی بجائے ذنبہ کی جان پیش کی باقی ہے۔ مالک بے نیاز
 کی بارگاہِ عالی تک قربانی کا خون و گوشت وغیرہ مادی چیزیں نہیں
 پہنچتیں۔ البتہ اس جانِ قربانی سے جو تقویٰ یا پاکیزگی حاصل ہوتی ہے
 وہ دربارِ عالی میں پہنچائی جاتی ہے۔ قربانی کے متعلق ایک لفظ
 بھی ہے۔ ارے مجنی بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کا عقیدہ بھی تو کیا
 جاتا ہے۔ سرنڈ دایا جاتا ہے۔ اور بکرے قربانی کئے جاتے ہیں
 یہاں مٹی میں بھی تو تولد شدہ بچوں حاجیوں کو بھی سرنڈ دانا اور
 قربانی کرنا ضروری قرار پایا ہے۔ بہر حال ہم چونکہ شدید علالت کے
 بد صحت یاب تو ہو گئے تھے مگر خافت باقی تھی۔ اس لئے براہِ وصال
 کے سپرد اپنی دو قربانی ایک بچ اور عمرہ کی۔ ایک احتیاط دم جنات
 کی دیئے کیلئے عرض کر دیا گیا تھا۔ دو ہزنگ بجائی صاحبِ قبربانی
 اور حلق لینے سرنڈ دائی سے فارغ ہو کر شریف لائے۔ احرام
 اتارا۔ غسل کر کے لباس بدلا۔ بے احتیاط حجام نے جا بجا ان کے
 سر پر اُستر سے زخم کر دیے۔ اگلا گر اچھلا پو شیار۔ چھاری

سرمند وائی از حد اہم تھی اس لئے کہ سلسل چالیس سال سے بھی زیادہ
 طویل عرصہ سے اسٹرا ہمارے سر پر نہیں پھرا تھا۔ پانچ سالہ سن تاکہ
 سرمند وایا جا رہا تھا۔ اور شیخ اُستاد ہر حقہ سرمند وینے پر دستوری کے
 نام سے حیت مارا کرتے تھے۔ پھر طالب علمی کے زمانہ تک چھوٹے چھوٹے
 ہال۔ بے عملی زندگی میں آنے پر اور بڑھے۔ اور آٹھ لاکھ میں چوبیس
 سال قبل جب کہ سلوک طے کر کے ہم نے خلافت و لقب خسرو شاہ
 حاصل کیا تو بال چوڑوئے اور مہینہ کنڈہوں تک رہتے تھے۔ اتنے
 بڑے بڑے ہالوں کو کسی انٹری اصلاح ساز سے ہم مند وانا نہیں
 پاتے تھے۔ بارے ایک ہندوستانی ہونٹیا رٹا ہنگامی اصلاح ساز
 چارے معلم صاحب کے کیمپ میں آگیا۔ مگر کچھ بعد دیگرے جو حاجیوں کا
 اس کے اطراف تانتا لگا تو یہ کیجئے۔ ہندوستانی گیارہ بجے دن سے
 شام کے پانچ بج گئے اور انتظار کرتے کرتے آنکھیں پتھر اگئیں۔ بچ
 ہو کر ہم نے معلم صاحب کے لوگوں سے کہا کہ کیا خفت منی میں صرف
 ایک ہی اصلاح ساز رہتا تھا ہے۔ اچی دوسرے کو بلو او جو قیس
 ہوگی دیجا یگی۔ ذرا سی دیبریں ایک دیو پیکر بحفیت غاکر دنی

چھہ فٹا قد۔ سُرخ آنکھیں۔ بغل میں مختصر کوت دباے خیمہ کے
 دروازہ پر نمودار تھے۔ دیکھ کر جان سن سے نکلنے کے قریب ہو گئی
 یا افسیہ اصلاح سارے بابقہ قصاب یا کوئی جلاد۔ اس نے آؤ دیکھا
 نہ تاؤ جھٹ پٹ ایک زبردست استراجم کو قتل کر نیکانہ محسوس
 ہوا۔ نکالا اور یاڑ دینے لگا۔ ہر چند ہم نے بار بار اصرار کیا کہ جتنی سیر
 بال بہت بڑے بڑے میں تم فنجی نکال کو پہلے ان کو تراش لو۔ اور
 پھر استرے سے باضیاط صاف کرو۔ مگر توبہ کیجیے وہ کس کی تنہا۔
 برابر استرا نیز کئے جارہا تھا۔ ہم کو یقین ہو چکا کہ آج سرمنڈ وانا نہیں
 شاید سرکٹو انا ہے۔

اتنے ہی میں بد ہمت و تنائی اصلاح سارخیمہ کے دروازہ پر
 نمودار ہوا۔ ہم نے اس کے دوسرے ہم نشیہ کو دیکھ کر آنے سے انکار کرتے
 پر ہمت و سماجت اس کو اندر بلوایا۔ اس نے عربی میں عفت نکر و فی کو
 لغت علامت کی کہ مردک کیا تم بدو۔ جمال اور ٹ چلا ہوائے کی اصلاح
 بنائے آئے ہو یا مذہب آدمی کی۔ بہر حال نکر و فی دیو سے نجات ملی اور
 کمال چاکدستی سے پہلے فنجی سے چالیس سالہ رفیق بالوں کو جس میں ولت جھ

تسعد بال تھے تراش کر سامنے ڈبیر لگا دیا۔ ہم اس ڈبیری کو نک رہے تھے
 تخیلات کا سیلاب دماغ میں موج مار رہا تھا کہ نہ معلوم کتنی سیاہ کاریوں گناہوں
 اور کتنے سجدہ ہائے نیاز میں یہ بال بھی ہمارے شریک رہے۔ سلطان الذکر
 کے دور میں بہتر تھوے اللہ ہی اللہ! اہم ذات کی آواز خود ہم نے سنی ہے
 نہ معلوم کہاں کہاں کی گروسیاحت ان بالوں میں جہی۔ چالیس سالہ فقیہ بالوکنی
 ڈبیری نے زبان حال میں ہم سے کہا کہ ہم کو یوں مضایع نہ کرو۔ پہلے ہی بال تڑوا کر
 حسین ساگر کے نالاب میں چونکا اس کا پانی غیر متعل ہے ڈلوادیا کرتے تھے۔ ہم کو
 جنت البقیع میں لے جا کر سپرد خاک کر دیجئے۔ نا کہ کم از کم ہم اپنے معراج کمال کو
 پہنچ جائیں۔ ہم نے قبول کیا اور ان کو محفوظ کر لیا۔ اپنے کام میں ماہر بڑے نے
 نہایت سبک طور پر ذرا سی دیر میں سراسر سے صاف کر دیا۔ جب ہمارا منڈا کر
 چکا سر ہو گیا تو کچھ عجیب سا احساس ہوئے گا۔ زمانہ دراز کے بعد ہوا سر کی جلد
 مس کرتی تھی تو سنسنی سی معلوم ہوتی تھی۔ ہم نے سر تو منڈوا لیا مگر اویس مطلق
 نہ پڑے۔ بادل فرو را منڈ کر آئے اور خوف ہونے لگا کہ ضرور برسیں گے۔ مگر
 یہ بھی ایک رحمت کا ظہور تھا کہ تیز ہوا ان کو اڑا لے گئی۔ ورنہ خیمہ میں مقیم حاجیوں
 اور نیم تنگ سہت پیر بھیر نیو لے زمانہ کو اشد شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔

پنجشنبہ جمعہ اور ہفتہ تین دن رمی جہار اور تبقیہ قربانی کے لئے مئی میں قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور فضل خاص ہم لوگوں پر یہ بھی ہوا کہ ہمارا خیمہ جو قنہ نماز و جماعت کے لئے مسجد قرار پا کر کثیر جماعت سے پانچوں وقت نماز ہوتی تھی۔ اکثر نمازیں امام مفتی صاحب مسجد فتح پوری دہلی نے جو ایک بہت نیک منش و فاضل شخصیت بزرگ میں پڑھائیں۔ اور نمازوں میں قرعہ قال اس دیوانہ کے نام بھی پڑ گیا۔ اور ہم نے پیش امامی کا فرض ادا کیا۔

اشتر ازل حدیث | ہمارے خیمہ کے سامنے ایک بڑے ٹنڈا مینے میں پنجاب اور امرتسر کے بہت سے اہل حدیث حضرات بھی ٹہیرے ہوئے تھے اللّٰهُمَّ احْضَرْنَا مِنْ شَرِّ وَاَنْفِئَا وَاَوْفِنَا مِنْ سَبَبَاتِ اَعْمَالِنَا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت سخت گستاخانہ عقیدہ رکھنے کی یہ رجت اور پھٹکار ہے کہ ان کے قلوب پر ٹہر کر دیجاتی ہے۔ ایسے نفسی اقلب شقی لوگ کم دیکھنے میں آئے تھے۔ سرکار سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی ایماں میں ترقی میسر ہوگی۔ بقول حضرت اقبالؒ

بمصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہمیت

ریحی جارج کر کے آتے ہی اول تو ہر وقت اُن کے آپس میں سخت
 فحش قسم کی گالی گلوچ باوازی بلند ہوتی رہتی تھی۔ پھر غریب بے زبان مُعَلِّم
 عبید الرحمن کی شامت آئی اور ان کو ابولہیب کے ان امتیوں کے خوب
 خوب سنائی۔ ایک سرشد ہے واڑی خضاب سے سرخ رنگین کئے ہوئے
 آتش مزاج بٹے میاں ان لوگوں میں گالی گلوچ کئے امام ہی نہیں تھے۔ بلکہ
 اپنی زوجہ محترمہ کو نہایت پابندی سے صبح شام زد و کوب بھی علانیۃً فرما کر
 تفریح حاصل کرتے تھے۔ بھلا آگ کے قریب رہنے والے کیسے ممکن ہے کہ گرمی
 بھی اُن کو نہ پہنچے۔ مئی کے قیام کے دوسرے دن ہم صبح کے وقت آمد و رفت
 کے دروازہ پر وضو کر رہے تھے کہ پیچھے سے ایک اہل حلیت ابولہیب نے
 از حد کرخنگی سے چیخا شروع کیا کہ فوراً یہاں سے ہٹ جاؤ۔ ہم غل کر نیچے
 ہم نے نرمی سے عرض کیا کہ ہم کھتیاں دھو رہے ہیں دو ایک منٹ میں ہمارا
 وضو ختم ہو جائیگا اور ہم ہٹ جائیں گے۔ جامہ سے باہر ہو کر ارشاد ہوتا ہے
 کہ اگر فوراً تو یہاں سے نہیں ہٹے گا تو ہم بیڑا پتھر جو یہاں رکھا ہے تیرے
 سر پر دے ماریں گے۔ ہم نے اس کا جواب نہ دیا اور سکون سے پیر دھونے
 لگے۔ اگر معلم صاحب کے آدمی اسِ اِخوانِ الشیاطین کے فرد کو کپڑے نہ لیتے

اور نہ سمجھاتے تو بالکل ممکن تھا کہ بابل و قباہیل والا قصہ تازہ ہو کر پھر سے وہ ہمارے کل ڈاکا اور ہمارے خونِ شہادت میں کی سر زمین کو رنگین کر دیتا۔ ہم لوگوں کو اب وہی لوگوں سے نہ کوئی واسطہ نہ سروکار۔ مگر ایک دن خواہ مخواہ ان کے اکثر افراد فرمانے لگے کہ ذرا معلوم کو آجائے دو اس کو مطلع کر کے ہم سب مل کر ان لوگوں سے نمٹ لیں گے۔ نہ معلوم ہم لوگوں نے انکا کیا بگاڑا تھا۔ ان لوگوں سے ہم لوگ بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ اور بات چیت بھی نہیں ہوتی تھی۔ ہمارے ہمراہی چودھری محمد شریف صاحب میونسپل کمشنر اور ماسٹر محمد رمضان صاحب دونوں پنجابی اور محروم و المذراج وہ لوگ بگڑ گئے کہ دیکھیں بلا وجہ اسب یہ اہل حدیث لوگ ہم لوگوں سے کیسے نمٹتے ہیں۔ ہم نے ان کو سبھا کر ٹھنڈا کر لیا کہ بھائی صبر کرو اس کی بڑی جزا ملے گی۔

۵ جواب جا ہلاں باشد خموشی

ان کو کوئی جواب نہ دو اپنے سکون کو برقرار رکھو۔ اگر خانہ خوانتہ یہ حملہ ہی کرے تو البتہ مدافعت کرنا ہمارا فرض ہو جائیگا۔ اس وقت یہ دیکھ لیا جائیگا کہ آیا اُن کے ہاتھ اوپر پیر چار بچا رہیں یا دو میں۔ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بھی طاقت اور اس سے زیادہ ہمت دی ہے کہ ہم تو عسکرِ رسول اللہؐ

انصاری لوگ ہیں۔

ایک دن ہم کوٹھے سے نیچے اتر رہے تھے کہ جماعت اہل حدیث حضرات میں سے ایک ابولہب کے چلیے فرماتے ہیں۔ یہ شیطان جو اتر رہا ہے یہ سیاہ مرقم کا ہے۔ اصل میں اس کو سب مل کر شکار کر دینا چاہئے۔ سچ ہے مومن کا چہرہ بھی آئینہ ہوتا ہے کہ اس میں اپنا ہی عکس نظر آتا ہے۔ تین دن تک شیاطین خود تو عجوبوں اور اسیر ہو کر کنکریاں کھا رہے ہیں۔ مگر ان کو اطمینان ملی ہے کہ نوع انسان میں سے بہت سے انسانی خناس و شیاطین ان کے فرائض بجالا رہے ہیں۔ ہم تو اہل حدیث کی یہ چہرہ دستی، یفوق و فوق یہ کیفیات، محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارواحِ قدسہ سے سخت گتخی کی جوت اور اُسی کا وبال اس کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور باقی انفرادی حیثیت سے واقعی ہمارا وجود تنگ انسانیت اور زمین کا ایک بوجہ ہے۔ گناہوں کی گرانباری اور انبار درانبار معینوں کا بوجہ ہماری پیٹھ پر ہے۔ ہم نے شاید ہی کبھی کوئی قابلِ تناسخ کام کیا ہو ہم سے تو دربارِ نبوی کے گلی کوچوں میں خاک بسر کھرنے والے کتنے کام تر تہ کہیں اُٹھا ہے کہ وہ پاکوں کی گزرگاہ پر پڑا رہتا ہے۔ اور شربِ پاک کی خاک کو طوطیا بے چشم بنا رہے ہوئے ہیں۔ اگر اچھی

حضرت جن میں کہ ایک فروغ نے اس سے قبل پھر سے سر نوڑنے کی دہائی دی تھی۔ سب مل کر ہم کو نگار کر دیتے تو خوب ہی ہوتا۔ لیکن تھا کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے مقام قربانی پر ہمارا خون بہ کر اس محترم مقام کی وجہ سے ہماری آمرزش کا باعث ہو جانا۔

طواف زیارت | اہم فرائض حج میں سے اب صرف ایک آخری فرض طواف زیارت اور بھی صفا مروی کرنا باقی رہ گیا تھا۔ برادر منظم تو شبِ نسبتہ کو کئی موٹر پر مکہ منظم جا کر چند گھنٹے میں فارغ ہو کر مئی واپس آگئے تھے۔ مئی میں عجیب و غریب ٹھکے بیکر کا بھاؤ یہ دیکھا کہ گدھے پر مکہ منظم جاؤ تو آنے جانے کے ڈیڑھ ریاں بچر پر وہی کرایہ اور ایفٹ کا وہی بھاؤ اور موٹر گسی میں بھی اتنا ہی معاوضہ آمد و رفت یعنی ڈیڑھ ریاں خرچ ہوتا تھا۔ اسی لئے بکثرت لوگ کسی لاریوں میں جا رہے تھے۔ ہم ایک تو

مرض قلبی کے باعث عرصہ سے زیادہ مشقت اور چلنے سے عادی۔ پھر اسپر طرہ علالتِ شدید کے بعد کئی کمزوری اور والدہ ماجدہ بہت نحیف و کمزور تھیں۔ یہاں پر حالِ ہم اللہ خالہ صاحبہ کا ہے۔ ہم کو ٹیرا کھٹکا اس بات کا لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم طواف زیارت میں کس قدر شدید ہجوم اور انتہائی کشمکش کا سامنا

کرنے کا پڑیگا۔ ایام حج میں صبح اور بعد مغرب کا طواف کمزوروں کے لئے گویا ایک معرکہ سر کرنے کے برابر ہے۔ لوگوں کا طواف کی پوری سمائی میں اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ عام طور پر طواف کے ساتوں چکر چوبندرہ میں منٹ میں ختم ہو جاتے ہیں۔ مغرب اور صبح کی نماز کے بعد نصف گھنٹے میں پورے ہوتے ہیں اور ہجوم کے شدید فشار۔ مصری فیل مست دیو پیکر ابو اہول قسم کے حجاج کے زور سے کھیاں مار کر آگے بڑھنے کی عادت۔ مثل طبیعت ثانیہ کی یادگار میں پسلیاں اور جسم کا بنا بند۔ درو کرنے لگتا ہے۔ یہ نور و رات کی حالت ہے۔ اب طواف زیارت میں جس کے بغیر حج مکمل ہی نہیں ہوتا اور وہ فرائض میں سے ہے جس کا ادا کرنا بیڑہ دولاکھ سے زائد جمع شدہ حجاج کے ہر فرد کے لئے فرض میں ہے۔ اس طواف میں اندیشہ تھا کہ نہ معلوم ہم کمزوروں اور ضعیفوں کا کیا حال ہوگا تو کیا حال ہوا اس کی کیفیت آگے سنئے۔

تاریخ ۱۲ رزی الحج ۱۳۶۲ھ یوم شنبہ ہم۔ والدہ ماجدہ۔ بم اللہ صااحبہ اور بہادری صاحبہ کو لیکر لیکا اپنے موٹر بس میں منی سے چل دیے۔ براؤنظم منجھ بھائی صاحب قبلہ سامان وغیرہ اپنے سامنے روا کر کے

گٹسی لاری میں بعد میں آنے کے لئے چھڑ گئے۔ بڑے شیطان کی طرف سے ایک نزدیکی راستہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اُسی طرف سے موٹر بس روانہ ہوئی اور دس پندرہ منٹ میں عربی وقت کے تین بجے اور مندر متنائی وقت کے نو بجے دن کو ہم لوگ حرم محترم کے باب الاداع پر پہنچ گئے۔ ہم فوراً والدہ ماجدہ اور خالہ صاحبہ کو لیکر حرم شریف میں داخل ہو گئے۔ دیکھا کہ مطاف میں مشکل دس پندرہ آدمی طواف کر رہے ہیں اور مطاف تقریباً انسانوں سے خالی سا ہے۔ پہلے قرابا یا تھا کہ والدہ ماجدہ اور خالہ صاحبہ کو شیشہری پر طواف زیارت اور سعی کروائی جائیگی۔ مگر فضل ربانی کے اس ظہور خاص کو دیکھ کر ہم بے اختیار ہو گئے۔ ہم نے والدہ ماجدہ سے کہا کہ اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ آپ حجر اسود کو ہجوم نہ ہونے سے آسانی بوسہ بھی دے سکتی ہیں اور بیت الطینان سے طواف بھی ہو جائیگا۔ ذرا سہمت فرمائیے وہ فوراً رنجی ہو گئیں اور ہم خود مطوف بن گئے۔ اور ہم نے ایک مہینہ کے قیام طویل میں خود دوسری بار حجر اسود کا بوسہ لیا اور والدہ ماجدہ کو نو تین مرتبہ حجر اسود کے بوسہ کا موقع ملا۔ بہت ہی اطمینان سے ہر چکر کی مخصوص دعائیں پڑھتے ہوئے طواف زیارت کے ساتویں چکر ختم کر کے مقررہ پردہ

پڑھو ان کے بعد مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز واجب الطواف پڑھو اگر وہاں
 کی دعائیں پڑھو ان میں جہنم میں چاشت کی نماز پڑھ کر میرا رب رحمت کے نیچے
 غلاف کعبہ کو پکڑ کر رب نے حضوری کامل سے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ صاف
 محسوس ہو رہا تھا کہ وہ قبول فرمائی گئیں۔ ہم لئے اپنے لئے صرف یہ دعا کی کہ
 میرے مولاً میرے مالک! میں تو اپنی ذات کے لئے صرف تیری رضا چاہتا ہوں
 اور کچھ بھی نہیں مانگتا۔ مانگنے سے پہلے تو سب کچھ رحمت فرمادیتا ہے۔ ہاں
 بڑی ہمیشہ صاحبہ کے لئے بصیم قلب دعا لکھائی اور قرین قبولیت ہوتی صاف
 معلوم ہو گئی۔ جہنم سے فارغ ہو کر تیسری کے اختطاریں چاہ زمرم پڑھیں گے۔
 سیراج نامی ایک مستعد از حد کارکن نہروان نے جو جداء سے ہم لوگوں کی خدمت
 ممکنہ کر رہا ہے۔ دو شہریاں لادیں اور والدہ ماجدہ اور ہم اللہ خالہ صاحبہ
 نے شہریوں میں ٹھیکہ سہی پوری کر لی۔ ہم نے پوری سہی کے ساتوں چکر نہ صرف پیدل
 مکمل کر لئے بلکہ جوتیاں باب الوداع پر چوڑ دینے کی وجہ سے تنگے پیر سہی
 کرنی پڑی۔ بظاہر خود ہم کو اس کی مطلق توقع نہ تھی کہ ہم پیدل سہی مکمل کر سکیں گے
 ایک رات پہلے براہِ معظم جب طواف زیارت سے فارغ ہو کر سہی کرنے
 لگے تھے تو ان کا بیان ہے کہ ایک چکر کے بعد طاقت نے جواب دے دید

اور انہوں نے شہری پرستی کس کی۔ مگر محض ہیرے ذوالقُوۃ المَتین
 ارحم الراحمین کا یہ بھی ایک فضلِ خاص ہے کہ اُس نے زار و نزار بیمار ی
 شدید ہے ہوئے ہمارے جسم میں اتنی طاقتِ حرمت فرمادی کہ فرضِ سعیِ بیدل
 بحسن و خوبی پورا ہو گیا۔ ساتوں چکر پورا کر نے کے بعد جب دعا کر کے مروہ سے
 گھر آ رہے تھے تو جسم تک اس قدر سبک اور ہلکا بجائے کہ گھان کے غوسے ہو رہا
 تھا کہ جی چاہتا تھا جو سما میں پرواز کریں۔ صفا و مروہ کی کے درمیان جہاں سی
 کی جاتی ہے۔ اُم القریٰ کہ مظلہ کا سب سے زیادہ آباد بازار واقع ہے
 اور طرح طرح کی اشیاء اور نوادرات سے ہر دو جانب دوکانیں بھی ہوئی
 ہیں سی کریں والوں کیلئے یہ بھی ایک تباہ و آزمائش ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ آیا وہ ذوال
 سعیٰ جنہوں نے عیدہ اور پیر پڑتے ہوئے بھی کرتے ہیں دیدارِ کائنات کیلئے نظرِ خوش کو دیکھتا
مصریوں کی چیرہ دستیاباں | مصر ایک وسیع زرخیز خوش حالی نیم خود مختار
 ملک ہوئی جو سے عالم اسلام میں اس کی بڑی وقعت اور اس کا ایک خاص
 مقام ہے۔ جدید تحریک وحدتِ عربیہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے اس کے درجہ
 سیاسی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور غلامانِ منہ کے مسلمان
 تو ہمیشہ سے آزاد و نیم آزاد ممالکِ اسلامیہ کے متعلق حسنِ ظن کے عادی سے

ہو گئے ہیں۔ اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ فقیر دعا گو سفر حرمین شریفین سے بحیرت
اپنے وطن حیدرآباد دکن واپس ہونے کے بعد بَعُوْنِ اللہ تعالیٰ اس کا
عزم مصمم رکھا ہے کہ سفیر صاحب مصر کے پاس ایک بہت بڑا تحریر نامے
رشتہ اخوت اسلامیہ اس بارہ خاص میں ارسال کرونگا کہ جاپان جیسے اشد شدید
تنگ انسانیت ظالم و اظلم ملک والے محض سیاسی اغراض کیلئے ازراہ مکر و با
غیر ممالک کے سیاہوں کے روبرو اس قدر اخلاق فاضلہ اور انکسار کا ملکہ کا
مظاہرہ کرتے تھے کہ ان خشیوں کے پُر اکل نہ نقاب ہو کہ چینیوں پر حملہ آوری
کر کے نہایت دیر مظالم توڑنے تک تمام مہذب ممالک کے سیاہان جاپان
ان کے مکالم اخلاق کے رطب اللسان اور شاخاں تھے۔ اس لئے اشد ضروری
میں علمائے جامعہ ازہر اس بات کو اپنا فرض عین تصور فرمائیں کہ حجاج مصر
جب حرمین شریفین آئے یگیں تو ان کو بار بار بتا کہ یہ اشد شدید بارہ بد مواعظ حسنہ
اس امر کی تنبیہ کریں کہ مکہ معظمہ کے حرم شریفین میں خصوصاً اور دوسرے مقامات
پر عموماً اسلام اور مصر کے مفاد کا خیال کرتے ہوئے مجنونانہ طور پر اپنی زور
آوردی طاقت و سبقت کا مظاہرہ دوسرے کمزور و حجاج خصوصاً مسند و تنابو
کے جیسے خجف استخاف پر ہرگز نہ کریں۔ حالت یہ ہے کہ وہ حرم محترم جس کے

متعلق نص قطعی کلام پاک کی ہے۔ مَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا
وہ حرم پاک و مقدس جس کے جانداروں کو بتوں و تنگ کو ایذا دینا سخت منع
ہے۔ اس میں مصری تھرات جو اپنی جسمانی قیل میکیری اور کمال پُرغوری کی
وجہ سے اکثر حالت سکڑ میں رہتے ہیں۔ دوسرے حاجیوں کو طواف میں اور
چلتے پھرتے سخت جسمانی اذیت پہنچا کر شاید مسرور الوقت ہوتے ہیں۔ بلا تامل
پیر کھل کر بڑھ جائیں گے۔ اگر پیچھے ہوں تو طاقت اور زور سے آگے والے حاجی
کو ڈھکیل کر مسابقت کر کے آگے بڑھتے ہوئے اپنی زبردست کہنی سے
پسلی میں ایسا ٹھوک دیں گے کہ کئی دن تنگ پسلی دھکتی رہے گی۔ حتیٰ کہ مدینہ
طیبہ میں مجھے ایک ضعیف العمر حاجی نے اپنا سینہ کھول کر پسلی کا ریم آلود زخم
دکھلایا جو مصری کی کہنی کی مار کا نتیجہ تھا۔ دھکا دینا نماز کے لئے تنگ سے
تنگ مقام پر طاقت اور زور کے بل سے ارد گرد والوں کو اذیت میں ڈال کر
جگہ حاصل کرنا۔ اکثر طواف کے وقت آٹھ آٹھ اور دس دس کی تعداد کا ہاتھ
میں ہاتھ ڈال کر آگے والوں کو ڈھکیلے پھلتے گرتے ہوئے آگے بڑھ جاتا
سجدہ میں پڑے ہوئے نمازیوں کے سر پر بلا تامل پیر رکھ کر گزرتا۔ یہ ایسے
روزمرہ کے اتھارو ہاں روح اور تکلیف دہ خود اپنے پر پھینٹے ہوئے

واقعات میں کہ جن کو دیکھ دیکھ کر اپنی تکالیف کے لئے نہیں بلکہ محض اس خیال سے کہ بہت اذیت ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا یہ لوگ مسلمان ہیں۔ وہ مسلمان جن کی شان یہ بیان کیگئی ہے کہ **اَلْمُسْلِمُ مَن سَلَّمَ اَلْمُسْلِمُونَ** **مِنْ يَدٍ وَلَا لِسَانٍ**۔ مسلمان وہ ہیں جن کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ضعیف نجیف ہندوستانی ان مصری ابوالہول تجاہ کی چہرہ دہشتوں کے زیادہ تر شکار ہونے میں۔ اور محض دو دو بات سے صبر کہہ جیتے ہیں۔ اور ان تئیکہ بے نیاز مالک کا مدبار عالی ہے۔ یہ کو پچہ عشاق ہے۔ یہاں کا لوازمہ درد و کد ہے۔ اور طرح طرح کے مہمات کا برداشت کرنا ہے۔ اور جہانی آلام کو انجیز کرنا ہے۔ دوسرے حرم محترم کے احترام کے خلاف ہے کہ سخت جہانی اذیت پہنچنے پر بھی بلا وجہ اذیت پہنچاؤ لے کے ساتھ جو آیا زبان باجسم سے کچھ کا روئی کجائے۔ تئیک اسلامی قانون یہ ہے کہ تھپڑ کا بدلہ تھپڑ آکھ کا بدلہ آکھ۔ دانت کا بدلہ دانت ہے۔ مگر یہ قانون حرم شریف کے اندر بروئے کار نہیں لایا جاسکتا۔ یہاں تو واقعی صوف بہرام مصائب جفا و قضا برداشت کر کے خاک ہو جائیگی جگہ ہے۔ مگر ان بیجا کارروائیوں ان بیجا قسم کی جہانی قوت کی رد و انکریوں کے حرم میں

مظاہرہ کرتے رہنے سے خدا را کوئی کہے کہ مصریوں کے متعلق دوسرے
 حمالک کے مسلمان اور ضد و تسانی آیینیک گمانی قائم کریں گے یا تمفر
 اور شدید تمفر کا جذبہ جاگزیں ہوگا۔ میرا پناہ تبارہ ہے کہ ایک جمعہ
 کو حرم شریف میں ایک اندھا از حد ضعیفہ، بد اکثر اور بد نصیب انسان
 لکڑی سے راستہ ٹوٹتا ہوا لوگوں کے ہجوم سے گز رہا تھا۔ ایک فیل مٹ
 مصری کی پشت سے غریب فوراً مارا یا ہی تھا کہ مصری قے اس فوراً
 زور اور طاقت سے اسے مارنے لگا اور کوہکا دیا کہ اب انتہا زمین پر
 گر کر چراغِ قریب تھا کہ انتہا حرم شریف کے فرش پر سر شدت سے
 گرا کر پھٹ جاتا اور دینے لگا۔ اسے آزار پہنچا کہ دو پارہ بیٹھے
 ہوئے نمازیوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ سمجھا لیا۔ غریب، نحیف -
 آنکھوں سے محدود زار و قطار میں ظلم مرتکب ہوئے لگا اور بار بار اپنی بے نور
 آنکھوں کو کھلا کر کہتا تھا کہ بابائے میں رہتی ہیں ہے۔ میرا نہیں ان محدود
 آنکھوں کا تصور ہے۔ چنانچہ اتھاروی جنوں اس نذر شدت سے جسم میں
 کہولنے لگا کہ پسینے آگئے۔ اگر حرم محرم نہ ہوتا تو اس فرعون مصری کی ضرور
 کافی گت بنا دیتا۔ سفر نامہ نگار کے ملاحظہ فرمانے والے متقدم حضرات خدا را

آپ خود انصاف فرمائیے کہ آیا مصریوں کا جو تقریباً سو فیصدی تودہ ٹحی اور قیل پیکر ہوا کرتے ہیں۔ حرم شریف میں ایسی ناشائستہ ہیماۃ حرکات کرنا آیا پسندیدہ فعل ہے یا اس قابل ہے کہ ان کے علماء ان باوہ غرور طاقت جہان سے مرست جاہلوں کو اچھی طرح سمجھائیں کہ وہ حجاز مقدس اور حرم شریف میں ایسی جی حرکات کر کے اسلامی ملک مصر کو ہر جگہ بدنام نہ کریں۔ انشاء اللہ میں نہ صرف سفیر مصر بلکہ وزیر خارجہ وزیر داخلہ تمام ذمہ دار مصری حکام اور جامعہ ازہر کے پاس اس بارہ میں مفصل حالات کا گشتی خط ارسال کروں گا۔ اور پوری سچی کروں گا کہ یہ بدنام داغ اسلامی ملک کے دامن سے قطعی پاک وصاف ہو جائے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَان۔

امتحان عبیدیت | ہم نے جہان تک سمجھا ہے روح شریعت محض امتحان عبیدیت ہے۔ اتباع احکام شرع سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ سے ہر طرح کی مشکلات دینی و دنیاوی حل ہو جاتی ہیں۔ ہر طرح اور ہر قسم کی رجن و نجاست چاہے ظاہری ہو یا باطنی بالکل دور ہو کر نجات کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ مَنْ بَقِيَ اللّٰهُ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيُخْرِجْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ ارکان اسلام میں سب سے زیادہ اہم الام اور شرائط خاص

سے مشروط رکن حج ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے دنیاوی امتحانات میں سے ڈاکٹریت یا ایم۔ اے کی ڈگری ہے۔ اتہائی امتحان یا ابتدائی کئی نوع کے پرچے امیدوار کو دیے جاتے ہیں۔ کوئی پرچہ تلف کا ہوتا ہے کوئی تایع کا اور قس علیٰ نذر۔ اس طرح حج کے امتحان میں بھی چند خاص پرچے دیے جاتے ہیں۔ ایک پرچہ صبر و تسلیم اور رضا کا ہے کہ اس راستہ میں جو مشکلات جو مواعظ جو جہانی و روحانی شائد پیش آئیں حاجی اس کو اس راستہ کے لوازمات میں سے سمجھ کر اس پر مجبوری سے نہیں بلکہ خوشی و خرمی سے صبر کرے اور یہ سب لے کر

چاشنی درِ حقیق قابل ہر غلغلیت

زہرِ زخاں شہاں نامور اوسند

ایک پرچہ شکر کا ہے جو آرام و سہولت اور فضل خاص نصیب ہوا سپر شکر کہ مزید نمائے اپنی اس کو اس فکر سے محنت ہوں گے وَلَإِنْ تَسْكُرْتُمْ لَا تَزِيدَ تَسْكُرًا۔ ایک پرچہ ادب کا انحصار ہم ہے کہ ہر مقام کا کما حقہ جس قدر کامل ادب ملحوظ رکھ کر زیارت کی جائے گی۔ اس قدر فیضان سے بہرہ ور ہوں گے۔ اور خدا نخواستہ بے ادبی یا سوئے ادبی سے رہی ہو یا نجی

تلف ہو نیکی علاوہ نَحْوُ بِاللّٰہِ سببِ ایمان کا خطرہ ہے۔ ایک پرچہ خدمتِ خلق تھا ہے۔ اور خدمتِ خلق ہی تمام تر عبادات میں سب سے افضل اعلیٰ اور اتم عبادت اور عند اللہ بجا مقبول ہے۔ سفر حج میں جس قدر خلق اللہ کی خدمت ممکنہ کی جائے گی اللہ جل شانہ اور اس کے رسول اکرم کی بارگاہِ عالی میں اسی قدر تقرب کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے تصدیق سے ہر عازمِ حجِ بیت اللہ شریف اور زادِ دینہ طیبہ کو توفیق ارزانی فرمائے کہ ان امتحانات کے پرچوں میں زامہ نہیں تو پاس ہو جانے کے قابل نمبر ضرور حاصل کر سکے۔ آمین۔

دورِ سعودی کی | فقیر دعا گو ایک بوریائین زادیہ خول گنہامی میں
برکت اور شکایات | مقیم بیاسات سے الگ تھلگ رہنے والا انسان
ہے اور میرا ملک تلخ کھلی اور میرا مشرب ہے۔

میرا حال میں راضی بہ رفا ہو تو مرزا دیکھو

دنیا ہی میں رہتے ہوئے جنت کی فضا دیکھو

اس لئے میں نے سفرِ حرمِ شریفین میں جو حالات بحشم خود دیکھے یا معتبر لوگوں سے سنے ہیں ان کو سفر نامہ نہ نہیں درج کر دیا ہے۔ اذرا و کمرمت کوئی

سیاسی مذاق رکھنے والے محترم اسی گویا بیات کی عیناک لگا کر ہرگز ملاحظہ نہ فرمائیں۔ سب سے اہم الام اور حد درجہ قابل تائیس اصلاح جو کہ روح وحدت کاملہ ہے اور دوسری کامیں اس کو بہترین کارنامہ سمجھتا ہوں۔

وہ حرم شریف بیت اللہ میں اور بدینہ طیبہ میں حرم نبویؐ کے اندر ایک ہی جماعت کا قائم کرنا ہے۔ سبحان اللہ ایک ہی امام کی اقتداء میں بیت اللہ شریف کے اطراف لاکھوں مصلیوں کا ایک وقت نماز ادا کرنا ایک ایسا منظر عجیب الاثن ہے کہ توحید کا لطف آجاتا ہے۔ اور جن خوش نصیبوں نے اس کو دیکھا ہے وہ کبھی بھلا نہیں سکتے۔ ورنہ اس سے پہلے اہل سنت والجماعت کے چار مصلوں پر چار جہان نمازیں علیحدہ علیحدہ ہوا کرتی تھیں۔ اب امام ایک ہی ہوتا ہے۔ اور ہر عقیدہ۔ ہر شریعت ہر ملک اور تمام تر دنیا کے اسلامیہ کے اہل قبضہ مسلمان منقذی بن کر ایک وقت اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ صاف شہود ہوتا ہے کہ رب البیت کا بدرجہ رحمت تمام جماعت کے سربراہ سا یکن ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ

دوسری اصلاح احکام شرعیہ کا کامل اجراء ہے۔ اس وقت تمام ممالک اسلامیہ میں چاہے وہ خود مختار ہوں یا نیم خود مختار کہیں۔ یعنی احکام شرعیہ

کابل اجراء بحکر مملکت سعودیہ عربیہ کے پایا نہیں جاتا۔ اس کی ایک مثال
سارقی کا پید لینے چور کا ہاتھ کاٹنا ہے کہ کہیں کسی اسلامی ملک میں آمرنجہ
سے مغلوبی کے باعث قطع پید کے حکم پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تیسری اصلاح کابل
امن و امان کا قیام ہے جس کی مثال صدیوں سے عرب میں ناپید تھی
نہ کی حکومت جو صحیح اور سچے معنوں میں خادم الحرمین الشریفین تھی۔
عربوں کی تکریم کے باعث ان کو باگ ڈور ایسی ڈھیلی چوڑی تھی کہ غیر
حجاج و زائرین کی جان عرب بدوؤں سے شدید خطرہ میں رہتی تھی اور لوگ
اس زمانہ میں سر سے گھن باندھ کر حج کیلئے روانہ ہوا کرتے تھے۔ حکومت
سعودیہ کے دور میں اب کسی بدوئی کی مجال نہیں کہ ٹیری آنکھ سے کسی حاج
کو دیکھ بھی سکے۔ مگر اس کابل امن و امان کی قدر حجاج بہت کم کرتے ہیں۔
اس کی نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ نعمت کی قدر صرف انسان دو ہی صورتوں میں
کیا کرتا ہے۔ یا تو سخت زحمت و مشقت کے بعد وہ نعمت حاصل ہوئی ہو
یا خدا نخواستہ ناشکری سے نعمت زائل ہو جائے کہ قدرے نعمت
بعد زوال۔ یہ صحیح مفولہ ہے یہ چند امور تو حکومت کے حواس ہیں۔ مگر
حجاج کو حکومت سے کچھ وجہی شکایت بھی ہے۔ پہلی شکایت یہ ہے کہ فیض

معلیٰ کے نام سے جدہ ہی میں دو سو روپیہ بہت زیادہ رقم لے لی جاتی ہے۔
 یہ مائدہ عرب میں انتقادی تباہ حالی کا دور دورہ ہے۔ مگر دوسری عالمگیر
 جنگ کے اثرات کے باعث تمام عالم کا کوئی ملک کوئی خطہ کوئی جگہ ایسی
 نہیں رہے جو قحط عام اور انتقادی تباہ حالی کی زد سے محفوظ رہ سکی ہو۔ ہمارا
 ملک ہندوستان تو پہلے ہی سے از حد غریب و نادار ملک ہے اور اکثر اوسط
 طبقہ کے مسلمان ہندوستان سبج کیلئے آیا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر سعودی حکومت
 ٹیکس کم کر دے تو بہت زیادہ تعداد میں حجاج آسکیں گے۔ اور اس طرح انکو
 مالی منفعت بھی بہت زیادہ ہوگی۔ دوسری سخت شکایت یہ ہے کہ حجاج سے
 مدینہ منورہ جانے کے لئے پیٹنی کرایہ لاری کے نام سے مبلغ ساڑھے چھ سو
 ریال کی خطیر رقم وصول کر لی جاتی ہے اور جب حجاج کو اس کا علم ہوتا ہے کہ
 سعودی عرب کی رعایا سے ہر زمانہ میں اور دوسرے لوگوں سے ماہِ ربیع الاول
 میں کو شانِ اٹھ جانی کے بعد صرف پچیس ریال کرایہ آمدورفت جو کہ واقعی
 واجب ہے وصول کیا جاتا ہے تو حجاج کے غم و غصہ کی حد نہیں رہتی۔ اولاً
 جب کہ اونٹ کی بجائے موٹر پر مدینہ منورہ آمدورفت جاری ہوئی تھی تو یہ
 قاعدہ تھا کہ کم از کم پانچ چھ لاریاں قافلہ بنا کر روانہ کی جاتی تھیں اور ایک

موٹر میں علیحدہ فالتو پُرزے ٹاٹر کی اصلاح کا سامان وغیرہ رہتا تھا۔
 تاکہ راستہ میں کوئی موٹر خراب ہو جائے تو فوری اصلاح کرنی جاسکے۔ مگر اب
 ایسا نہیں کیا جاتا اور راستہ میں موٹر خراب ہو کر گھنٹوں اور بعض اوقات
 دنوں کبھی آتی جاتی۔ موٹر پر اپنا آدمی منزل سے امداد لانے روانہ کرنے کے لئے
 پڑی رہتی ہیں حکومت ضرورتاً فائدہ کی صورت میں لاریاں روانہ کرنے کا
 بندوبست کرے۔ اور موٹر کے فالتو پُرزے اصلاح کرنے کے سامان کے
 علاوہ زخمیوں کی مرہم ٹی کا ضروری سامان اور ایک ایندھنی مدد جراحی
 کا کام جاننے والا آدمی فائدہ کے ساتھ رکھا کرے تو بڑی سہولت ہوگی۔
 سنا جاتا ہے کہ امریکن کمپنی جو مملکت سعودیہ عربیہ سے اس قدر کثیر مقدار میں
 پٹرول نکال رہی ہے کہ وہی پٹرول مشرق وسطیٰ میں کام آ رہا ہے۔ اور اندازہ
 کیا جا رہا ہے کہ عرب کے تیل کے چشمے ایران کے چشموں سے کم از کم پانچ گنا
 بڑے ہیں کمپنی روزانہ ایک لاکھ روپیہ کی رقم حکومت سعودیہ کو بطور حق مالکیت
 دے رہی ہے اور مکہ منظر اور مدینہ منورہ میں پٹرول اس قدر سستا ہے کہ
 چار پانچ ریال میں بارہ گیلن کا بیسپا بل جاتا ہے۔ پہلے پہل یہ غدر کیا جاتا
 تھا کہ حکومت کو بجز حجاج سے وصول کرنے کے اور کوئی آمدنی کسی قسم کی نہیں ہے

اس لئے وہ مجبور ہے کہ اپنے بیشتر اخراجات کی پابجائی حجاج سے ٹکس وصول کر کے پوری کرے۔ مگر جب کہ پٹرول جیسی بیش بہا چیز حجاز میں برآمد ہو رہی تو اب حکومت کا یہ غدر، غدرِ رنگ سے زائد نہیں سمجھا جاسکتا۔ اقتصادیات کے نقطہ خیال سے جس قدر نفع کم لیا جائے اسی قدر گاہک بڑھتے ہیں۔ اور آمدنی میں توفیر ہوتی ہے۔ بہر حال یہ گدائے بین الاقرب کوئے بنوئی خسرو تھا عزمِ مصمم رکھتا ہے کہ بے اثر اور بیکار سہی اپنی ناتوان آواز اس بارہ میں ضرور بلند کر لگا اور جس طرح بھی ممکن ہوگا حکومت عربیہ سعودیہ کو ان امور کی طرف متوجہ کرے گا۔ چوتھی شکایت جو ہر ہندوستانی حاجی کی زبان پر عام ہے وہ ایسی ہے کہ حکومت ہند اور حکومت سعودیہ کو اس کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ اور سمجھوتہ کر لینا اشد ضروری ہے۔ وہ شکایت ہندوستانی سکے کی بے قدری اور اس پر حد سے زیادہ کھانوفنی کا غایہ کر دیتا ہے کہ سال گزشتہ صرف فیصدی گیارہ روپیہ کم کر کے عربی سکے ریال مبادلہ میں دیا جا رہا تھا۔ اس سال چونکہ نسبتاً حاجی ہندوستان سے زائد آگئے۔ اس لئے شرح مبادلہ بھی فیصدی گیارہ سے بڑھ کر ساڑھے تیرہ اور چودہ تک ہو گئی۔ روزانہ گویا سٹ بازی ہو کر ریال کا بھاؤ گرنا اور چڑھنا تھا۔ اولاً جب کہ ہم لوگ جدہ میں اترے تھے تو

ہندوستانی سکے اور ریال کا بھادو مساوی تھا۔ سو روپیہ کا نوٹ دینے پر سو ریال پورے ملتے تھے۔ اور اوائل ذی الحجہ میں حج کے قریب ساڑھے تیرہ ۱۱ چودہ فیصد کی کم ہو کر ملنے لگا۔ اور تحریروں کے وقت تک جبکہ محرم ۱۳۶۵ء کی پانچ تاریخ ہے بھادو بارہ روپیہ کم فیصدی ہے۔ اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ریال یعنی عربی روپیہ کے مبادلہ میں چھوٹے سکے لینے میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی چیز بازار سے خرید لیا تو ایک ریال کے بائیس قرش لئے جاتے ہیں۔ اور اگر وہی ریال صراف کے یہاں دے کر قرش لیا جائے تو دو کم کر کے بیس قرش ملتے ہیں۔ چوتھا سکہ حلال ہے جو ایک قرش کا چوتھائی ہوا کرتا ہے۔ حساب ہے جب کہ حلال قرش کا چوتھائی ہے تو ایک ریال کے اتنی ملنا چاہیے۔ مگر آپ کو تعجب ہوگا کہ عربی صراف ایک ریال کے صرف چالیس حلال دیا کرتے تھے اوسط طبقہ کے حجاج زیادہ تر حلال سے خیرات کیا کرتے ہیں۔ اس اُلت پھیر میں حلال بتانے کے بعد ہندوستانی سکے گویا پچاس فیصدی گھٹ جاتا ہے خیال فرمائیے کہ روپیہ کی قیمت جب پچاس فیصدی گھٹ جائے تو اس کا کفدر بار غریب حاجیوں پر پڑے گا اور نہ معلوم کتنے لاکھ روپیہ کا بھیر بھیر ہو چکا ہوگا ہندوستانی سکے کی یہ بے قدری معمولی نہیں۔ بلکہ ایسے اشد ضروری امور ہیں

کہ جس کا حل کرنا حکومت منہ کیلئے بجٹ ممکنہ لوازمات ہیں سے ہے۔

حجاز کی منزل آخری

از مکہ معظمہ تا مدینہ منورہ

برادر منظم حکیم عبدالقادر صاحب انصاری کو ملک الحجاز و سلطان
نجد عبدالعزیز ابن سعود نے بتایں ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۶۲ء یا دفرما کر اپنی اور اپنے
مخلات کی بنفس دکھلائی۔ دو ایس تغیر کرنے فرمایا اور مدینہ منورہ جانے کے لئے
لاری کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ ۲۵ ذی الحجہ کے دن سامان کے
حمل و نقل کی ایک لاری وی ایٹ فورڈ بیجھت کی آگئی۔ تمام قایم و عبید
لاریاں مصری حجاب کو بیکر مدینہ منورہ چلی گئی تھیں۔ اس لئے وزیر صاحب بابا
عبدالسلیمان صاحب نے اپنے ذاتی سامان کی لاری عطائی۔ غنیمت سمجھا گیا
اس لئے کہ اگر مدینہ طیبہ سے اچھی لاریوں کا انتظار کیا جاتا تو کم از کم مہینہ عشرہ
اس میں اور گزر جاتا۔ ایک دن لاری کو کیا نوس کا چھت ڈالنے اور عارضی
سیڑھی بنیا کر کے میں لگا۔ بروز تہہ مطابق یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو ہم لوگوں نے
تہجد کے وقت طواف و اداع سے فراغت کی۔ اور خانہ کعبہ کو دیکھتے ہوئے

اُسے پیر باب الوداع تک آکر وہاں قریب کھڑی ہوئی لاری میں سوار ہو گئے
 سامان کے صندوقوں پر بستر لگا دیئے گئے تھے۔ سامان کی کثرت سے لاری چٹی
 ہوئی تھی چوں توں کر کے سب ہم سفر بیٹھ گئے اور رات کے پچھلے پہر مکہ معظمہ
 سے جدہ روانہ ہو گئے۔ صبح کی نماز لاری میں سب نے اشارہ سے ادا کی۔ عربی
 وقت کے دو بجے اور منہدوستانی وقت کے آٹھ بجے صبح جدہ اپنے وکیل صالح
 بیسوی کے مکان پر پہنچے۔ وہاں والدہ ماجدہ کا کچھ سامان رکھا تھا اسکو
 لاری میں منتقل کیا گیا۔ صالح بیسوی صاحب نے بہت پر تکلف ناشتہ کروایا۔
 گیارہ بجے دن کو جدہ سے روانہ ہوئے۔ پٹرول کے ذخیرہ پر حکومت کے پٹرول
 سے رابع تک کیلئے بھروا گیا اور مدینہ طیبہ کی کچی ٹرک پر لاری روانہ ہوئی۔
 ”صل مدینہ کی طرف چل تجھے لے چلتے ہیں چل“

دو روز بان تھا اور دل تڑپ رہا تھا۔ رابع سے پہلے ایک منزل پر لاری
 روک کر فوج اور نماز ظہر سے سب لوگ فارغ ہو گئے۔ اس منزل سے چند
 فرلانگ کے فاصلہ پر سمندر و بحیں مار رہا تھا اور ہوٹل میں تازہ تازہ نہایت
 فریچیلیاں روغن زیتون میں تلی ہوئی حاجیوں کو لذت کام و دہن ہم پہنچا
 رہی تھی۔ مغرب سے پہلے رابع میں پٹرول دوبارہ بھرا کر لاری چل دی۔ لاری کا

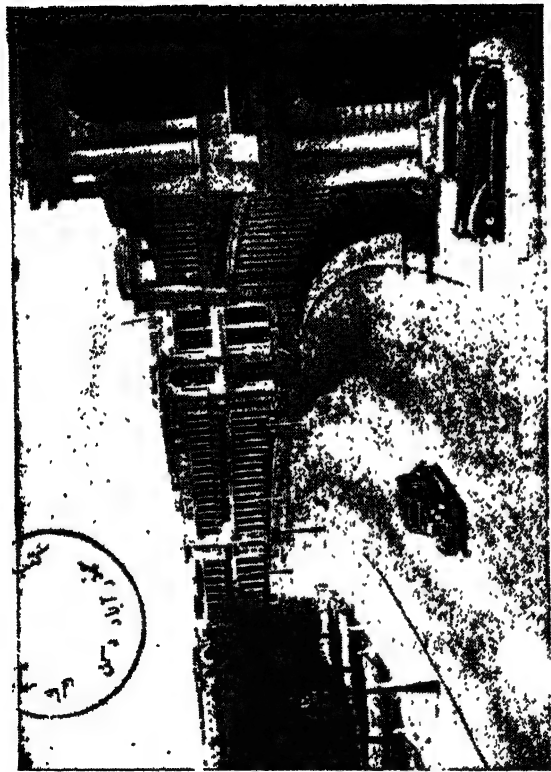
سکراری ڈرائیور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم قوم حبشی ہے اور اپنے کام میں جہارت کھی رکھتا ہے۔ ہم نے اس کا نام شمامہ العبر رکھ دیا۔ درحقیقت اس کا نام علی تھا۔ رابع کے بعد بیرحان ملک کی منزل دیرہ سو میل کی منازل مدینہ طیبہ میں سب سے زیادہ سخت منزل اس لئے ہے کہ نہرا بھرا اور ریگستان ہے۔ ایسی نرم بالو ہے کہ موٹر کے پئے تقریباً دو ٹکٹ سے زائد بالوں پر بٹھس جاتے ہیں۔ اس بالو سے بہ سہولت دھیسے اور چھسے بغیر موٹر کمال نیچا بہت ماہر ڈرائیور کا کام ہے۔ شاذ و نادر کو موٹر اٹکے بغیر اس کڑی منزل سے جو دیرہ سویل لمبی ہے نکل سکتی ہے۔ شمامہ العبر نے کمال کر دکھایا اور موٹر کو ایک جگہ بھی اٹکتا پارکنا نہیں پڑا۔ یہی مانک دو ابلال کا فضل اور رسول اکرم کی رحمت خاص کا فہرہ ہے۔ جدہ سے روانگی کے وقت احتمال تھا کہ شاید دھوپ کی شدت کو کیا۔ مگر چیت نہ روک سکیگی اور ضرورتاً تیز رفتاری کی اذیت چوہ نچے گی۔ شمامہ پاک کی سرک پر لاری آتے ہی ایسی تیز رفتاری سے گزرا کہ خوشگوار ہوا فونانی انداز سے چلنے لگی کہ یہ چھا گیا دھوپ غائب ہو گئی اور ہوا کی شدت نے کیا اس کی چیت کے پر نچے اڑا دیے۔ امدادہ تھا کہ بیرحان پہنچ کر

منزل کی جائیگی۔ مگر رات کے گیارہ بج جانے سے میر حسان سے ادھر کی ایک منزل اور رگ گئے۔ پہنوس کے چھپر میں گیا س لمپ جگر گار ہے تھے۔ پچاس ساٹھ عربی کرسیاں جو رات کو پنگ کا کام دیتی ہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور دو قافلے مصریوں کے ٹھیرے ہوئے تھے۔ سردی خوب چمک رہی تھی۔ والدہ ماجدہ اور زنانی سواریوں نے تولاری میں استراحت کی اور سردی کے باعث برادر پر برادر یہ سجد کر کے یہ بھی مکہ معظمہ کا علاقہ ہے۔ چائے دوائی گئی۔ مگر رفع یہ چائے نوشی خوب رنگ لائی۔ اور رنگ رخ اڑسا گیا۔ جب پتہ چلا کہ پہنوس کے چھپر والے گہوہ جی یا ہوٹلی طاقتہ دزدانی عرب میں سے ہیں اور انہوں نے فی بداد و دربان قیمت لگائی۔ حالانکہ عام نرخ کے اعتبار سے ایک ریل میں تین برادر ملا کرتے ہیں پر راجو چوٹا چائے دان ہوا کرتا ہے۔ جس میں تین چار نفعان چائے ہوتی ہے۔ اس پر یعنی متراو شب یا شس ہونے کا کرایہ فی کس دو ریل وصول کیا۔ تھر درویش بر جان درویش۔ یہ سمجھ کر جلتے ریل ادا کروئے گئے کہ یہ وہاں ٹھیرنے کی نہیں ہے۔ رات ہمارے مسافر رفیق تو آرام سے خرٹے پہرنے لگے ہم کو تمام شب مطلق نیند نہ آئی۔ اسلئے کہ مکہ معظمہ میں ایک ابو الہول مصری نے حالت طواف میں اپنے بوٹ کی

ایڑی سے کچل کر ہارے داہنے پیر کی پشت پر رحم ڈال دیا تھا۔ بیخیانی
 اور لا پرواہی سے اس میں بیم پڑ گئی اور وہ ہم جابجا لگ کر چہرے ساتھ جگہ
 دردناک پوڑے پیدا ہو گئے۔ مسافرت کے باعث کوئی علاج نہ ہونے لگا
 وغیرہ جذب کرنے اور لاری میں کچلے جانے سے ان پوڑوں میں سمیت پیدا
 ہو کر انھیں ٹپک اور درد پیدا ہو گیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب بتدریج
 تدابیر اختیار کی گئیں تو تیسری راج اندام ہو سکا۔ ورنہ تقریباً دو ہفتے سے زیادہ تک
 چلنے پھرنے میں از حد تکلیف ہوتی اور نمازیں قیام کے وقت اور قعدہ کہہ کر
 بہت درد اور اذیت ہو کر تھتی۔ اگرچہ کہ اس جہانی اذیت نے قلبی و روحی
 راحت ہم پہنچائی اور اسی مرض نے مسیحائی اصلی روح جبر الکوہین کے مبارک
 و محرم قایمات تک غلامان غلام کو نہ صرف پہنچا دیا بلکہ غلام نوازیوں کی انتہا
 ہو گئی کہ بر سر احوال اپنے ایک ذلیل ترین ماکارہ امتی کی فرمائی گئی۔ آرواح
 فداہ۔ یہ تو ایک جملہ مقررہ تھا۔

آدم بربر مطلب۔ صبح اس منزل سے چلے اور بیرحمان سے
 گزرتے ہی تھریلی اور سنگ لاج ٹرک پر آئے۔ ٹرک تو اس کو کوئی ہی نہیں
 کہہ سکتا البتہ کثرت سے لاریوں کے چلنے سے کچھ نشان سے بن گئے ہیں۔

۱۔ ہنرک کا کام دیتے ہیں۔ حیثیت مجموعی جدہ سے سرزمین پاک طیبہ
 دینہ منورہ پہنچنے تک ہنرک کی جو حالت دیکھی گئی اس سے یہ ایمان راسخ
 ہو گیا کہ محض میرے سرکار کا مجوزہ اور کشش باطنی اور تصرف خاص ہے کہ لاریاں
 اور اس کے مسافر یہ سلاطنت پہنچ جاتے ہیں ورنہ بظاہر لاریوں کے توان سرگول
 نہ جوتہائی سنگ لائے ہیں پرچھے اڑ جاتے اور جوڑوڑ الگ ہو جانے چاہیے
 منورہ حسان سے دینہ منورہ تک تمام راستے از حد مفلک الحال نیم برہنہ
 پیرت کے مارے ہوئے ہر عمر کے بدو مرد عورت بھیک مانگتے نظر آتے
 ہیں جن میں بعض چار چار سال کے ننکے بچے بھی تھے۔ کپڑے کے تھان جو کراچی
 اور کوٹلی میں لیکر چار چار گز کے ٹکڑے بنا کر ہنرکڑے میں دو دو ریاں بانٹے
 گئے تھے۔ اسٹہ ہیران غربا کیلئے چلتی موٹر میں سے پھینکے جاتے رہے۔ اور
 ہر ہی رفیق ہنرک کے دونوں طرف قرش کی گویا بارش ہی کرتے رہے۔ بدو
 خاموشی سے کپڑے اور قرش وغیرہ اٹھالیتے تھے۔ مگر ایک بدو عورت کو
 کپڑا ملے ہی بے اختیارانہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اس نے دعا دی۔ اور ایک
 نیم برہنہ بدو کو کپڑا ہاتھ آتے ہی وہ خوشی سے ناچنے لگا اور دوڑتی موٹر میں
 اسے دوڑتک نظر اتار ہا کہ وہ ناچ رہا ہے۔ اس کی اس حرکت سے دل پر



علامہ قاضی اللہ حسین کی رائے میں اس کی جامعہ طبعی و تمدنی زندگی کے لئے وقف کردہ
 انسانی لاکھ روپیہ کی بجائے جس کا افتتاح حضرت اقدس واعلیٰ نے فرمایا تھا

اس قدر زیادہ اثر ہوا کہ جس کی حد نہیں۔ اور جی چاہا کہ جسم کے کپڑے بھی اتار کر ان
 غریبوں کو دے ڈالیں۔ اللہ اکبر اس غریب قوم مسلم کے افلاس کی یہی حد
 پہنچی کہ آج اس کے نام لیوا در اسے کپڑے کا ٹکڑا ملنے پر بے اختیارانہ حرکت
 کرتے ہیں اللہم ارحم علی امتنا ارحمہم صلی اللہ علیہ وسلم۔
 حضرت والد ماجد قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی موقوفہ جامعہ دارالطیبہ منزل دہلی کی جمع شدہ رقم
 میں سے مبلغ ۲۸ ہزار روپیے اسی غرض سے لائے گئے تھے کہ حرمین شریفین کے
 متحین کو دیے جائیں۔

بہر حال عصر سے پہلے مدینہ طیبہ کے دروازہ پر لاری پہنچ گئی۔ طوفان
 گریہ اٹھ آیا۔ اللہ اللہ یہی وہ منزل ہے جو کشن کشاں جسم زار و زار کو
 کھینچ کر سرزمین حجاز لے آئی ہے۔ اسی پاک سرزمین طیبہ پر سر کے بل چلنے کی آرزو
 ایک مدت دراز سے دل میں درد بن کر جاگزیں ہو رہی تھی۔ اسی خطہ رشک
 فردوس میں سانس لینے کی تمنا سانس کی آدوش کے ساتھ پرورش
 پا رہی تھی۔ ولولہ آئے اختیارِ تنوع میں کہی حضرت جاتی کا یہ شعور و زبان تھا
 کے شود یا رب کہ او در شرب و بطحی اکتم
 کہ یہ کہ سبوز غم کہ در مدینہ جا کیم

آرزوئے جنتِ محلی بروں کز دم ز سر
 گہ بہ بابِ جبریل از شوقِ وادِ لاکِ ستم
 گمانے اپنے سرکار سلطان السلاطین سلطان المشائخ حضرت نظام الدین
 اولیا محبوب الہیؒ کا یہ مبارک شعر گھنٹوں مصروفِ تواجُد رکھتا ہے

صبا بہ سوئے مدینہ روکن

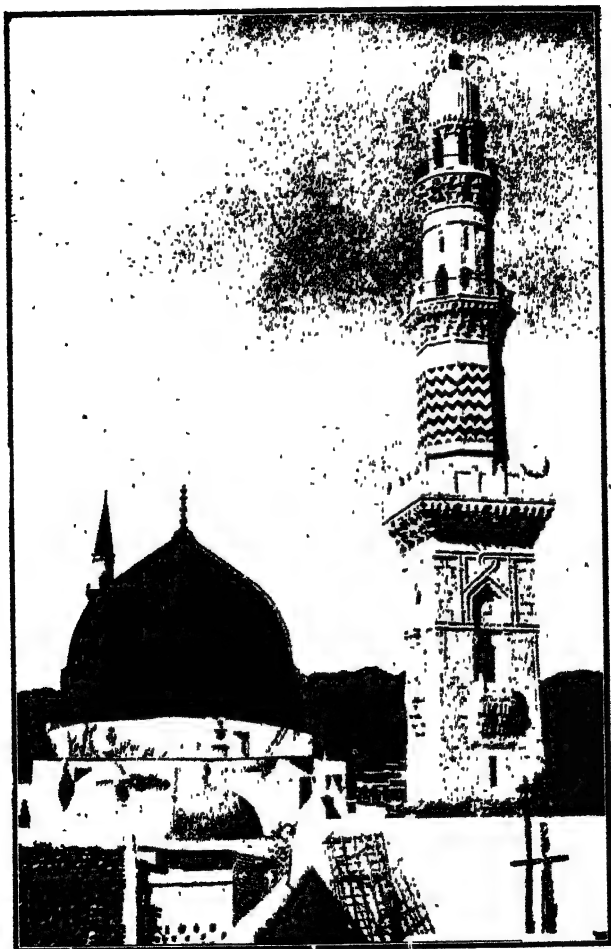
ازیں دعا گو پیامِ برخواں

بگرد شاہِ رسل بہ گردِ

بصدِ تفرّیحِ سلامِ برخواں

لاری مدینہ طیبہ کے دروازہ سے اندر داخل ہوئی اور حضرت شیخ المشائخ
 مدینہ طیبہ مدحزہ صاحبِ رفاہی کے دولت خانہ پر پہنچے حضرت کے
 بڑے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت سید احمد رفاہی صاحبِ مظلّم لوگوں
 کے استغیاث کے لئے مکرر پر تشریف فرما تھے کمالِ محبت سے حضرت نے
 مذاق فرمایا یہ حضرت سے فقیر دعا گو کو فقیر باچوبیس سال سے نیازِ حال ہے
 جب کہ ہم بمبئی میں ۱۲۱۹ھ میں حضرت والد ماجد قبلہ کے ہمراہ تجربہ علیٰ حاصل
 کر رہے تھے تو حضرت سید احمد صاحب نے یہ مثنوی سے ایسے انداز میں پڑھا

مدینہ پاک میں رسول اللہ کی آرام گاہ



کی طرف سے خاندان عالیہ رفاغیہ کا ہم کو خلافت نامہ لاکر مرحمت فرمایا تھا
سُبحان اللہ کمالِ حُسن و خلق اور مہمان نوازی میں سادات گرامی کا کابل
واکمل نمونہ ہیں۔ دوڑ دوڑ کر چار سامان کندھوں اور سر پہ اٹھالینے کی
کوشش فرما رہے تھے۔ بڑی منت و سماجت سے اس حرکت سے باز رکھا
گیا۔ جس وقت ہم کو یہ علم ہوا تو ہماری حالت غیر ہو گئی کہ بڑے حضرت قبلہ
شیخ المشائخ سید حمزہ صاحب کی طرف سے حکماً ہم کو قیام کے لئے ایسی مبارک
و محترم جگہ ملی ہے کہ جس کی عقبہ بوسی کو بہائے زندگی کہا جائے تو کم ہے۔
جس کی خاک پاک طویا کے چشم بجایا رہے۔ لینے خاص مولد حسنین علیہم الصلوٰۃ
ترکی حکومت میں بہمد سلطان عبدالحمید خاں صاحب اس مقام پر گنبد بنا
دیا گیا تھا۔ اور حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محترم
بیت پاک اور مولد حسنین حضرت شیخ المشائخ صاحب کو مود ایک سہ منزلہ
عظیم الشان حکومت کے تعمیر کردہ رہائشی مکان کے عطا کر دیا گیا ہے۔
اس لئے کہ سلطان عبدالحمید خان اور سلطان عبدالحمید خاں ہر دو حضرت
کے خاص فرید تھے۔ ہم پر اس سرفرازی سے جو کیفیت گزری۔ جو برقت
و تواجد ہم پہنچا وہ کیا بیان کریں۔ اس مبارک مکان کے دہلیز کی خاک پاک

پیشانی سے لگائی اور یہ سمجھا کہ پختن پاک کی کمال محبت و الفت اور
فداکاری کے طفیل ہم کو یہ سرفرازی میسر ہوئی ہے۔ بڑا دِ مَظْم اور اُن کے
زمانہ کے لئے اس مقام سے کافی ہٹا ہوا دوسرا آرام دہ کمرہ قیام کے
لئے دیا گیا۔

جلد جلد سامان رکھوا کر وضو کر کے لباس بدل کر باب النساء
کی طرف سے مغرب سے ذرا ہی پہلے اس جگہ جیتے جی داخل نصیب ہوا
جو درحقیقت زمین پر ہر اعتبار سے نقطہ نظر میں حرمیت سے خطہ قروس بریں
ہے جو واقعی جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ حرم پاک نبوی علیہ الف الف
تحیات و التسلیم میں قائم رکھتے ہی ایسا منظر چشمِ ناسوتی ظاہری کو نظر
آجیا جو ہم و خیال و تصور سے بھی بڑتر تھا۔ اس کے کمال احترام اور
تقدس کے علاوہ چشمِ ظاہر کے لئے کبھی تمام روئے زمین پر مسجد نبوی سے
زیادہ حسین و جمیل مسجد کہیں کسی جگہ موجود نہیں ہے۔ سلطان عبدالجید خان
صاحب نے تقریباً اکیس کروڑ روپیہ کی رقم خطیر صرف کر کے اعلیٰ
ترین ماہر انجینئروں خُن کاروں اور مہنّاعوں سے اس کی تعمیر کروائی ہے
مسجد پاک کے پیشانی گنبن ستون چہر عربی کنائیں قائم ہیں ان کا غیر معمولی

مسجد نبوی کا ایک حصہ اندر سے دکھائی دے رہا ہے



ارتقلع حجم او فصاحت و بھکھکھ نقل فرط حیرت میں غرق ہو جاتی ہے کہ ایسے
 عظیم الشان غیر معمولی سنگین ستون کہاں نراٹسے گئے اور کیسے دستیاب ہو
 ہوں گے مہذب لوگوں سے سنا ہے کہ مسجد مبارک کا نقشہ بن جانے کے بعد شیخ الاغوا

خادم خاص کو سرکار عالم و عالمیاں نے ارشاد فرمایا کہ قلاں پہاڑ کے غار میں
 بنیارتون ترشے ہوئے رکھے ہیں وہاں سے چال کر لئے جائیں۔ چنانچہ
 شیخ الاغوا کی نشاندہی پر اس غار میں جسے ستون تعمیر کے لئے درکار تھے۔

اتنی ہی تعداد میں ترشے ترشائے مکمل حالت میں پائے گئے۔ اور وہاں سے
 لاکھ مسجد نبوی صلوٰۃ اللہ علیہ میں گوائے گئے۔ تمام ستون اور پوری مسجد میں
 گہرا مہر جانی آئیل پٹ کا اس قدر خوبصورت رنگ ہے کہ نظر اس کے
 حسن کو بھکھکھٹنا نہیں چاہتی سنگین ستونوں کے نیچے حصہ میں چالیس چالیس

من کے وزنی پتیلی ملتے پڑے ہوئے ہیں اور اوپری حصوں میں جا بجا نہایت
 گہرا سنہری رنگ ہے۔ معلوم ہوا کہ ترکوں کے زمانہ کا رنگ کچھ ہلکا پڑ گیا
 تھا۔ اور نواب صاحب بھاوپور نے جلالت الملک سے خاص اجازت۔

لے کر تین سال قبل عینہ ترکوں کے زمانہ کے جیسا جاذب نظر رنگ از مہر تو
 کروا دیا ہے۔ (بنتہ گنبد ول میں جو رنگ۔ اور کلام مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں)

پاس بیٹھ گئے تھے۔ اور جانی روضہ اطہر پر جب نظر جاتی تھی۔ عجب حالت طاری ہوتی تھی۔ نماز مغرب کے ادا کرنے کے بعد عظم الاخوان حکیم عباد القادر صاحب کے ہمراہ چارے مژور و وکیل جیور صاحب کو ساتھ لے کر حجوم میں سے گزرتے ہوئے آخر کار موابہ اقدس میں پہنچ گئے۔ جی چاہتا تھا کہ بابا کہیں ارے کوئی خارا تبادلو کر آکھ سے کیسے چل سکتے ہیں اللہ! حج سیاه کارگن ہنگار سگ کوئی نبوی غلام غلاماں کی یہ رسائی کہ آج اس سرکار کے خوروں نے جایا جارہا ہے۔ جس کے نام پاک پر عمر بھر تصدق و قربان ہوتا رہا۔ اس کے سامنے جارہا ہے جو جد کونین کی روح ہیں۔ جو بالموئین رؤف الرحیم ہیں۔ اُن کے ملاحظہ میں آج ایک کمترین غلام ایک ادنیٰ ترین امتی پیش کیا جا رہا ہے۔ جن کا ارشاد ہے کہ جو امتی میری زیارت کیلئے میرے بعد آئے گا۔ اُس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی اور میری شفاعت اس کیلئے۔ جب ہوگئی۔ اللہ! اللہ میری کیا باط۔ میری کیا مجال۔ کس منہ سے سامنے جاؤں۔ کیونکر سامنا کروں۔ میرے پاس تو سوائے رنگ آلودہ دل جس کا سد گناہ اتبار در اتبار خروار و رخی و در اخروشوں اور خطاؤں کے اور کیا دہرا ہے۔

کیا کروں؟ کیسے سامنا کروں۔ کیا تنہا میرے پاس ہے جس کو نہ رگ زل
 سکوں۔ سوائے ایک اُنکی فداکارانہ محبت و والہانہ جذبہ خُلق و خُبت کے
 اِسی پس و پیشِ حِیں میں کُشاں کُشاں باز بکڑے ہوئے وکیلِ حِیا
 نے مواجہ اقدس کی جانی کے سامنے کھڑا ہی کر دیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔
 حواس تو پہلے ہی سے گم تھے اب اس میں اور زیادتی ہو گئی۔ خواب کی سی
 حالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھوایا۔ پڑھ دیا۔ مگر اس وقت اور اس موقع
 پر کوئی حضورِ میر نہ ہو سکی۔ وہاں سے ریاضِ الجنۃ کے مقام پہنچ گئے
 اور ٹھہر گئے۔ نمازِ عشاء کی رکتِ اول میں اس قدر شدید قلبی دورہ پڑا
 کہ قریب تھا حرکتِ قلب رُک جاتی۔ مگر موت تو زندگی کی خود محافظ ہے
 اور وقتِ معینہ سے ایک لمحہ قبل ممکن نہیں کہ کوئی جاؤرِ مستی کو اتار سکے۔
 اِس لئے بچ گئے۔

جائے قیام پر واپس آنے کے بعد حضرت سید احمد صاحب
 رفاخی نے مکان کی دوسری منزل بہت ہی بُرے کلفت و قوت کھلائی۔ مُرغ
 پلاؤ اور بہت ہی نفیس زدہ تھا۔ جس میں یہ حدت دیکھی کہ اتنبول کا عطر
 گلاب ڈالنے سے از حد معطر ہو گیا تھا۔ طعام سے فراغت کے بعد بڑے

حضرت قبلہ شیخ المشیخ مدینہ منورہ حضرت سید حمزہ صاحب مازلہ العالی نے تیسری منزل پر یاد فرمایا۔ زہے قسمت۔ زہے بلندی طالع کراج عالم اسلام کی شاید سب سے معززین ہستی شمس فوفاں روحانی سے شرف تلافی و لقاء حاصل ہو سکا۔ حضرت نے التفات خاص سے نوازا۔ معاف فرمایا۔ باصرار تمام اپنے پیلوں میں بٹھالیا۔ ویز تک شرف تکم عطا فرمایا۔ پھر چائے پلا کر نصت فرمادیا۔

معراج زندگی | جیسے کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے مصری حضرات کی کرم فرمائی سے داہنے پیر کی پشت پر حالت طواف میں بوٹ سے کچلے جانے کی وجہ سے زخم پر گیا تھا جس میں ریم ہو گئی اور وہ جا بجا لگ کر چہ سات نہایت اذیت دہ پوڑے ہو گئے۔ مسافت میں کوئی علاج نہ ہونے گرد و غبار جذب کرنے اور لاری میں کچلے جانے سے ان پوڑوں میں سمیت پیدا ہو کر از حد میں ٹپک اور درو پیدا ہو گیا نماز میں قیام اور قعدہ میں از حد تکلیف ہوتی تھی۔ جیلنا پھرنا مشکل تھا۔ ۲۸ رزی الحج ۱۳۶۲ء دو شنبہ عصر کے بعد ہم لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تھے۔ دوسرے دن ۲۹ رزی الحج مشکل کے روز پانچوں نمازیں حرم شریف مسجد نبوی میں

ادا کی گئیں مگر سرکار کی طرف سے یاد نہیں ہوئی۔ اس لئے مواجہ
 اقدیس میں حاضری کی جرات بھی نہیں کی اور صفے پر اپنا ٹھکانہ
 ایک گوشہ میں بنا کر سوائے ضروریات کے لئے جائے قیام پر
 حقوڑی دیر کے لئے آنیکے صبح سے عشاء تک ٹھہرے رہے
 نجات نارسا کی زبونی حبِ حال رہی۔ روئے۔ گر گڑاے
 بار بار محروضہ بادب تمام پیش کرتے رہے۔ مگر پورا دن ایسی
 ہی محرومی میں گزر گیا۔ یقیناً دل کی مکمل شکستگی میں کوئی کسر رہ گئی
 تھی۔ اور نامکمل چیز بے کمال واکمل دربارِ عالی میں کیسے شرفِ
 قبولیت حاصل کرتی۔ بقول حضرت اُحمد۔

نتی ہی نہیں ہے کوئی صورت

جنگ اچھی طرح نہ بگڑے

ہوتا نہیں جوشِ بحرِ رحمت

جنگ کوئی ایڑیاں نہ رگڑے

رات کا بڑا حصہ کچھ توپیر کے زخموں کے درد اور اس سے بھی

زیادہ درد دل کی ٹیس اور خفیہ آہ و بکا کی شدت سے جا گتے

گزر رہا۔ چار شنبہ کا دن ہماری کامرانی و کامیابی کو لیکر طلوع ہوا
نماز صبح صغہ پر ادا کر کے معمولات پڑھ رہے تھے۔ بھٹکم ہو گئی تھی
بہت کم لوگ صغہ پر اس وقت موجود تھے کہ یکا یک صغہ کے سامنے
کی مبارک بنجر جانی کے اندر میرے سرکار عالم و عالمیان بنفسِ نفیس
نہضت فرما نظر آئے اور میرے خلوت کدہ دل کی شب تار
میں شمع شبِ سری کا اجالا ہو گیا اور مدینہ کا بدر کا بل چکنے لگا۔

قلبِ فسرہ کھل گیا حاصلِ عمر مل گیا

پیشی ہے اُن کی خاکِ پامیزے سرِ نیازِ سر

اس روئے انور و اقدس نے نظرِ ظاہری کے روبرو اس طرح

صاف صاف زندگی میں تیسری بار بیدار ہوئی اور جاگتے ہیں اپنے

ویدار پر انوار سے مشرف فرما دیا کہ سبم کا ہر ذرہ وجودِ لہات

انوار سے جگمگا گیا۔ ثباتِ مرشدِ پاک حضرت خواجہ حسن نظامی

صاحبِ قبلہ مدظلہ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ ہم نسبتِ خاکِ راہِ

تو جانِ پاکی سر پہ سر نہ نہ تریبِ خاک اسے نازنین

و اللہ تعالیٰ جانِ ہم کو تیرے حقیقی خاک آئے نازنین۔ اور

اترائیں نگاہیں جو بڑھن سوئے محمد
دل لوٹ گیا دیکھ کے ابروئے محمد

اللہ اکبر اور دہادادی و درمان نیرم۔ غلام نوازی کی حد ہو گئی
تورہ نوازی کی انتہا ہے۔ واقعی تختی کرامت شاید گناہ گاری
ہوا کرتے ہیں۔ اسی لئے کسی نے کہا اور کیا خوب کہا ہے۔ سہ
دو عالم یہ کاکل گرفتار داری

بہر مہزایاں سیدہ کار داری
ز سر تا پیا رحمتی یا محمد
نظر جانب ہر گناہ گار داری

ان مبارک و پاک لبوں سے جن کی ادنیٰ اجنبش سے چاند میں
قیامت آگئی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ان محترم لب ہے
مبارک سے جن کے متعلق خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی۔ ارشاد ہوا مہر
(کیسے ہو) عجز تاب ضبط کہاں تھی۔ یہ مقام انہی درجہ ادب
کا بلکہ کا مقام ہے کہ ہازی تو کیا سستی ہے پونے بڑے صحابہ کرام

جن کے مرتبہ علیہا فہم بشری سے ماورائی ہیں۔ ماورائی میں اُن کو خدا
تعالیٰ تاکید فرماتا ہے کہ خبردار لَا تَرْفَعُوا صَوَاتَكُمْ فَوْقَ
صَوْتِ النَّبِيِّ۔ اپنی آواز بے ادبی سے نبی کی آواز پر بلند ہرگز
نہ کرنا ورنہ تمہارے عمل جبط ہو جائیں گے۔ اگر اس کمال ادب کے
مقام پر نہ ہوتے تو نہ معلوم کیا تماشہ کرتے۔ ۷

محی جول بایں کیا کیا کریں ہم

خدا کی قسم ہے تماشہ کریں ہم

ناچتے کودتے بے اختیار نہ گفتوں مسلسل کامل عالم وجد میں رقص
کرتے۔ صدقہ اور قربان ہوتے۔ خود بھی خوب ناچتے۔ اور ایک
عالم کو بھی بچا دیتے۔ مگر باوجود نعمتِ عظمیٰ و بیدار کی بیداری میں سرفرازی
کے بے ادبانہ بے قابو نہ ہو سکے۔ اتنا ضرور ہوا کہ جو ابا جو شعر عرض کیا
وہ ایک حادثہ عاشقانہ مگر گستاخانہ بھی تھا۔ سماعت فرما کر اتنی جھلک
اور ویکہ فی کمرے سرکار عالم عالمیان نے شعر نہ کہ تبسم فرمایا یہ شعر یہ ہے۔

اب لذت در دجگری پوچھتے کیا ہو

جب تم ہی نکلاں ہو تو پھر کیوں نہ فرما ہو

مواہد اقدس میں حاضر ہوئے اور دل کھول کر اپنے اور امت مرحومہ کے سب ظاہری اور باطنی زخم دکھلا دیئے۔ اس حضوری کے میسر ہونے کے بعد دل کی دنیا بالکل بدل گئی۔ اب نذر دین کا دل لذت آرہی تھی۔

سوزِ خواہم در دواہم اشتیاق

مدینۃ النبی کی یہ خصوصیت تمام عالم اسلام میں منفرد ہے کہ حرم پاک میں تہجد کی اداں بھی ہوا کرتی ہے۔ اکثر نماز تہجد ہم پائیں اقدس میں ادا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ پانچ نمازیں صُغہ پر ادا ہوتی رہیں۔

تباہِ پنج ۸۔ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ وہی چہار شنبہ کے دن حاضری مدینہ طیبہ کا ٹھیک نوان دن تھا۔ ہم کو نماز ظہر کے بعد پہلی بار محراب نبوی میں نماز نفل ادا کر نیکا موقع مل گیا۔ محراب نبوی کس قدر محترم مقام ہے سب مسلمانوں کو معلوم ہے۔ اس لئے اس جگہ سخت ازدحام اور تشدد پیشکش ہوتی ہے۔ بخدا اے لائبرال محراب نبوی میں ہر کوئی نفل ادا کرتے ہوئے ایسی عجیب و غریب جاں نوازا اور لطیف تیر و تہو سونگھنے میں آئی جو کبھی اس سے قبل سونگھنا تو درکنار وہم و تصور میں بھی

نہ آئی تھی۔ محرابِ نبوی صبحِ معنوں میں حافظ کے اس شعر کی جامع تصویر ہے کہ۔

یہ مقامے کہ نشانِ کعبہ پا تو بود

نسا لہا سجدہ صاحبِ نظر آں خواہ بود

سراکار کی وفات طاہری کے بعد افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراکار کے مقامِ سجدہ کو دیوا لکھنؤ پر مسطور کر دیا۔ اور جس جگہ سراکار کے وہ مقدس و محترم پاؤں مبارک رہتے تھے جو ہفتہ ہفتہ شائش امت عاصی کیلئے نماز تہجد ادا کرتے کرتے متورم ہو گئے تھے۔ اس مقام کو دائمی سجدہ گاہ عالم قرار دیکر محرابِ بنا دی تھی۔ اسی محراب پر سلطان عبدالحمید خاں صاحب نے بے حد حسین و جمیل حُسنِ کاری کا مکمل نمونہ دیدہ زیب طلائی کام سے مزین اور قیمتی پتھروں سے مرصع محراب بنائی ہے۔ بہر حال دورِ کفّتِ نازِ ادا کی۔ روحِ قلبِ جسد۔ دماغِ سبِ مافوقِ العادتِ غیرِ انسانیِ فردوسی لطیف خوشبو سے موطر ہو چکے تھے۔ پہلے موابہ مبارک میں کمالِ خشوع و خضوع سے صلوٰۃ و سلام پڑھ کر پائین اقدس کی طرف گئے۔

حافری کا نواؤں اور عربی وقت کے ٹھیک نوبے تھے۔ حضرت
الحجیل کی علیہ رباعی بار بار بتکرار عجیب عالم و جا میں کمال سوز و گداز
سے جب کہ آنکھیں مینہ برسا رہی تھیں غرض کر رہے تھے۔

آقا ترے در پہ تشنہ کام آیا ہے

ٹوٹے ہوئے دل کالے کے جام آیا ہے

خسرو پہ بھی اک چشم کرم ہو جائے

قدموں میں ترے تیرا غلام آیا ہے

ایک ایک نعمتِ جنوری سیر ہو گئی۔ دیکھا کہ سرکارِ جالی مبارک سے لگے
ہوئے تشریف فرما ہیں۔ مگر اس وقت قدانور اس قدر زیادہ غیر معمولی
بڑا تھا کہ اندر جو محصورہ اصل حجرہ سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے اطراف غلاف سے ڈھکا ہوا ہے۔ اُس کی بلندی سے بھی متجاوز
تھا۔ جسمِ اقدس پر ایک سبز گہرا کای رنگ کا لبادہ تھا۔ بہت بلندی
کی وجہ سے چہرہ مبارک اور روئے انور اس وقت اچھی طرح نہیں
دیکھا جاسکا۔ صرف اتنا محسوس ہوتا تھا۔ صرف اتنا محسوس ہوتا تھا کہ
مرشدِ دی و مولانی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبِ قید سے بہت

مشابہت ہے ۔
 ٹوٹے ہوئے دل کا لیکے جام آیا ہے

اس مصرعہ پر صاف صاف برابر العین چشم ظاہری سے الحمد للہ دیکھا
 کہ دونوں دست مبارک جن ہنسن اور جن کا جمال اور کمال
 نزاکت فہم و تصور و تخیل سے ہی زائد تھا۔ سنرا آہنی جالی سے باہر ہو گئے
 اور میرے سینہ میں قلب کے مقام پر دونوں مبارک و محترم ہاتھ داخل
 ہو گئے۔ گویا ٹوٹے ہوئے دل کو باندھا جا رہا تھا۔ میرے زخم ہائے
 نہاکی کا مداوا فرمایا جا رہا تھا۔ بے حد کوشش اور سخت جدوجہد سے پیچ
 روکی اور دل چاہا کہ آخری مصرعہ ۔

قدموں میں ترے تیرے غلام آیا ہے

کہتے ہوئے فوراً مبارک قدموں پر گر پڑوں اور ہو سکے تو جان تصدق کر دوں
 عسکری کی تو کوئی پرواہ ذرہ برابر نہ تھی۔ چاہے وہ اس طرح سجدہ نما
 حرکت کرتے دیکھ کر چھڑیوں سے ہمارا جسم ٹکرا رو زخمی کر دیتا۔ مگر
 افسوس ہے کہ اس جگہ دو ہر قدم پوش متورات کچھ ایسا جھجھکی ہوئی
 غصے کے طعنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ چند لمحہ ان کے بیٹھنے کا انتظار کرنے میں

گزر رہا۔

پھر جو دیکھا تو ان کو نہ دیکھا

عالم وجد میں تمام آداب شریعت بالائے طاق ہو گئے۔ جذب
اس کو کمال طاری تھا آنکھیں آنسو برس رہی تھیں۔ رُواں
رُواں رقص کنان وجد تھا۔ سنئے حضرت امام زین العابدین
یکے اشعار۔

الصَّبْرُ بَدَلٌ مِّنْ طَلْعَتِهِ

کئی طواف حجۃ مبارک کے اطراف کر ڈالے۔

قَبْلَهُ دِینُ کُتُبِ جَاں یا رسولِ صدیقی

سجدہ میکن حسن ہر خط بادا سوئے تو

کچھ اور احوال | شنبہ ۴ محرم الحرام ۱۳۶۵ء ہمارے

روز ناچھے یا ڈائری کے ایک حصہ کو نقل کیا جاتا ہے۔ آجکل

حرم نبوی زائرین کے هجوم سے پٹا پڑا ہے۔ بلا مبالغہ قیل و دہرائے کو

جگہ نہیں ہے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت شدتِ هجوم کے باعث باریب

ایک مجاہدہ سے کم نہیں ہے مگر ہر زحمت کمالِ رحمتِ محسوس

ہوتی ہے کہ یہی ائمہ کرام کی محبت ہے۔ ظہر کے وقت حرم شریف
 میں جاتے ہوئے باب النصار پر ایک حسین و جمیل مدنی لڑکا بھاڑو
 دے رہا تھا۔ ہم حجرہ آثارِ مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قدیمی فرش اور چلچلی ہوئی کھانسی کا افتخار رکھتے ہیں۔ فوراً اس سے
 جا رو ب لیکر دیر تک بھاڑو دیتے رہے۔ رہے رہے باطنی
 خس و خاشاک بھر نہ دو رہ گئے۔ عصر و مغرب کے درمیان
 بلا طلبی ہوا اہل اقدس میں حاضر ہو گئے مگر حضورِ میسر نہ ہو سکی۔ ایک
 روز بہت سویرے اذان سے بھی پہلے وہاں میں حاضر ہو گئے۔
 مگر کثرتِ ہجوم کے باعث مطلق جگہ نہ ملی اور لوگوں کی طرح زبردستی
 جگہ حاصل کرنا ہماری عادت کے خلاف اور مسجدِ نبوی کے احترام کے
 منافی ہم سمجھتے ہیں۔ اس لئے باب النصار اپنے داخلے کے دروازہ پر
 پونچھ کر تو اب سے اجازت لیکر جوتیاں رکھنے کی جگہ پر بیٹھ گئے
 اس جگہ قدیمی قالین از حدنگلی ہوئی اور جوتیوں سے گری ہوئی مٹی خاک
 و سول سے ایسی الٹی ہوئی تھی کہ پیچھا کیا جاسکتا تھا۔ نماز باجماعت
 کے وقت پہلے سجدہ میں اسی گرد و غبار سے رٹی ہوئی قالین میں انڈر

یا اقدس ایسی تیز گلاب کی خوشبو آئی جیسے کسی نے ایک قرابہ عطر الٹ
 دیا ہو۔ دوسرے سجدے میں الحجۃ القربۃ میر ہوا۔ رواں رواں
 وجد کرنے لگا۔ ظہر کے بعد کوشش کی کہ حجابِ نبی میں دو رکعت
 پڑھ لیں۔ مگر ممکن نہ ہو سکا۔ دیکھا کہ مصری اور سرحدی چٹھان
 لڑ رہے ہیں اور باجم زد کو بھڑک رہی ہے۔ دل پر سخت چوٹ
 لگی زار و قطار رونے لگے۔ پائیں اقدس میں کہ وہی ہمارا اصلی
 موقف ہے حاضر ہو کر عرض کی کہ یا حجت العالمین آپ کی امت
 کا اب یہ حال زیوں ہو گیا ہے کہ آپ کے روبرو آپ کے سامنے
 حیاتِ نبی پر یقین رکھتے ہوئے باجمی زد کو بک کر کے آپ کو
 سخت تکلیف اور بے چارے بناتے ہیں۔ اللہ مدد فرمائے۔ اب جلد
 تھوڑی حضرت امام الزماں محمدی علیہ السلام کا حکم فرما دیجئے تاکہ عالم
 اسلام اور تمام دنیا کے لاعلاج امراض روحانی خود غرضی و جبر
 باجمی کے ان کی برکات و فیوض سے باکلیہ دور ہو جائیں۔

اسما سے پاکلے یہ طیبہ اکثر اسما و رنگی کی دلیل مبرہن و
 روشن ہوا کرتی ہے۔ بہتات اسما و مسحا کی شرافت و شان کی

گو اہی دیتی ہے۔ سوائے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا کے کسی اور شہر کو یہ نیرنگی حاصل نہیں کہ بعض علمائے ربانی نے اس کے اسماء کی تعداد ستوں اور بعض محققین نے سو سے زائد بتلائی ہے بلکہ مبارک کے اسماء کتاب جذب القلوب ”الحی دیار العجوب“ میں تفصیلی طور سے شرح بیان ہوئے ہیں۔ منجھان کے یہ اسماء ہیں۔

طَابَةُ - طَبِيبَةُ - طَبِيبَةُ - شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ جلد مشتقات اس مادہ کے داخل اسماء مبارک ہیں۔ اور اطلاق ان اسماء کا طہارت کلمی کی وجہ سے ہے۔ جلد شرک کی نجاستوں سے اور ان اسماء مبارک کا توافقی سلیم طہارے کیلئے ہے۔ یہ جلد جو حضرت شیخ نے لکھا ہے غالباً بطور کشف بجانب اللہ لکھا گیا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کو معلوم ہی تھا کہ ایک شفیق جماعت محروم آئندہ ایسی بھی پیدا ہوئی ہے جو حج کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت سے انکار کرے گی اور ان کو اس بلکہ منبر کی بزرگی سے بھی انکار ہوگا۔ حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں اس بلکہ منبر کی مو اہی معطر نہیں ہے بلکہ وہاں

درود پوار سے وہ خوشبو آتی ہے کہ عشاق کا شام جان محط مہو جاتا ہے

بَطِيبَ رَسُولِ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا
فَمَا أَمْسَكَ وَأَكْفَا فَوْسًا وَصَدَلًا لِّلرُّطْبِ

حضرت ابو بکر شبلی قدس سرہ جو اکابر اولیائے عظام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ خاک پاک مدینہ میں ایک خاص خوشبو ہے جو کسی شک یا عنبر یا صندل میں نہیں ہے۔ اگرچہ کہ یہ بات بظاہر تعجب انگیز ہے مگر درحقیقت کوئی جاہلے استعجاب نہیں ہے۔ صرف شام ارادت چاہیے جس حبس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس طیبہ پہنچے ہوں وہاں مشک وغیرہ کی کیا سببی ہے۔

وہاں نہیں کہ نسیم و زور طرہ دوست

چہ جائے دھڑ دین ناقہائے تانار بیت

اسلام کے پاک مدینہ منورہ میں سے بعض یہ بھی ہیں۔

دارالابرار۔ دارالانبیاء۔ دارالایمان۔ دارالسلام۔

دارالفتح۔ طاب اور شافہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ خاک

پاک مدینہ شفا ہے۔ ہر مرض کے لئے حتیٰ کہ جذام۔ برص۔ بعض علمائے

مقتدین نے کتابِ آسمائے مدینہ منورہ اور اس کی تخفیف میں ثابت کیا ہے کہ شدید بخار والوں کو مدینہ پاک کی خاک میں کامل اثر صحت دکھلایا ہے۔ اور امراضِ قلب اور علتِ عصیاں کے واسطے تو یہاں کی خاکِ پاک عجیب اثرِ شفا رکھتی ہے۔

منجھ اور بے شمار خصالِ فضائل کے بلدیہ طیبہ ارضِ مبارک مدینہ منورہ کو یہ خصوصیت بھی اور تمام روئے زمین پر حاصل ہے کہ مخلیقِ زمین کے وقت زمین نے رب العزت کے امر کی اطاعت کا طوعاً و کرہاً اقرار کیا تھا مگر ارضِ مبارک مدینہ طیبہ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصیت سے ایسا لایچی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی کنکریوں نے حضرت کا کلمہ پڑھا ہے اور اس تسبیح کو لوگوں نے سنا ہے۔ یہ معجزہ روایاتِ صحیحہ سے ثابت شدہ ہے اور احادیثِ اس کی مؤید ہیں اور اسی ارضِ پاک کا ایک پہاڑ جبلِ احد کی شان میں یہ حدیث ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص محبت رکھتا ہے۔ اسی ارضِ پاک کی لکڑی سے بنایا ہوا اُمتنِ خانہ نے مفازِ نبوی سے بیقرار ہو کر آواز بلند کر یہ وزاری کی تھی۔ یہ حدیث خاکِ پاک مدینہ طیبہ کی شان میں وارد ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تُزَيَّنُهَا الْمُؤْمِنَةُ
 سرکارِ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی میری جان جس کے
 ہاتھ میں ہے تحقیق خاکِ مدینہ مومنہ ہے۔ سبحان اللہ تمام عالم میں کیا
 کوئی شہر یا سرزمین ایسی بھی ہے کہ جس کے شجر و حجر نے ایسی شہادت
 دے گواہی دی ہو اور جس کی کنکریوں تک نے تسبیح پڑھی ہو اور روحِ جبرائیل
 پر ایمان لائی ہوں اور جس کے پہاڑ تک کو سرکارِ عالم و عالمیان سے
 محبت ہو اور جس کی خاک کو مُؤْمِنَةُ کا خطاب عطا ہوا ہو۔ اُن
 لوگوں کی محرومی و تفاوتِ غلبی پر حیف ہے کہ جو اس پاک و محترم شہر کی
 کوئی تکریم و تعظیم نہیں کرتے اور صرف حج کر کے یہ کہہ کر کہ معطلہ سے
 پلٹ جاتے ہیں کہ مدینہ طیبہ جانا فرض نہیں ہے۔ حضرت امام مالکؒ
 کا فتویٰ اور مذہب یہ ہے کہ جو مسلمان ارضِ پاکِ مدینہ طیبہ کی تکریم نہ کرے
 یا خدا نخواستہ کچھ بُرائی سے منوب کرے اس کی تخریب واجب ہے۔
 اس کو عجوبہ کیا جائے جتنی کہ وہ توبہ کر لے۔ حدیث کی اولین کتاب
 موطا ابن مالکؒ ہے جس کو حضرت امام مالکؒ نے سب سے پہلے حاصل

اکھڑ کر حیدر آباد میں ہمارے حوالہ کیا تھا کہ مدینہ منورہ میں دفن کر دیا جائے۔ ہم نے گنج شہداء میں وہ دانت پہنچا دیے۔

مسجدِ یسناح حمزہ میں جس کو نجدیوں نے قبون کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ دو رکعت پڑھ کر پانچ مختلف رنگ کے سنگرز بے جبل اُحد کے لیکر وہاں سے مسجدِ قبلتین حاضر ہوئے۔ مسجدِ قبلتین وہ مقام ہے جہاں پر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور سمت قبلہ سجائے فلسطین کے کعبہ کی طرف بلائی گئی۔ قدیم محراب سمت فلسطین کی قائم اور متروک ہیں اور سمت کعبہ کی محراب اُس کے بالمقابل موجود ہے بعض جبلِ راپنے اُجھل زوار لوگوں کی ترغیب پر دونوں سمت نماز ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قطعی حرام ہے۔ اصل مسجدِ قبلتین کے آثار جس پر چھت نہیں ہے اور جس کی تعمیر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابائے کرام کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ مجسمہ موجود ہے۔ اور اُس کے داہنے طرف ترکوں نے دوسری مسجد چھت دیا۔ مستحکم بنا دی ہے۔ اصل سجا میں دو رکعت نماز ادا کر کے دیوار کی مٹی اور اینٹ کا ایک ٹکڑا اس خیال سے تبرکاً حاصل کیا گیا کہ تیرہ سو سال

[illegible]

قبل محترم اور مقدس ہاتھوں نے اس کو مس کیا ہو گا۔ وہاں سے مسجد۔ یہ تاج ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نماز پڑھ کر مسجد قبا میں حاضری میسر ہوئی۔ مسجد قبا کو جہاں درجہ اہمیت حاصل ہے یہ وہی مبارک اور محترم مسجد ہے جس کی تعریف کلام پاک میں آئی ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور صحیح حدیث میں اسکی فضیلت ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا عمرہ کے مساوی ہے۔ غالی پنجہ یوں نے اس مبارک مسجد میں بھی جا بجا اپنی کارگزاریاں دکھلائی ہیں۔ اس مسجد میں ایک مقام طاقت کشف کے نام سے معروف تھا۔ سرکار عالم و عالمیان کو ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ مسجد کی دیوار سمت قبلہ میں شق ہو گئی اور تمام محراب کرام کو خانہ کعبہ کی اس شکاف کے سامنے زیارت ہوئی۔ نجدیوں نے اس شکاف کو بند کر دیا۔ اسی مسجد کے صحن میں ایک مقام پر تصویٰ اونٹنی کے بیٹھنے کا مقام بنا ہوا تھا۔ نجدی حضرات نے اس کو مٹا دیا۔ بہر حال مسجد مبارک میں نوافل پڑھی گئیں۔ مدینہ طیبہ سے خاص اسی مقام پر تقیم کرنے کے لئے خمیری روٹیاں لی گئی تھیں

وہ تقسیم کرائی گئیں۔ چارے وکیل کے نائب اور مسجد نبویؐ کے
 موزن عبد الحلیل غریب کے کپڑے اس تقسیم میں تار تار ہو گئے۔
 مسجد قبا سے سب آبیار یعنی سات ان متبرک کنوؤں کا پانی جس کو
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا پی کر جائے
 قیام پر لوٹ آئے۔

حَبِیْتُ الْبَقِیْعِ | ایک روز عصر کی نماز کے بعد چودہری محمد شریف
 میونسپل کمشنر لاہور کے ہمراہ حبِیْتُ الْبَقِیْعِ کی زیارت کے لئے گئے۔
 چودہری محمد شریف صاحب برادرِ عظم کے دوسرے قدیم مخلص دوست
 اور ہم لوگوں کے ہمراہ رفیقِ سفر حج و زیارت ہیں ان کا حجاز پہنچنا
 ایک خرقِ عادت سے کم نہیں ہے۔ برادرِ عظم جب اوّل سوال میں
 حیدرآباد تشریف لائے تھے تو ان کے لئے وہاں سخت کوشش جوّل
 ٹکٹ کی حیدرآباد کے قافلہ کی گنجائش سے کی تھی۔ مگر ناکامی ہوئی۔
 پھر کراچی میں ان کے لئے انسانی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔
 کامیابی نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ہم لوگ حجازِ رضوانی میں ان کا تمام سامان لیکر
 جدہ روانہ ہو گئے۔ اور طے یہ پایا کہ وہ ہوائی جہاز امپیرل ایر ویز

کے ذریعہ قاهر تک جائیں اور وہاں سے حلیو بہ لائسن کے ذریعہ بحری
 راستہ سے جدہ پہنچیں۔ مگر چودھری صاحب کے حلیو بے اختیار شوق
 کو ارحم الراحمین اور اس کے رسول کریم بالمومنین رؤف الرحیم نے شرفِ
 قبولیت مرحمت فرمادیا انکو اکبر جہازیں جھک ل گئی وہ مکہ معظمہ میں دو منفقہ
 باہم لوگوں سے آئے۔ چودھری صاحب فقرا کی محبت میں سرشار
 اور بہت ہی عقیدت مند دل رکھتے ہیں۔ نہایت سیر چشم اور مہمان نواز
 ہوتی ہیں۔

ذکر اس کا تھا کہ ہم ایک روز عصر کے جدہ چودھری صاحب
 کے ہمراہ جنت البقیع کی زیارت کے لئے گئے۔ اللہ اللہ وہاں کی
 حالت اور کیفیت کو دیکھ کر دل خون ہو گیا۔ سحری نے زوالِ سلطنت
 عباسیہ کو دیکھ کر کہا تھا۔

آسماںِ راقی بود گر خوں بگرید بر زمین

بر زوالِ ملک مستعظم امیر المومنین

مگر اہل بیت اطہار صحابائے کبار کے مٹھروں و مقابر مزارات کی حالت
 دیکھ کر صدمہ عظیم ہوا۔ مآثرِ قدیمہ اور یادگارِ سلفِ سمجھ کر موجودہ حکومت

حجائکم از کم مزارات کے سرانے الواح اسماء لکھا دیتی تو کتنی سہولت ہوتی
مگر انہی سی بات بھی شاید شرک و کفر کے حامل معلوم ہوتی ہے۔ اگر نظر
انعام سے دیکھا جائے تو افراط و تفریط ہر دو جانب نظر آتی ہے
تاثر مقدسہ کی حد سے بھی زیادہ ایسی تکریہ جو حد و شرک سے
جا ملے نہایت نازیبا اور قابل اعتراض ہے۔ توجید کاملہ پہل صراط
کے جیسا تیر دہار و تنگ راستہ ہے۔ فضل باری کی رہنمائی سے
حبل اللہ المتین کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے اس صراطِ مستقیم
پر سلامتی کاملہ انسان پارا تر جاتا ہے ورنہ ذرا سی لغزش ایمان
کو مجروح کر کے کفر و شرک کے جہنم کی گہرائیوں میں گرا دیتی اور خسر الیوم
والآخرۃ کر دیتی ہے۔

جب مصلحت سے بی۔ نا عمر فاروقؓ نے میعت الرضوان والادب
کاٹ ڈالا تھا اسی مصلحت کو ذرا زیادتی اور غلو کے ساتھ نجدی لوگ
کام میں لارہے ہیں۔ بہر حال جو غال حد سے گزرا وہ نیک سا ہوا۔
حضرتہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور
اہل بیت اطہار کے محترم حیو ترے کے پاس صلوات و سلام پڑھا۔ حضرتہ

خاتونِ جنت کے مزارِ مطہر کے ظاہری سادگی کے باوجود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیدہ پاک ہر لمحہ و ہر آن بخشائش امتیازِ عاصی کے لئے کوشاں و سعی ہیں۔ وہاں سے اور تمام مزارات پر حاضر ہو کر علحدہ علحدہ صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ جنت البقیع میں جب تک کہ کامل و آفتکار شخص ہمراہ نہ ہو اور وہ نشاندہی نہ کرے تو کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کون سی بزرگ ہستی کہاں آ رہیدہ ہے۔ ایک علحدہ مقام کو نو احداث المؤمنین کی آرامگاہ بتلایا جاتا ہے۔ مگر کسی طرح عقل ظاہری میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ صرف تین تین اپنی کے فصل سے نہایت تنگ مقام پر جو نو مزارات کے نشان بتا دیئے گئے ہیں تو فی الواقع محالِ عقلی ہے کہ نو احداثِ جنت کی تدفین اتنے تنگ مقام پر کیسے ہو سکی ہوگی۔ بات دراصل یہ ہے کہ مدینہ منورہ پر تسلط کے بعد نجدیوں نے جنت البقیع پر عام جَد بول دیا تھا۔ اور بلا استثنیٰ تمام نچتہ مزارات اور قبے منہدم کر کے بلے کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ سالہا سال مزاراتِ مطہر اسی بلے کے نیچے رہے۔ جب موادِ اعظم نے مسلمانوں کے بہت احتجاج کیا تو ملبہ ہٹا کر کچے مزارات نمایاں کر دیئے گئے ہیں۔

جنت البقیع بھی چھوٹا سا خطیرہ سو سال سے نہ معلوم کتنے شہداء
 لاتعداد و لاتحصى مسلمانوں کی آخری آرامگاہ بن رہا ہے۔ سنا گیا ہے
 کہ یہاں کی مٹی انتہا درجہ شور ہے۔ اور دو ہفتہ کی قلیل مدت میں مذکور
 جہد کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اکثر مزارات کے اوپر کی مٹی میں
 ٹری چھوٹی انسانی ہڈیاں علانیہ نظر آ کر دنیا اور انسان کی بے ثباتی
 کا جلی نشان ظاہر کر رہی تھیں۔ کبھی کسی شہر خوشاں میں دل پر آنا
 زیادہ اثر نہیں ہوا تھا۔ جتنا جنت البقیع کی زیارت سے ہوا۔
 ہر مہینہ منورہ سے رو لگتی سے دو یوم قبل ایک روز ظہر کے بعد
 دوبارہ جنت البقیع جا کر جب کہ دروازہ پر سوائے عکری پہرہ
 داروں کے کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ اپنے چالیس سالہ رقیق سر کے
 بال اس خاک پاک میں دفن کئے۔ پھر تنہائی میں موقع پا کر سیدنا
 عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خاتونِ جنت
 فاطمہ الزہراء کی مزار اطہر سے جرأت کر کے خاک پاک حاصل کی
 جس کے مقابلہ میں کونین کی دولت بھی بچ ہے۔ مجد اللہ عکریوں
 نے ہم کو یہ حرکت کرتے نہیں دیکھا ورنہ نہ معلوم وہ کیا فتنہ کھڑا

کر دیتے۔

مدینہ منورہ میں ہمارا معمول | تقریباً سولہ یوم مدینہ طیبہ میں حاضری
میسر ہوئی۔ دل تو چاہتا تھا کہ کم از کم اربعین چالیس دن اس
عرفان کی منزل اخیر اس خط بہتر از جہات نعیم میں گزاریں۔ مگر
دل کی دل ہی یہاں بات نہ ہونے پائی

شدید مجبوری مانع حاضری یہ تھی کہ وزیر صاحب مالیہ عبد اللہ
سیلمان صاحب کے نواتی سامان کے حمل و نقل کی لاری مشروط
طور پر صرف پندرہ یوم قیام مدینہ منورہ کے لئے ملی تھی۔ پندرہ نوم
ہم کو تو چٹک برقی کی طرح گزرتے معلوم ہوئے اور کسی طرح جی
نہ چاہتا تھا کہ بالکونین روف الرحیم کی سرکار عالی سے فرخص ہون
مدینہ پاک میں ہمارا معمول یہ رہا کہ اذان ہوتے ہی تہجد کے وقت مہا
حرم پاک میں حاضر ہو کر صف پر تہجد و قیلتین ادا کرتے۔ اکثر اسی وقت صبح
جدا لکونین مولانا و مولیٰ الثقلین نبی الرحمۃ کے دربار عالی سے سب
کوے نبوی غلام غلامان ادنی امتی کی یاد فرمائی ہوئی۔ مہا موجد اقدس
میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کے بعد سحر و صافات اپنے اور اقرباء۔ اجباب۔

اولاد کے لئے پیش رکھے جاتے۔ جب کونین کی رحمت اُٹھ معطی وانا اقام
 فرما ہوا اُسے کی حضورِ جبر تمام زندگی ریاضت۔ عبادت۔ مجاہدات
 قربان و تصدق ہیں۔ میر ہو تو کیوں نہ مانگا جائے۔ کیوں نہ طلب کیا جائے
 کیوں اُس کے فضل کے لامتناہی خزانوں کے مباح سمندر سے دامن
 ہوس نہ لب نہ بھر لئے جائیں۔ یا تو کبھی حسرت و یاس سے یہ شعر عالم
 وجد میں درو زبان بہا کرتا تھا۔

ناکار ہو لیکن شاید وہ بھلا بھیجیں
 میں نے بھی درو دوں کی ہجوائی ہیں سو غائب

مسیل بائیس سال کی مدت طویل سے بجز ایسی شدید علالت کے کہ نماز
 فرض شکل ادا کی جاسکتی ہو۔ دلائل الخیرات شریف کے درو کا روزانہ
 معمول الحمد للہ کبھی ناغہ نہ ہوا تھا اور دورانِ ورد میں دل میں یہ خواہش اکثر
 موجزن رہتی تھی کہ حاضری دیدہ نہ طبع میر ہو جائے۔ جب دل کی یہ سب سے
 بڑی تمنا صرف یہ نکلا ہوئی بلکہ ذرہ نواز شہنشاہ عالم و عالمیان سرتا یہ پا
 رختی کھلا ہوا لے۔ نظر جانب ہر گناہگار رکھنے والے۔ کافی مکیا والے
 میرے سرکار نے دیدہ ویدا طلب کو بھی محروم نہ رکھا ہو تو کیوں اُن کے

روبرود کی ہر خواہش۔ ہر آرزو۔ ہر تمنا پیش کر دی جائے۔ کیوں اجزہ
 واقربا۔ احباب کیلئے نعام دارین نہ طلب کی جائیں۔ بہر حال نماز تہجد کے
 بعد کی یہ حاضری و حضور ی بجدِ بلند پندرہ یوم میں بار بار سیر ہوئی۔ نماز
 چاشت کے بعد حرم پاک سے جائے قیام کوٹ۔۔۔ پھر ظہر کی نماز عت
 سے حرم پاک میں مع پر ادا کی جاتی۔ معمولات و دلائل زیارات شریف وغیرہ
 پورے کئے جاتے۔ عصر۔ مغرب۔ عشا باجماعت ادا کرنے کے بعد جائے قیام
 پر واپس ہوا کرتے۔ صُفْہی ہمارا موقف ہمارا ٹھکانہ چارتی مسجد تھی۔ وجوہات
 سے نکھار بے پہلی اور قوی وجہ تو یہ تھی کہ وہاں نماز و تہجد میں ادا ہوتی
 تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرات اہل صُفْہا بائے کرام ہی سے جماعت صوفیہ
 منسوب ہے۔ اور بجدِ بلند ہم کو بعضی حضرات صوفیائے کرام کی کفش برداری کا
 اقتدار حاصل ہے۔ سلاسل عالیہ حشینیہ و قادریہ کی اجازت و خلافت حضرت
 سیدی و مرشدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب مظلہ العالی سے سنداً
 میں مرحمت ہوئی تھی۔ سلسلہ عالیہ رفاعیہ کی اجازت و خلافت حضرت شیخ المتاخ
 مدینہ منورہ سید حمزہ صاحب رفاعی مظلہ سے ہے۔ سلسلہ قادریہ حیدریہ کا

اجازت نامہ حضرت شاہ سلیمان صاحب پہلوا ری نے مرحمت فرمایا تھا۔ سلب
ابوالعلا غیبہ نقشبندیہ کا حجاز میرے حقیقی ماموں حکیم محسن صاحب مرحوم نے
فرمایا تھا۔ اس طرح متعدد سلاسل عالیہ صوفیائے کرام سے منسلک ہوئی
وجہ سے اکثر صفحہ پر حاضری رہتی تھی۔ اکثر نماز تہجد پائیں اقدس میں بھی
ادا ہوتی۔ ریاض الجنتہ میں بہت کم نماز پڑھ کے صفحہ پر نمازوں کے وقفہ
میں کبھی تلاوت کلام مجید ہوتی اور زیادہ تر سیر جانی پر کنگلی لگائے ہوئے
درود بخینا کا درود پکارتا تھا۔ محترم سیر جانی کو مسلسل دیکھتے رہنے سے
اس کا نقش اس درجہ قلب و دماغ پر کہ الحجز مرتسم ہو گیا بلا مبالغہ سونے جاگتے
ذرا آنکھ بند کرتے ہی رو برو ہی چالی مبارک آجاتی ہے۔ جس کے اندر کیا
کچھ نہیں ہے۔

حرم پاک نبوی کے کچھ اور حال | یہ دیکھ کر دل یاغ بارغ ہو گیا کہ تمام مسجد
نبوی کا چپہ چپہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی دبیر ریشمی یک رنگ یکساں گہرے
مرحانی رنگ کی بیش بہا مصری قالینوں سے پٹا ہوا ہے سنا جاتا ہے کہ تقریباً
دو سال ہوئے لاکھوں روپیہ کے خرچ سے حکومت مصر نے یہ جدید
حد درجہ جاذب نظر قالین بیش کئے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ مقلین کی شدید

لاپرواہی ہے۔

قائلیوں کی کما حقہ دیکھ بھال نہیں کی جا رہی ہے۔ اور اکثر قالین جو ہمیشہ دالالتوں میں پچھے ہوئے ہیں سلسل گرد و غبار حجاب کرنے کی وجہ سے گرد سے اٹے ہوئے اور ایسی حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ نقش و نگار گردیں غائب ہو گئے ہیں۔ شاید ہی اور چند سال کام دے سکیں، اس لئے کہ کوئی عمل قالیبنوں کی صفائی کے لئے مقرر نہیں ہے۔ بواب یعنی دروازوں کے دربان اور کچھ مہاجرین نے جو زیادہ تر منہ و تنائی ہیں جا رو بکشی کی خدمت اپنے ذمہ لے لئے ہیں۔ مگر اتنی بڑی مسجد کی قالیبنوں کی صفائی چند نفوس کے لئے امحال ہے۔ کم از کم ڈیڑھ سو خدام اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ ترکی عہد حکومت میں خدمت حرم نبوی کے لئے ڈیڑھ سو اغواط (جمع آغا) ہمیشہ قرار تنخواہوں پر مقرر اور متعین تھے۔ مگر یہ

آں قدح بخت آن ساقی منازد

قدامت کی یادگار ڈیڑھ اغواط میں سے اب صرف (۲۳) رہ گئے ہیں۔ جن کا بظاہر کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اور رسول پاک کی محبت کی وجہ سے حرم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتے۔ ترکوں کے زمانہ کا عطا کیا ہوا بوسیدہ لباس

بتابتِ بیش بہا شانی چٹکے باندھے ہوئے صبح سے رات کئے تک صفحہ کے سامنے کے رُخ جھٹھے رہتے ہیں۔ حرمِ پاکِ نبویؐ کی خدمات اُن سے چھین گئی ہیں۔ صرف ہر شب جمعہ کو سبز آہنی جانی مبارک کے محصور وہیں جا کر جا رہے کشتی کیا کرتے ہیں۔

مزارِ اطہرِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محصورہ کے اطراف جو سبز آہنی جالیاں لگی ہوئی ہیں اُس میں اوپر کی جانب بسندِ شتی ریشم کے تزکی عہد کے زمانہ کے پردے آویزاں ہیں۔ وہ اکثر فرسودگی کے باعث بہت خشکستہ اور دریدہ ہو گئے ہیں۔ مگر علماء نجدِ نبویؐ پر وہ کو بدعت قرار دیکر ہرگز کسی کو تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے اندرِ محلِ مسجدِ تنو اب صاحبِ بہادریؒ کو جدید رنگ کرنیکی اجازت مل گئی تھی۔ مگر گنبدِ خضرؑ پر رنگ کرنے کے علماء بالکل روادار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بطیفیل اپنے حبیبِ پاک کے علمائے نجدیہ کو صراطِ مستقیمِ حُبِ نبویؐ کے راستہ پر لا دے۔

بمصطفیٰ برسانِ خویش را کہیں ہمہ اوست

اگر بہادریہ رسیدی تمام بویہ بیت

حرمِ پاکِ نبویؐ کے متعلق چند مشورے | حرمِ پاکِ نبویؐ میں بجلی کی روشنی

انھن کا کافی ہے اور جس بجلی گھر سے برقی قوت مہیا کی جاتی ہے۔ وہ فرسودگی کے باعث تقریباً ناکارہ سا ہو رہا ہے۔ پندرہ یوم کی بدلت حاضری میں دو مرتبہ عین نماز غلہ سے پہلے بجلی کا انجن فیمل ہو گیا۔ اور تمام حرم ہیں جو زرین سے بھرپور اور محو رقصا شدہ تار کی پھیل گئی۔ حضرت مولانا قاضی ابجد محمد صاحب جو دینہ طبیبہ کی بہت سربراہ اور وہ ہستی ہیں فرماتے تھے کہ ہماری حکومت سرکار عالی نے سابق چیف انجینئر نواب احسن یار جنگ بہادر کو غاص حرم پاک بنوی کی برقی روشنی کی توفیر وغیرہ کے لئے معائنہ کرنے چہ سال قبل بھیجا تھا اور ان کی رپورٹ پر باب حکومت کی جانب سے کئی لاکھ روپیہ کی منظوری بھی ہو چکی تھی۔ مگر چونکہ بجائے انگلستان کے برقی مشینوں وغیرہ کا آرڈر جرمنی کو دیا گیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی اور وہ آرڈر معلق ہو گیا۔ سید محمود صاحب نے فرمایا کہ حکومت عراق نے بھی بہت بڑے پیمانہ پر برقی کا آرڈر انگلستان کو جنگ سے پہلے دیا تھا۔ اور جنگ کے دوران ہی میں سامان بھرہ پہنچا دیا گیا۔ بہر حال برقی روشنی کی بڑے پیمانہ پر حرم پاک بنوی علیہ الف الف تحیات والتسلیم میں اثر ترین ضرورت ہے۔ اگر طاقتور برقی پیدا کر نیوالی مشین مہیا ہو جائے تو

روشنی کے علاوہ بڑے پیمانہ پر برقی پنکھے بھی حرم نبوی میں لگائے جاسکتے ہیں۔ موسم گرما عرب کا دنیا میں مشہور و معروف ہے۔ ایسے موسم میں برقی پنکھوں کی افادیت ظاہر و باہر ہے۔ اس کے علاوہ طاقتور برقی قوت میا ہو جانے سے برقی مشینوں کے ذریعہ آسانی پسند منٹوں میں قالینوں کا گرد و غبار روزانہ صاف کیا جاسکتا ہے۔ ترکی حکومت کے زمانہ میں اعلیٰ ترین برقی ڈائٹما اور بہترین روشنی کا سامان مہیا کیا گیا تھا۔ اور تمام حرم پاک میں پچاس ہزار سے زیادہ ہائیڈ طاقتور برقی گولے لگا دیے گئے تھے۔ ریاض الجنۃ کے مقام پر تمام تر گولے ہنر نگ کے تھے۔ اور ممبر مبارک پر حد درجہ حسین و جمیل روشنی لگائی گئی تھی۔ مغرب سے ذرا پہلے جب سب برقی گولے روشن کئے جاتے تھے تو جو حسین نظارہ ہوا کرتا تھا وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ انقلاب حکومت کے بعد یہ چیزیں داستان ماضی بن چکی ہیں۔

ایک اور اہم الام اشہ ضروری چیز کی طرف اہل خیر حضرات کو فوری توجہ فرمانے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ باب النہا کی طرف مولوی سید احمد صاحب مہاجر مرحوم نے اپنی جانب سے وضو

کے لئے دو خزانہ آب بنوا کر اُس میں ٹوٹیاں لگوادی تھیں۔ یہ اچھا کام ہوا۔ مگر حواج بشری میں ایک اشد ضروری حاجت کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ اور بیت الخلاء دور دور تک نذر دھونے کی وجہ سے ایام حج میں زائرین اور خصوصاً پنجابی و سرحدی حضرات جو اکثر جھگیل جانے کے عادی ہیں حرم پاک کے قریب ہر طرف سڑکوں اور گلیوں میں بھید گندگی پھیلا دیتے ہیں جو عفونت انگیز اور گھناؤنا منظر پیش کرنے کے علاوہ احترام حرم پاک کے بھی از حد منافی ہے۔ حد یہ ہے کہ وضو کرنے کی ٹوٹیوں کے پاس اور نالیوں کے اندر بھی استنجائے صغیر ہی نہیں بلکہ کیز تک کر ڈالتے ہیں۔ اس لئے اہل خیر یا ضرور اس طرف توجہ کر کے اگر چند بیت الخلاء بنوادیں تو بڑا کار ثواب ہوگا۔

ایک لطیف سنئے۔ ایک رات عشاء کے بعد ہم جائے قیام پر واپس آ رہے تھے۔ خوب تیز سردی تھی اور راستہ نیم تاریک۔ کسی نے زور سے کانڈ ہے پر پیچھے سے ہاتھ مارا۔ پلٹ کر دیکھا ایک زبردست پگڑ باند ہے ہوئے کوئی سرحدی صاحب تھے۔ نہایت کرخت آواز میں ارشاد ہوا ”مہتر جا“۔ ہم نے عرض کیا ہم شپتو تھیں جانتے۔ کیا

آپ کو فارسی آتی ہے زبان پارسی می دانی۔ اور زور سے کڑک کر فرمایا اؤ منتر جا ہم کو تا و سا آگیا۔ ہم نے کہا نہ منتر جانہ مہلا البتہ ڈنڈا۔ یہ سن کر فوراً اسی جگہ ٹرک پر آپ نے بے تکلفانہ ایزار کھول دی اور آزادانہ استنجائے صغیر و کبیر میں مصروف ہو گئے۔ لآ حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اشد ضروری اصلاحی مشورہ | ایک اور اہم الام بات کے فوری انتظام کی طرف حکومت سعودیہ عربہ کو توجہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ حرم پاک نبوی علیہ الف الف تحیات و التسلیم میں خصوصاً اور حرم شریف مکہ معظمہ میں عموماً بذریعہ عسکریوں کے اس بات کا غاص انجام کیا جائے کہ زائرین ہرگز ہرگز اپنے غلیظ و گندے آلودگیوں سے ٹوٹ جوتے گئے کہ حرم شریف کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ بلکہ تمام زائرین کو اس بات کے لئے مجبور کیا جائے کہ وہ داخلہ حرم سے پہلے بواہرین یعنی دربانوں کے پاس اپنے جوتے رکھوا دیا کریں۔ مدینہ شریف کے حرم پاک میں اس درجہ بے ادبانہ مناظر دیکھنے میں آئے کہ دل کانپ گیا اور رُوح تھرا گئی۔ اکثر قراۃ مصری جن کی حرکات مذمومی اور چہرہ دستی

ہر جگہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھیر گئیں۔ اپنے گندے اور غلیظ جوتے
 نہ صرف اندرون حرم پاک نبویؐ لے آتے تھے۔ بلکہ اکثر کمال بے ادب
 خبیثوں نے اس درجہ حرارت و جنارت کی کہ عین موابہ اقدس کے
 سامنے والی کھڑکی میں اپنے جوتے رکھ دیے۔ اللہ اکبر۔ یہ وہ محترم
 و مقدس اور پاک مقام ہے جس کا کمال ادب و احترام عین ایمان
 ہے۔ جہاں بڑے بڑے ملائکہ عظام بغیر اجازت و اذن لئے داخلے
 کی مجال نہ رکھتے تھے۔ اور داخلے کے بعد دست بستہ روح جب الگوین
 مولانا و مولیٰ الثقلین محبوبہ البشرین و المنیرین کے روبرو حاضر ہوتے
 تھے۔ حرم پاک میں جا بجا عسکری بید کی چھڑیاں لئے ہوئے مقرر
 اور تعین ہیں کہ کوئی زائر کوئی کام جذبہ بے اختیار محبت سے مغلوب
 ہو کر نہ کر سکے۔ مثلاً جانی مبارک کو بوسہ دینے یا منہ اقدس و اطہر کی طرف
 رخ کر کے بیٹھنے شدت سے روکا جاتا ہے مگر افسوس اگر کوئی
 بد نصیب بے ادب مسلوب الایمان گستاخانہ و بے ادبانه حرکات
 کرے تو کوئی عسکری منع نہیں کرتا۔ حد ہو گئی کہ خاص موابہ اقدس
 کی طرف اور کافی بلند کھڑکی پر اس آراستہ نبویؐ ارواحنا فدائہ کی

سطح سے بلند گندی جوتیاں رکھ دی جاتی ہیں جس سے قابلِ حرام
مگر تمام کائنات میں نہیں ہو سکتی۔

يَا خَيْرُ مَنْ دُرُفَّتْ فِي ثَوَابِ عَظَمَةٍ
مِنْ طَابَ عَنْ طَيْبِ هَيْئِ الْقَاعِ وَالْإِكْمِ
نَفْسِي فِدَاكَ لَقَدْ تَعَبَّرْتُ سَائِكِنَهُ
فِيهَا الْعَفَافُ وَفِيهَا الْجُودُ وَالْكُورُ

خاص ہوا جہتِ اقدس لولا کہ یہاں خلقت الخلق کے مبدعِ حق رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم میں اس درجہ گستاخانہ حرکات کرنے پر بھی کان پر جوں
نہیں رنگیتی۔

یا خدا دیوانہ یا شش و با مجھ ہوشیار

تذکوں کے زمانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ذرہ و نیمہ برابر کوئی گستاخانہ
حرکت حرمِ پاک نبوی میں کر سکے۔ کوئی بد نصیب ایسا کرتا تو اسی وقت
خدا مِ حرمِ اس کی چٹری بید سے ادھیڑ ڈالتے۔ اس حد سے سوا
گستاخی کے علاوہ گرد آلود اور غلیظ جوتیاں حرمِ نبوی میں لانے سے
قابلیتوں کی حالت بھی ایتر ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ المستعان اس امر

ضروری کی طرف فقیر دعا گو ممکنہ طرق سے حکومت سعودیہ غریبہ کو متوجہ کرنے کی سعی محو قہ و کرے گا۔

اس میں شک نہیں کہ اپنی ذات کی حد تک جلالت الملک سلطان ابن سعود بہت ہی بے مثال اطلاقِ حسنہ رکھنے کے علاوہ از حد عابد - زائد - متقی اور غیر معمولی انسان ہیں۔ اور ان کی نافذ کی ہوئی اصلاحات چھاتی ہیں بہت ہی قابلِ تالش ہیں۔ مگر وہ اپنے تنگ خیال - تنگ نظر - اہل فطامہ کے اشد علماء نجد اور جماعت انوان کے دباؤ کی وجہ سے سخت مجبور اور بڑی حد تک معذور ہیں۔ رفتہ رفتہ انہوں نے بہت سی باتوں کی زائرین کو اجازتِ حرم پاک نبوی میں دے دی ہے اور پہلے کے بہ نسبت بہت کچھ حالتِ سد ہرہی ہے۔ پہلے مواجہ اقدس میں ہاتھ اٹھانا سخت ممنوع تھا اور ہاتھ اوٹا باندھ بھی نہ سکتے تھے۔ اور آواز سے صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ورنہ چھڑیوں سے پیٹا جاتا تھا۔ اب ان باتوں سے منع نہیں کیا جاتا۔ پانچوں نمازوں کے بعد نہایت پابندی سے تمام حجازی نبوی مواجہ اقدس میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بظیفیل روح پاک سرکارِ دو عالم و عالمیان جلالت الملک ابن سعود

عانی علماء کی بھی تہذیب اصلاح ہو جائے۔ اور اخوان توحید کہہ کر فخر کر نیوالے نجدی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ توحید وہی توحید مقبول ہے جو بوسیدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو۔ ایمان کی تکمیل بغیر نفايتِ حُبِ رسول اللہ کے ناممکن و محال ہے۔ خود ارشاد پاک ہے کہ جب تک تم مجھے اپنی جان و مال بال بچوں اور ہر چیز سے بڑھ کر نہ چاہو گے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ صحابائے کرام کی کمالِ فائزیت کا حال احادیث میں پڑھنے کے باوجود علماء نجد کا حُبِ نبویؐ سے بہ گریز سوارے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ لِيُضِلَّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔ یہ خد ضروری اصلاحی امور تھے جو ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سعی بھی عملاً کیجائے گی۔

مدینہ منورہ کے ملاقاتی | حرم پاک نبویؐ میں حاضری کا دوسرا دن تھا کہ صفحہ پر حضرت شیخ الما خواطیدی آغا خلیل کے عقب میں ایک گوشہ کے اندر ایک ایسی سزنا پاتور کی مورتی نظر آئی کہ دل ٹوٹ پوٹ ہو گیا۔ ایک شمع بجلی تھی ایک نور کی صورت تھی۔ ایک مورتی مورت تھی۔

مصر کے سادات گرامی قدریں سے ایک محترم بزرگ تنو کے قریب سن شریف
 داماؤ ذکر و شغل میں متغرق تشریف فرما تھے۔ اس درجہ نورانی چہرہ تھا کہ
 خود بخود لوگ پروانوں کی طرح اس شمع نورانی پر گرے پڑ رہے تھے
 معلوم ہوا کہ مسلسل ساٹھ سال کے عرصہ طویل سے ایام حج میں مصر سے
 تشریف لاتے ہیں اور الاستقامت فوق الکرامت ٹھیک اسی مقام مقدس
 پر تشریف فرما رہتے ہیں ایک ہجوم اطراف جمع رہتا۔ ہم نے بھی دست بوسی کے بعد
 استدعائے دعا کی۔ بہت انفات خاص فرمایا اور دست دعا بلند کر کے
 دیر تک دعائے خیر فرمائے کے علاوہ دونوں دست مبارک ہمارے سر پر
 رکھ کر کافی دیر تک توجہ باطنی مبذول کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہم حتی الامکان ایک مہینہ جب تک حضرت مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے
 اکثر قریب میں حاضر رہتے۔ زبان کا مکالمہ حالِ تحسین خود دیکھا کہ ایک دن مصری
 عقیدت مند نے دس پونڈ کا نوٹ مازیا۔ بغیر ملاحظہ فرمائے کے قبول کر کے
 جلے نماز کے نیچے رکھ دیا۔ پانچ منٹ کے بعد ایک چشمی نے عقب سے آکر
 نہایت گستاخانہ زور سے حضرت کا کندھا ہلا کر سوال کیا۔ حضرت نے متعاً
 وہی نوٹ اُس کے حوالہ فرما دیا۔ اسی طرح حتی تدریجاً تھیوڑی سی دیہ میں جو سوال

کرتا اُس کو سب عطا ہو جاتی۔ بیشک خاصانِ حق کا یہی خاصہ ہے۔
 حضرت کی زیارت اور شرفِ لقا و توجہ باطنی کو ہم خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غلامِ نوازی سمجھتے اور فضلِ باری میں شمار کرتے ہیں۔
 دوسرے قابلِ ذکر ملاقاتی حضرت سید محمود صاحب مدنی ہیں جو حکومتِ حدودِ عربیہ کے ایک بڑے عہدہ دار ہونے کے علاوہ اپنی حکومتِ ابد مدت آصفیہ سرکار عالی کی طرف سے بھی ایک خاص خدمت پر فائز ہیں۔ یعنی تمام سکانِ مدینہ طیبہ جن کی ماہوارات سرکار عالی کی طرف سے جاری ہیں۔ ان ماہوارات کی تقسیم بھی سید محمود صاحب مدنی کے تفویض ہے۔ ایک بہت بڑے ادارہ اور تقسیم خانہ کو جو مدرسہ دیوبند کا نقش ثانی معلوم ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں بہت کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ ازراہ مسافرِ نوازی متعدد بار باوجود گونا گوں مصروفیت کے خود ملنے تشریف لائے چونکہ حکومتِ سعودیہ میں محمد بن عبد اللہ قانونِ شریعت کا بیعتِ نفاذ ہے۔ اور حضرت سید محمود صاحب بھی منصبِ قنصل پر پوری اختیارات دیوانی و فوجداری کے ساتھ فائز ہیں۔ اس لئے حضرت کے مشورہ سے والدہ ماجدہ اور بسم اللہ خاں صاحبہ کی طرف سے وصیت نامے اور وکالت نامے لکھے جا کر انکی ریٹری

یاقاعدہ تدریج کمیشن حضرت کے ردِ روان کی تصدیق سے جائے قیام پر
 کروادی گئی۔ ورنہ قانون شرعی کے اعتبار سے اگر کوئی مہاجر بغیر خاص صیت
 کے فوت ہو جائے تو فوراً حکومت اس کا تمام مال و ابا ب بندہ یہ پولیس
 ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیتی ہے۔ اگر مدت مینہ میں وراثت
 نے آکر اس کو بجا ثبوت حاصل نہیں کر لیا تو حکومت کا مال ہو جاتا ہے۔

مدنی دعوتوں کا سلسلہ اردانگی سے دو روز پہلے حضرت قاضی سید محمد حجت
 نے ہم سب کی معارف کے بیچ پُر تکلف دعوت فرمائی۔ صرف چار آدمی
 مدعو تھے اور کھانا پچاس آدمیوں کا بیٹا تھا جس میں خاص، خاص، عربی، عربی
 ترین غذا کوڑی بھی تھی۔ کوڑی کے متعلق سالہا سال سے سنتے تھے اور سلطانی
 دعوت میں دیکھنے میں بھی آئی۔ مگر سید محمود صاحب کی مخلصانہ دعوت میں خوب شہر
 ہو کر کھائی گئی جس طرح چارے یہاں مرغِ مُسلم تیا کیا جاتا ہے۔ اُسی
 طرح عرب میں سالم دُنبہ بنو نایا تا ہے جس کا گوشت خوب گل جاتا ہے
 اس کے پیٹ میں پلاؤ، مغزیات، مرغِ مُسلم اور اُٹے وغیرہ سب بھجے
 رہتے ہیں۔ سید محمود صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ غذا اور اُٹل افغانوں کے
 وہ بکرا فوج کر کے اُس پر چڑا پیٹ کر مُسلم انگاروں میں دبا دیا کرتے تھے۔

اور اس طرح پک جائیکے بعد بھونا ہو گوشت تناول کرتے۔ افغانان سے ایران اور ترکی ہوتا ہوا یہ کھانا عرب میں آیا۔ اور پہلے پہل عرب میں طریقہ تھا کہ گھاروں میں دُوبہ بھونے کیلئے دبا دیا جاتا۔ مگر جب تکلف بڑھا تو اب خاص تانبے کے بڑے ظروف میں بند کر کے دم دیا جاتا ہے عرصہ دراز کے بعد ہندوستانی روٹی اور کونٹہ کا سالن وغیرہ کھانے میں آیا۔

ہمارے رفیق و مخلص خاص ماسٹر محمد رمضان صاحب مالک دورِ محمد بیلزنگ فرم لاہور نے بھی ایک دن اعلیٰ درجہ کا پلاؤ اور عربی طرز کا المین زردہ وغیرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کا پکو کر اغواط کی دعوت دے کر کھلوایا۔ دوسرے روز بالمؤمنین رُکوت الرحیم ہر امتی کے لئے بخشائش چاہتے اور جو دستِ سخا کے سمندر بہا دینے والی سرکار کی طرف سے ہم کو ارشاد ہوا کہ دعوت قبول کرنی گئی۔ سبحان اللہ جو چیز خالصِ خدائے کاملہ کی نیت سے کی جائے کیوں نہ شرف قبول پائے۔ محرم کی ساتویں تاریخ کو کچھ عربی طریق سے پکو کر والدہ ماجدہ اور ہم لوگوں کی طرف سے حرمِ پاک تہوی کے بواب حضرات کو کھلوایا گیا۔ دس محرم الحرام روزِ جمعہ

عاشورہ کے دن والدہ ماجدہ کی جانب سے ایک دُنبہ کا پلاؤ اور زردہ
 پکوا کر یتیم خانہ کے یتیمی کو بھیجا گیا۔ عاشورہ کے روز ہم سب لوگوں نے
 روزے رکھے تھے اور انتظار حرم پاک نبوی میں کیا گیا تھا۔ اُسی روز منتہی
 سید احمد صاحب نفاعی نے ہم سب لوگوں کی بہت ہی پر شکفت دعوت فرمائی
 اور عربی اغذیہ لطیفہ کھلو ائیں۔ جن میں مرغ کا شربا ایک خاص چیر تھی
 معلوم ہوا۔ کیونکہ رمضان مبارک ایک عرصہ سے گرمی میں آ رہا ہے۔
 اس لئے انتظار کے بعد عموماً عرب اور دینہ منورہ میں لوگ شربا استعمال
 کرنے میں جو ملک طیف اور رفیق دُنی کے علاوہ کافی مقوی اور لذیذ غذا ہے۔
 کچھ اور ملاقاتی | سلاح الدین الیاس برقی صاحب نے اپنے سفر نامہ
 ”صراط الحمید“ جلد دوم میں داروغہ عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی کا حال
 لکھا ہے۔ بدینہ طیب میں جو حفاظ صرف خاص مبارک کی طرف سے حرم نبوی
 میں قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ اُن کے داروغہ ہیں۔ ایک روز عصر
 کے وقت صفحہ کے پاس اُن کو دیکھ کر چارے قلب میں اتھا ہوا کہ ہونہ ہو
 یہ داروغہ عبدالغفور صاحب عرب خواجہ خضر ہی ہوں گے۔ چنانچہ ہم نے
 تقدیم کر کے جب ملاقات کی تو وہی نکلے۔ پیر لطف اور مخلص آدمی ہیں۔ ہم نے

ہر چند خواہش کی کہ وہ اپنی ساختہ عربی سائیں مگر وہ راضی نہ ہوئے۔
 دوران قیام میں تقریباً روزانہ ملتے جلتے رہے۔ شروع سفر نامہ میں
 ہمارے دوست پیش امام صاحب مسجد چوک اوہم بے افندی کا تذکرہ
 ہے کہ انہوں نے ہم سے مدینہ طیبہ میں ملاقات کی پیشین گوئی کی تھی وہ
 پوری ہوئی اور وہ بھی صفحہ پر ہم سے ملے۔ پُرچوش معانقہ ہوا۔ انہوں
 نے مدینہ طیبہ میں دیرہ ہزار روپیہ میں مکان خرید کر لیا ہے۔ قیمت ادا
 کرنے کے بعد دوسو روپیہ قرضہ باقی رہا تھا وہ ہم نے انکی استدعا پر
 باوجود اپنے پاس کم گنجائش ہونے کے فوراً دے دیا۔ یہ سرکار عالم
 و عالمیان کے دربار عالی ہیں ایک غریب بال بچے وائے ادنیٰ امتی کی نذر
 تھی۔ اخلاص کامل سے پیش ہوئی تھی۔ ضرور درجہ قبولیت کو پہنچی ہوگی
 جبر ہمارے مدینہ منورہ کے کیل ایک خوبصورت۔ خوب سیرت فوجان
 آدمی ہیں اور وکیلوں کی طرح لپٹ کر مانگنے سے احتراز کرتے ہیں۔ یہ
 سب سے بڑا وصف ہے۔ ان کے نائب عبد الجلیل جو مسجد پاک نبویؐ
 کے مؤذن بھی ہیں۔ بہت مستعد۔ خدمت گزار اور ہر طرح واجب الامور
 خیال دار آدمی ہیں۔

وَدَاعِی مَنَاطِر | اِتَابِیخ ۱۴ | مَحْرَم الْحَرَام ۱۳۶۵ | یَوْم شَیْبَنہ صَبْح عَرَبِی
وقت کے تین بجے مدینہ منورہ سے روانگی مقرر ہو گئی۔ اس لئے رات کو
عشاء کے بعد ہم لوگ بڑے حضرت شیخ المشائخ سید حمزہ صاحبِ رِفا عی
مَلِکِ الْعَالِی سے رخصتی ملاقات کرنے قیسری منزل پر حاضر ہوئے۔ حضرت
سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ دیر تک سامنے بٹھلا کر توجہ باطنی سے سرفراز
فرمایا۔ رخصت کے وقت خاص طور پر حضرت نے دیر تک صحت و سلامتی سے
ہم لوگوں کے گھر پہنچنے کیلئے دعا فرمائی۔ تہجد کے وقت بجائے صُفْہہ پر
حسب معمول نماز تہجد ادا کرنے کے پائیں اقدس میں نماز ادا کی۔ اور مواجہ
مبارک میں حاضر ہو کر نام بہ نام تمام احباب۔ اعزہ اوجین لوگوں نے خاص
طور پر اپنے نام لکھوا دیئے تھے ان سب کیلئے اور اپنے لئے معروضات
پیش کئے۔ قلب پر سیکھنے کا لمحہ کا بھروسہ نہ ہو۔ پہلے ہی دو جہاں کی
رحمت سرکارِ عالم و عالمیان کی غلام نوازیوں نے بعد کے منازلِ قرب
سے تبدیل فرمادیئے تھے اور بوجدانِ ہر ذرّہ وجود پر رحمتِ محمدی کو
مُحِبُّ الْکُلِّ پارہے تھے۔ اس لئے عوالم ظاہری و باطنی ہر دو میں کسی مفارقت
کا شمع برابر اتر نہ تھا۔ اور بھجد لیلہ اس کا حق الیقین حاصل تھا کہ گنبدِ خضراے

قلب کے یمن کو انشاء اللہ جب ذرا گردن جھکائیں گے دیکھ لیں گے۔ نماز چاشت کے بعد جائے قیام پر آئے اور رفتار و حضرت سید احمد صاحب رفاغی محبت قلبی کے ہمراہ نہاری کا ناشتہ کر کے والدہ ماجدہ کے پاس رخصتی کے لئے حاضر ہوئے۔ اللہ اللہ اس وقت دل کی بیقرباری اور باوجود ضبط بے اختیار آہ و زاری کا کیا حال بیان کیا جائے حضرت کو ہمراہ لیکر ہم دونوں بجائی حرم پاک نبویؐ میں مواجہ اقدس میں پہنچ گئے۔ ہمسماں جاں نثار و عسکر رسول اللہ انصاریوں کے نام لبواؤں نے آج اپنی زندگی کی سب سے زیادہ عزیز متاع۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز سرکارِ دو عالم کی نذر کر دی ہے اور وہ ہماری ربیہ ہماری عزیز حقیقی ماں ہے جنہوں نے اپنے پرائیوں کو زندگی کے آرام و آسائشوں کو سرکار کے لئے جیتے جی چھوڑ دیا۔ سب سے منہ موڑ لیا۔ اور بس ایک ہی کی ہو ہیں ایک کے دروازہ پر آ پڑیں۔ ایک کی چوکت کی چبہ سائی کو اپنا مفید زندگی قرار دے لیا۔ کبر سنی اور امراض و صدموں کے پہنے سے ضعف کا یہ عالم کہ چند قدم بغیر محبت و سہارے کے چل نہیں سکتی ہیں اور ہر وقت کسی دیکھ بھال کر نبوالے کی اشد ضرورت ہے۔ مگر حقیر نے خُب رسول اکرم میں

سب گوارا کر لیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرکار کے قدم مبارک میں ہجرت کر کے اُڑیں۔ ذکر اس کا تھا کہ ہم لوگوں کے لئے زندگی کی سب سے گراں بہا تمناع والدہ ماجدہ کا وجود ہے۔ جن کی بے لوث اغراض سے پاک۔ جلد سے بے نیاز۔ شفقت و محبتِ الٰہ العالمین رب الارباب کی شانِ احم الراحمین کا ایک ظہور خاص ہوا کرتی ہے۔ یہ تمناع عزیز جو حضرت والدہ ماجدہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہم لوگوں کے لئے عزیز تر ہو چکی تھی۔ آج ہم چھوٹ رہے ہیں۔ ہم اُن کی محبت و شفقت سے دوزادہ بن رہے ہیں کوس دور چلے جا رہے ہیں۔ بیچ میں بے پایاں تواجِ سندھِ حائل ہے۔

شب تار یک بیم موج گرداپ بلا جنیں حائل

کجا دانند حال ما سبک را ان ساحل ہا

اور پھر یہ معلوم وقت و بخت مساعدت کر کے دوبارہ زندگی میں ان مبارک قدموں تک ہم کو پہنچاتا بھی ہے۔ یا عالمِ ظاہری کی یہ آخری طاقات ہے۔ اور دوبارہ عالمِ برزخ اور لوازلِ الحمد کے نیچے ملنا ہوتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ دلِ خون ہوا جا رہا تھا۔ مواجہ اقدس میں حضرت نے اُن کے یمن۔ بیسار میں کھرک ہوئے ہم دونوں بھائیوں کا ہاتھ پکڑ کر پناہ یکساں ماویٰ و ملجائے مستہداں

مکرکار عالم و عالمیان سے زیر لب آہستہ آہستہ کچھ معروفات کئے۔ اتنے میں عبدالحلیم صاحب وکیل نے باوازِ بلند نہایت دروہاکی سے وداعی صلوٰۃ و سلام پڑھوانا شروع کر دیا۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد حضرت خاتونِ جنت کے مقام پر حضرت والدہ ماجدہ مدظلہا نے ہم لوگوں کو رخصت فرما دیا۔ قریب تھا کہ ہم کو غش آجاتا جب کہ حضرت نے یارِ بارِ باصرار ارشاد فرمایا کہ میاں میری غلطیوں کو معاف کر دینا۔ اگر میں کبھی تھکا ہوئی ہوں تو وہ دنیا کیلئے میری غلطی سے تھا۔ اس کا کوئی خیال نہ کرنا۔ اللہ اکبر۔ رحمت کے اس کمال کے حال کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ جاہوِ یابے جا ہر وقت اولاد کی اصلاح کے لئے اس کو سزائش کرتے رہیں اور اولاد کی یہ سعادت مندی و فرضِ عین ہے کہ وہ ہمیشہ خوشی و الدین کی خٹکی کو رحمتِ الہی سمجھ کر انگیز کر لیں۔ شفقت اور رحمت کی حد ہو گئی۔ یکایک گوشِ روحانی میں ایک نہایت بلند آواز آئی جس سے دل میں زلزلہ نما کیفیت نمودار ہو گئی۔

دیکھو اور خوب دیکھو ظاہری ماں کی کمالِ رحمت کا حال تم نے دیکھ ہی لیا۔ اب حقیقی ماں ستر نزار ماؤں سے زیادہ چاہئے والی ماں

روحِ جَدِّ اَلکونین امتیان عاصی کو بخشوانے میں حریص ماں اُنکی
 کیسی بے پایاں شفقت و محبت قبر میں حشر میں نشریا ہوگی
 اس کو خوب سمجھ لو۔ مجاز میں تو نمونہ دیکھ لیا ہے حقیقت میں بھی
 اس سے زیادہ محنت کی توقع رکھو۔ جب حقیقت مفارقت
 روح کے وقت کامل طور پر پر انگندہ نقاب ہو کر اصلی ماں
 کے روپ میں سامنے آجائیں گی تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔

روح نے وجہ کیا اور شیمابار نعرہ لگایا کہ روحی فداک یا رسول اللہ۔ آپ پہ
 جانِ دل تصدق ہو جائیں۔ واقعی آپ نبی اُمّی یعنی تمام کائنات کی اصلی
 و حقیقی ماں ہیں۔ عالم وجود میں روتے ہوئے والدہ ماجدہ سے عرض کی کہ آپ
 دعا اور خاص طور سے دعا فرمائیے کہ میں نے بچاؤ لپو کے متعلق جس عظیم الشان
 کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بظہیر اُحمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 مجھے اس میں کامیابی عطا فرماویں تاکہ میں مسکانِ مدینہ طیبہ رسول کریم کے
 پڑوسیوں کی کما حقہ دل کھول کر خدمت کر سکوں یا اور کوئی ایسی غیبی امداد
 مجھے ہم پونچ جائے کہ آئندہ سال میں میرے تمام عیال و اطفال پر پوری
 بچوں کے مدینہ منورہ حاضر ہو کر قد مبوسی حاصل کر سکوں۔

بادلِ بریاں و چشمِ گریاں حضرتہ کو بمقام خاتونِ جنت کے
 پائیں حرمِ پاک نبوی ہیں چوڑ کر مخص ہو گئے۔ اور بابِ النساء کے
 بواب کو نذر دیتے ہوئے تیار موٹر لاری تک آ کر سوار ہو گئے۔ بہت سے
 لوگ لاری تک رخصت کرنے آئے تھے۔ لاری چلی اور بابِ الغبرہ
 شیر پاک مدینہ طیبہ کے آخری دروازہ پر پہنچی تو وہاں حضرت انجی
 روحی محبِ قلبی سید احمد صاحبِ رفاعی مدہ اپنے تمام بھائیوں کے رخصت
 کرنے آنے اور مقام پر آ کر منتظر پائے گئے۔ یہ بھی شہنشاہِ کونین سرکار
 دو عالم اردو اُحدانہ کی طرف سے اپنے جاں نثاروں اور غلاموں کے
 لئے ایک خاص عزت افزائی تھی کہ اپنی آل۔ اپنے جزا اپنے نواسوں کو
 غلاموں کے مخص کرتے بابِ المدینہ تک بھیج دیا تھا۔ حضرت سید احمد صاحب
 رفاعی کے نہ صرف بڑے صاحبزادے اور ان کی طرف سے خلیفہ حجاز اور
 صحیح جاشیں ہیں بلکہ اپنے والد محترم کے کمالات روحانی میں بالکل قدم
 قدم ہیں۔ معاف کر کے وعدہ فرمایا کہ حتیٰ الوسع جلد وہ ہمارے وکیل
 جادہ صلح لیبونی کے پاس ہماری فرمائش جس کی استدعا و التیج کیے گی یہی
 بذریعہ یارِ صلح روانہ فرما دیں گے۔ ہماری فرمائش و استدعا کیا تھی اُس کا بھی

حال سنئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ظاہری سے پردہ فرالینے کے بعد حجرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار کی آرا نگاہ قرار پایا جس کی دیواریں خام اور کھجور کے تنوں پر کھجور کے پتوں سے چھت پائی ہوئی تھی۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے جو خلفائے بنی امیہ میں خلفائے راشدین کی سچی مثال تھے۔ اس خام حجرہ کو بھنبہ بحال رکھ کر اس کے اطراف ایک بہت مستحکم حصار تعمیر کروادیا تھا۔ اسی حصار پر خلفائے عثمانیہ میں سے جو خلیفہ تخت نشین ہوتا تھا وہ بنہر ریشم کا غلاف پہنایا کرتا تھا۔ چنانچہ موجودہ غلاف سلطان محمد اشادغاں کا پیش کردہ ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے محصورہ تیار کر دیئے گئے بعد سے تیرہ سو سال کی مدت طویل سے کبھی کوئی تنفس اس محصورہ کے اندر حاصل نہ کیا حجرہ پاک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اس محصورہ کے اطراف ایک غلام گردش غلام گردش کے ہر طرف بنہر آنہی جالیاں لگا دی گئی ہیں۔ ترکوں کے زمانہ میں صرف اقواط جو خدام حرم پاک نبویؐ عبد سلطان صلاح الدین ایوبی سے قرار پا چکے ہیں ماس بنہر جانی کے اندر غلام گردش میں جا کر جھاڑو

دیا کرتے تھے۔ اور روزانہ شام کو جو اہر نگار شمع دانوں میں قند آدم کا قوری
 موم تیاں جیسے مشک وغیرہ کی آمیزش ہوتی تھی روشن کرتے تھے۔ سلطان
 صلاح الدین ایوبی نے حرم پاک نبوی کیلئے خصوصیت سے اغوا کا انتخاب
 اس لئے کیا تھا کہ اغوا جو عموماً سوڈان وغیرہ میں پیشی طور پر ختم نہ
 ہوتے ہیں۔ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ اور ذکور وانات خدام اگر خدمت حرم پاک
 کے لئے رکھے جاتے تو ہر دو کے قدرتی طور پر جنسی ونا پاک دفعتاً ہو جائیگا احتمال
 تھا حکومت ترکیہ عثمانیہ کے زمانہ میں سوڈان سے تلاش کر کے حرم پاک کے
 لئے اغوا اور انہ کئے جاتے تھے اور ان لوگوں کو پیش قرارا ہوا اس خدمت
 جلیلہ کے صلہ میں ملتی تھی۔ انقلاب حکومت کے بعد مملکت سعودیہ عربیہ کے زمانہ
 میں اغوا تو باقی رکھے گئے۔ مگر ان کے گزارہ کا کوئی بندوبست بحجز اربین
 کی نذر کے نہیں رہا۔ اور اب ان کے سپرد صرف آہنی سبزر جالیوں کے
 اندر مقنن ہیں ایک بار شب جمعہ کی جاوہ کشی کی خدمت باقی رکھی گئی ہے۔
 ہمیشہ سے شیخ الاغوا ان کے صدر کا خاص مرتبہ اور باطنی طور پر خاص مقام
 ہوا کرتا ہے اور ان کو شرف ہم کلامی سرد عالیہین کا افتخار حاصل ہے۔ سابق
 شیخ القوالہ امامہ ورم صاحب مرحوم کی کافی عمر ہوئی اور جو لوگ ان سے

ملے ہیں اُن کا بیان ہے کہ وہ نیم مجذوب ہو گئے تھے اور گم سم بیٹھے رہتے تھے۔ موجودہ شیخ الاغواط آغا خلیل صاحب سے ہم صفحہ پرتقریباً روزانہ ملتے تھے اور اُن کے قریب ہی بیٹھے رہتے تھے۔ یہ دیکھا کہ وہ بھی گم سم چشم نیم باز سے جانی مبارک کو تکلتے ہوئے بیٹھے رہتے۔ اگر کوئی آکر ہم کلام ہوا تو اس سے متوجہ ہو کر بات چیت کر لی۔ اور اُچھتی نظر سے دیکھ بھی لیا کہ وہ پھر ایک ہی جانب ٹنگی لگی رہتی۔ آہا۔ ہا۔ ہا۔

تجہی کو دیکھنا تیری ہی سنا تجھ میں گم ہونا
طریقت معرفت اہل حقیقت اس کو کہتے ہیں

بہر حال انوکرا اس کا تھا کہ تیرہ سو سال کی مدت طویل سے کبھی کوئی تنفس اہل حجرہ پاک نبویؐ کے اندر داخل نہ ہوا تھا۔ مگر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم خلیفہ ترکی نے جو بڑے حضرت شیخ المشائخ سید حمزہ صاحب رفاغی کے عاتق زار مرید تھے۔ حضرت کے پاس خاص طور سے یہ فرمایش روانہ کی کہ آپ کے بڑے صاحبزادے سید احمد رفاغی محصورہ کے اندر داخل ہو کر اہل حجرہ پاک میں جا کر وہاں سے مزار اطہر خاص آرامگاہ نبویؐ کی بٹی تہرک لے آئیں تاکہ سلطان اس کو مرثیہ کہہ بعد اپنے کفن میں لے جا سکیں۔ سلطان اہل علم کے

خاص حکم سے حضرت سید احمد صاحب رفاہی کا بیان ہے کہ انہوں نے
 محصورہ کے اندر داخل ہو کر جب اصل حجرہ پاک میں داخلی کا ثمر حاصل
 کیا تو دیکھا کہ بحسب حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوں کا توں
 عہد نبوی کا تعمیر کردہ کھجور کے پتوں کی چھت اور کھجور کے تنوں اور میٹھی کی
 دیواروں پر قائم تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آرا مگاہ نبوی علیہ آلف التحیات والتسلیم کے
 علاوہ صرف ایک اور قبر کی جگہ اصل حجرہ میں باقی تھی جو حسب پیشین گوئی
 حدیث صحیح حضرت عیسیٰ روح اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ تربت اطہر
 واقفین پر حضرت خالد ابن ولید سیف اللہ کا پیش کردہ ایک لکڑی کا
 غلاف تھا۔ سید احمد صاحب کا بیان ہے کہ خانی مقام پر جو حضرت عیسیٰ
 روح اللہ کی مرقد بننے والا ہے کھڑے ہو کر جیسے ہی انہوں نے الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا حَبْلَتِیَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ عرض کیا یکا یک
 چیمک برق سے زیادہ تیز و تند اور روشن ایک تکی عظیم مرقد اور سے نمایاں
 ہوئی جن کی وہ کسی طرح تاب نہ لاسکے اور بے اختیار پر چیخ مار کر قطعی بیہوش
 ہو گئے۔

تو بایں جمالِ دغوبی سر طوگر خرابی
آرینی بگو سہرا نکس کہ بگفت نثرانی

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ سَدْعَةً يَكَايَك
بڑے حضرت شیخ المشائخ سید حمزہ صاحب نے جو محصورہ کے باہر پھیرے
ہوئے تھے بذریعہ کشف اللہ کی حالت معلوم فرمائی اور بہت عزت نام اپنے
سمراہ تین اہل نسل سادات اپنے خلفاء و ذاکر شافعین سلوک طے کئے ہوئے
لوگوں کو لیکر اندر تشریف لگئے وہ لوگ حضرت بیاد احمد زعامی کو باہر نکال
لائے اور بڑے حضرت نے لکڑی کا غلاف مبارک ہٹا کر مزارِ اطہر و اقدس
سے جو بالکل خام مٹی کی تھی۔ خاک پاک حبِ التجائے سلطان العظم حاصل
کر لی۔ اس خاک پاک میں سے جن کی قیمت تمام جہان دنیا و مافیہا سے
بھی زیادہ ہے۔ بڑا حصہ سلطان العظم عبدالحمید نجاں صاحب مرحوم کے لئے
روانہ کر دیا گیا۔ کچھ حصہ حضرت بیاد احمد صاحب زعامی کے پاس موجود ہے جس
سے تھوڑی سی انہوں نے خود ہمارے ظلِ اقدس امیر المؤمنین عاشق محبوب
رب العالمین اعلیٰ حضرت بندہ گانہ تعالیٰ مظلہ العالی کو پیش کی تھی۔ ہم
لوگوں کی روانگی کے دن جب کہ انہوں نے ازراہِ مطلق جہان تواری

سہارے ہمراہ ناشتہ میں شرکت فرمائی تو ہم نے بھجروالہ صاحب اُن سے التجا کی کہ
حضرت اگر ایک چاول برابر وہ خاک پاک ہم کو بھی مرحمت فرمادیں تو ہمارے جو
تیرہ سو سال میں کسی کو یہ بہرہ ہوئی تھی تو ہم قبر میں اس کو اپنی آنکھ کے
اندر رکھ کر اُس ساتھ لے جائیں گے۔ بقول حضرت امجد۔

عصیاں سے ہے سینہ چاک طیبہ والے
تا پاک کو کر دے پاک طیبہ والے
بمعدے چشمِ حریر میں امجد کی
اپنے قبول کی خاک طیبہ والے

جو اب حضرت سید احمد صاحب رفاہی نے فرمایا کہ آپ نے بہت تنگ وقت
میں فرمایش کی ہے۔ وہ تبرک بہت ہی حفاظت سے مکان کی چوتھی منزل
پر ایک بہت محفوظ مقام میں ایسے مستحکم صحن میں ہے جس پر قفل ابجد
پڑا ہوا ہے۔ اس قفل کو میرے سوائے کوئی کہول نہیں سکتا۔ اس میں دیر
لگے گی۔ انشاء اللہ میں آپ کے ویل جلد کے پاس بذریعہ پارسل وہ
تبرک روانہ کر دوں گا۔

مدینہ منورہ تا مکہ معظمہ | ۱۴ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ | یوم شنبہ تین بجے عربی وقت

مدینہ طیبہ سے لاری پر ہم لوگ روانہ ہوئے۔ حبشی ڈرائیور علی عرفیت
 شہامتہ الخبیر نے جو اپنے گھر کہ مغلہ لوٹ جانے کا کئی دن سے متقاضی تھا۔
 موٹر کو کمالِ سعادت سے اڑاتا شروع کر دیا۔ اور جلد جلد منازل طے کرتا ہوا
 دوپہر کو یہ حسان چوچکڑی تھوڑی دیر کے لئے لاری کو روک دیا۔ پھر بہت ہی
 دشوار گزار منزل خالص صحرائی ریت کی شروع ہوئی۔ کمالِ فن سے
 شہامتہ الخبیر نے اس ڈیڑھ سو میل کی منزل کو چند یگفتوں میں عبور کر لیا
 مغرب کے تھوڑی دیر بعد ہی رات پہنچا دیا۔ راستہ میں متعدد موٹریں
 خراب ہو کر رُکی ہوئی پائی گئیں۔ یہ بھی مالک کا فضل خاص تھا کہ بغیر کسی حادثہ
 کے ہماری لاری دشوار ترین منازل سے صحیح سلامت نکل گئی۔ راتِ پنجامیں
 انڈے بہت سستے چار چار قرش کو مل رہے تھے۔ ہمارے پنجابی رفقاء
 نے بلا مبالغہ فی کس چالیس پچاس انڈوں سے زیادہ کھائے۔ مدینہ
 منورہ سے چلتے وقت ہمارے پیر کے زخم بھر ہرے ہو گئے تھے۔ راتِ پنجامیں
 پہنچتے ہی ان میں بہت درد اور ٹیس ہونے لگے۔ مرہم پی کا سامان ہمراہ تھا
 حسبِ عادت ہم نے خود مرہم پی کر لی۔ رات کو کھانا نہیں کھایا۔ اور اس
 خیال سے ریت گئے کہ جلد سوجائیں گے۔ مگر تو بکھجے نیند کا نور ہو گئی۔

اول تو سونے کے لئے جو کرسی نما چارپائی لی تھی وہ از حد تنگ اور اُس میں
 بھی کٹھیاں ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے نشیب و فراز پھر ہمارے بستر کے بازو
 ہی بیت الخلاء عام تھا۔ تمام رات اس قدر سخت و شدید تھن آتی رہی کہ
 دم اُٹ گیا۔ سبک نصف گنٹہ رات بھر میں سو سکے تھے۔ صبح نماز کے بعد
 پھر جو چلے تو خدا کے فضل سے نہر کی نماز سے پہلے جدہ پہنچ گئے۔ عظیم لائق
 نائب تونس شاہجہاں کبیر سے ملنے چلے گئے۔ حج سے قبل شاہجہاں کبیر نے
 جو ہنگامی میں حصولِ دوا کے لئے بہت سے وعدے و وعید کئے تھے۔ مگر عین
 وقت پر غلطے کی طرح کھینٹ لیں۔ اُن کا وعدہ تھا کہ ۲۴ دسمبر کے جہاز
 میں ضرور جگہ دلاؤں گے۔ مگر اس میں ٹوکیا جگہ دیتے۔ کہنے لگے کہ ۳۱
 جنوری کے بدترین جہاز جہانگیر شاہجہاں کے پدر بزرگوار کے ہم نام
 کئے اور پھر جگہ دیں گے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ نماز ظہر کے بعد جدہ میں
 ہم لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ اور عصر سے پہلے جدہ سے
 روانہ ہو کر مغرب سے قبل مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے معلم عبید الرحمن کے یہاں
 ٹھہر گئے۔

مولوی عبید الرحمن مکی | ہمارے مکہ معظمہ کے معلم عبید الرحمن صاحب

بہت خوب انسان ہیں۔ مکہ معظمہ کے معلمین کی طوطا چٹھی بے مروتی کے
افسانے ایک زمانہ سے حجاج کی زبانی سنا کرتے تھے۔ مگر عبدالرحمن صاحب
کو اس کے بالکل خلاف پایا۔ از حد بامروت۔ سیر چشم ہیں۔ اور عجیب بات
یہ ہے کہ عام کردہ والوں کے برخلاف جو عموماً مغلوب الغضب سخت محروم و تخریج
ہوا کرتے ہیں وہ از حد سلیم الطبع اور بے زبان آدمی ہیں۔ ہم نے خود
مشاہدہ کیا ہے کہ مئی میں بعض اہل حدیث امر تسری ان کو بلا وجہ علانیہ
گالیاں دیتے اور برا بھلا کہہ رہے تھے۔ مگر انہوں نے سب انکیز کر لیا
اور خاموشی اختیار کر لی۔ عام طور سے معلم لوگ جیسی شاذ محنت اور
مزدوروں کی طرح مشقت حجاج کے لئے برداشت کرتے ہیں اور اُنکے
آرام و آسائش کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس کے صلہ میں ان کی جو خدمت
بھی دے دے کی جائے وہ وہی ہے۔ مگر کچھ تو اس وجہ سے کہ
حجاج اُن کا خیال نہیں رکھتے اور کچھ اس باعث کہ سال بھر میں بھی ذریعہ
آمدنی ہے۔ عام طور پر معلم لوگ بھی ہر جائز و ناجائز طریقہ سے حجاج سے دہلی
کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مگر عبدالرحمن صاحب کو ہم نے تجرباً نہایت
قانع پایا جو کچھ دیا جائے اس کو خوشی قبول کر لیتے ہیں۔ کوئی اعتراض

نہیں کرتے۔ کوئی مطالبہ نہیں کرتے۔ ناجائز طور سے حصولِ منفعت کا شمار تک ان میں نہیں پایا جاتا۔ اپنی صفاتِ حسنہ کے باعث تمام پنجاب کے عموماً اور دہلوی حضرات خصوصاً سب کے سب اپنی کو اپنا معلم بناتے ہیں۔ اور جو حیلِ ج ان کو اپنا معلم بنائیں گے۔ انشاء اللہ بہت آرام و آسائش پائیں گے۔

قیامِ مکہ معظمہ | سب سے پہلے مغرب کی نماز حرمِ شریف میں ادا کر کے طوافِ عمرہ کرینگے بعد سعیِ صفا و مروہ سے فراغت کی۔ پھر سر کے بالوں کا تھکر کر داکے معلم کے پاس واپس آکر احرام اتار کر معمولی لباس پہن لیا۔ معلم صاحب کی طرف سے باقر اطعمہ کھانا آیا۔ کھا کر سو گئے۔ رفقا کو مجھروں کی شدید پوش سے بند بہت کم آسکی۔ اس معاملہ میں ہم تو ہمیشہ سے سخت و شدید ہیں۔ ہم کو نہ تو مجھروں کے کاٹنے کا کوئی احساس ہوتا نہ کٹھن کی کبھی ہم نے کوئی شکایت کی۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قبولِ در عالمِ جوانی کار و وجہانی بازار۔ ہم نے اپنے شباب میں بہت سے اشغال و اذکار کئے تھے۔ اور اب ایک خاص دھن میں تیند سے پہلے حد درجہ مستغرق اور تیا و باقیہا سے بغضِ ربی یا کل غافل

ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا احساس کو ٹھیکہ کاٹ رہے ہیں یا کھٹل کپہ نہیں ہوتا۔

۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ یومِ نخبینہ کو معظم الاخوان نے بابِ اوداع کے پاس سابق قیام گاہ کے مکان میں اس کا اعلیٰ ترین وسیع کمرہ جو حج کے زمانہ میں ڈہائی نہراریال ہیں، افریقہ کے حاجیوں کو دیا گیا تھا۔ دو ریال یومیہ کرایہ پر ٹھیکہ لیا۔ اور سب سامان اس میں منتقل کر کے ہم لوگ آگئے۔ یہ کمرہ بہت آرام دہ۔ وسیع اور حرم شریف سے بالکل متصل ہے۔ حتیٰ کہ نماز باجماعت میں اس کے اندر سے شرکت کی جا سکتی ہے۔ الحمد للہ پانچوں وقت کی نماز حرم شریف میں باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اور جس قدر ممکن ہو سکے طواف کی نعمت جو تمام جہان میں صرف کعبۃ اللہ میں میسر ہوتی ہے بافراط حاصل ہو رہی ہے۔ اکثر تہجد کے وقت حرم شریف میں پہنچ کر طواف صبح کی نماز تک کرتے رہتے ہیں اور ہر نماز باجماعت کے بعد بھی بھجھ لٹھ کی طواف کرتے جاتے ہیں۔

طوبِ حرم میں قول ہے تیرے شہرِ بخوار کا
حلقہ کعبہ دور ہے بارہ خوشگوار کا

حالت طواف میں عجیب مدہوشی عجیب سرشاری میسر ہوتی رہتی ہے :-
 ذیل اشعار باوقات مختلف بیت اللہ شریف خانہ کعبہ کے روپروا زحر
 قُرب کا موجب ہوئے۔ از حضرت اسحاق۔

(۱) یارب اک تو ہی رہتا ہے میرا

جُز تیرے جہاں میں اور کیا ہے میرا

ہے ننگ تجھے کہ میں تیرا بندہ ہوں

ہے فخر مجھے کہ تو خدا ہے میرا

(۲) تاجِ مذہبیت میں گزاروں یارب

کیوں در یہ تیرے سر کو نہ ماروں یارب

لے دے غریب کو سہارا ہے تیرا

جب تو نہ سنے کسے پکاروں یارب

(۳) جھولی بندے کی بندہ پرور بھر دے

کشکول میں مقصود کے گوہر بھر دے

مدد تیرے نجات کے سیخواروں کا

اے ساتی کوثر میرا ساغر بھر دے

دوسری بار مندرجہ ذیل عرضی نے خانہ کعبہ کے دروازہ کے روبرو کچھ عجیب
ہی لطف دیا۔

دستِ طلب نہیں رسا دستِ کرم تو ہے وراز
مل ہی رہے گا کچھ نہ کچھ ہاتھیوں ہی بڑبا رہے جا
اے نگرانِ کائنات میں ہوں تر اہی کلکس ذات
بگڑی ہوئی میری بات جیسے بنے بنا رہے جا

کتبہ خفرائے مدینہ کے بنرجالیوں کا نقش کچھ ایسا قلب و دماغ پر کا انحر
مُرتسم ہو گیا اور جم گیا ہے کہ طوافِ کعبہ میں برابر یہی محسوس ہوتا ہے کہ جیسے
بنرجالیوں کے اطراف طواف ہو رہا ہے۔ ان بنرجالیوں کا جس کے
اندر اللہ اللہ وہ برقی تہلی وہ سراجاً نبیراً متور ہے جس کے پر تو نور سے
تمام عالمین میں رحمت کا طہ کی روح طاری و نسا رہے وہ قلبِ عظیم
دھڑک رہا ہے جس کی مبارک حرکت سے تمام کائنات میں روح
حیات متحرک ہے۔ ہاں وہ بنرجالیاں جس کے اندر تمام جہا کائنات
کی روح اعظم بمذاقِ اَوَّلِ مَخْلُقِ اللہ تُو رنی حیراتِ جالِ لَمِ یَزَالِی۔
نقطہ تہویر اولین خاتم المرسلین محبوب۔ ب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم بِنَفْسِ نَفِیسِ نَهْفَتِ فَرَاہِی سَہ

مسند آرا کے نبوت باعثِ ارض و سما

سیدِ عرب و عجم ہر کردہ ہر دوسرا

برگزیدہ انبیاء و اولیاء و اصفیاء

صدِ صلوة و سلام از من تو صبح و سہا

یا حبیبِ سیدی اللہ اُنظر حالنا

سیدِ اراہ خدا کن اک نظر بر حال ما

گمراہاں را رہتا و رہرواں را مقتدا

نہ فلکِ معراج تو عرشِ جمیدت مسکا۔

أَرْوَاحُنَا فِدَاكَ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

انھی روحی حضرت آجد صاحب دامنِ مجددہ نے کیا خوب فرمایا ہے یہ

ایمان کی تکمیل اسے آجد ہوتی ہے نبی کی زیارت سے

تم کعبہ جسے کہتے ہو وہ نصف مکانِ مدینہ ہے

ہمارے طریق میں شہادتِ فیہی کا بہت اٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر سبز

جالیوں کے ذکر پر دل نہیں بانٹتا۔ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے۔ ہم نے بار بار

مسجد نبوی میں سیدی و مرشدی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبرا
 منظرِ اعلیٰ کو ان سبز جالیوں کے اندر جسمِ مثانی سے ٹہکتا ہوا پایا ہے اور با
 حضرت قبلہ نے سبز جالیوں کے اندر سے جسمانہ نظروں سے ہم کو دیکھا ہے
 دوسری بار حاضری مکہ معظمہ کے موقع پر مغرب سے چند لمحہ پہلے جب کہ ہر
 مطاف میں جماعت کے منظر بیٹھے تھے دیکھا کہ رکنِ یمانی کے قریب حضرت
 قبلہ کی برزخ روحانی ابتداء ہے۔ پشتِ غلاف کعبہ سے لگی ہوئی ہے۔
 ورتقدّر تقدّر وراز ہے کہ سر مبارک کعبہ کی چھت سے لگ رہا ہے۔

ملک الحجاز فیصلہ الیٰ ربّ تعالیٰ | ہم نے حرمین شریفین میں برہنہ تحقیق و جستجو کی۔
 نہایت معتبر لوگوں نے اس بات کی شہادت دی کہ باوجود انتہائی گردانی کے
 مسجدِ بلد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہر دو جگہ کوئی تنفس بہوک سے فوت نہیں ہوا۔
 حالانکہ حرمین شریفین میں گرانی کا یہ عالم ہے کہ نہایت ناقص موٹے چاول
 سات ریال کو ایک اکڑ یعنی سوا سیر نہایت ناقص خراب آٹا پانچ ریال کا
 لگی اور گوشت چار ریال کو شکر چہ ریال کو دستیاب ہو رہی تھی اور بنیہ
 صوبہ بنگال میں اس کی عشرِ عشرِ گرانی نہ تھی۔ مگر بیس (۳۵) لاکھ نفوس بھوک سے
 نذر اجل ہو گئے حجاز میں ایسا نہ ہو سکی وجہ یہ تھی کہ ملک الحجاز و النجد سلطان

ابن ہنود نے بہت اہتمام سے حرمین شریفین میں بی بی یغ روپیہ صرف کر کے روٹیاں تقسیم کرائیں۔ ہمارے وطن حیدرآباد دکن سے بھی ماٹار اٹھ ایک خطیر رقم لینے آٹھ ہزار روپیہ ماہوار مدینہ طیبہ اسی غرض سے ارسال کیا جاتا ہے۔ مگر اس خصوص میں جو کچھ ہم نے مدینہ طیبہ میں نہایت معتبر لوگوں سے سنا اس کو مطلق دہرانا نہیں چاہتے۔ حضرت والی راجہ قبد علامہ لقمان الملک حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام مدت العمر کی کمائی تقریباً دو ہائی لاکھ روپیہ صرف کر کے طیبہ منزل کے نام سے کناٹ پلس نئی دہلی میں ایک بلڈنگ وقف کی تھی جس کا افتتاح ہمارے نئے ظلّ اللہ جھان پناکھ نے بنفس نفیس اپنے دست مہلک سے فرمایا تھا۔ وہ جایا۔ اور اس غرض سے وقف کی گئی تھی کہ مدینہ منورہ میں ایک جامعہ طیبہ قائم کر کے طب اسلامی کا غرب میں خصوصاً اور محالک اسلامیہ میں عموماً اجبار کیا جائے۔ فی الحال ہمارا ناچیز مشورہ ہے وقتاً فوقتاً دو ڈوبائی سال سے نائی رقعات روٹی کی تقسیم کے لئے سفیر صاحب مملکت نجران حجاز مقیم بمبئی کے ذریعہ حکومت کے حوالہ کر دیے جاتے ہیں اور ہمارے تجربہ و مشاہدہ میں یہ طریق سب سے زیادہ آسٹم و غیر مشتتب ہے بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ سلطان کی یہ خدمت جو انہوں نے حرمین شریفین کے

باشندوں کی کیا رحم الراحمین کو پسند آگئی اور اس نے بطور دنیاوی اعظم اجر
 بیرون کے اتنے بڑے چشمے حجاز میں برآمد فرمادیئے بُسھرین و ماہرین امریکہ کا
 اندازہ ہے کہ ایرانی چشموں سے حجازی چشمے تقریباً پانچ گنا بڑے ہیں۔ ابھی
 مکمل طور پر برآمدگی کا بندوبست نہیں ہوا ہے نہ پائپ لائن بنائی گئی ہے۔ مگر
 شاکیا ہے کہ روزانہ ایک لاکھ ریال کی رقم خیر بطور حق مالکانہ ملک الحجاز کو
 مل رہی ہے اور بیرون حجاز میں اس قدر سستا ہے کہ کوئی چیز اس سے زیادہ
 سستی نہیں۔ بارہ گیلن کا ایک بڑا پیسہ چار ریال کو مل جاتا ہے۔

مراجعت پہلی بار الحمد للہ تقریباً ایک اربعین چالیس روز کہ مخطی میں قیام
 رہا تھا۔ مدینہ طیبہ سے واپس آکر دس روز شریف قیام حاصل رہا۔ جدہ سے اطلاع
 مل گئی کہ ۳ دسمبر کے جہاز علوی میں شاہجہاں کبیر صاحب نائب کونسل نے جگہ
 دے دی ہے اور معظم الاخوان بھائی صاحب کانٹکٹ ڈک سے بدل کر فرسٹ
 کلاس کا کر دیا گیا ہے۔ مگر کانٹکٹ شاہجہاں صاحب نے تبدیل نہیں کیا۔
 دوسری بار کی حاضری مکہ معظمہ میں بحجہ دوسرا حرم بیت اللہ شریف میں خاص مقام
 ابراہیم میں پُر کر آخری طواف وداع کیا گیا۔ جذبات کا دریا قلب میں موجزن تھا
 مقرر پر بہت سی ختوع و خضوع سے اپنے احباب۔ اقرباء۔ احباب اور اعداد

کے لئے دعا رے خیر کئی اور کمین لائیں لائیں کے گھر کعبۃ اللہ شریف کو نظرِ حسرت سے دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں بابِ اوداع تک آکر دروازہ پر آخری بار دُعا کر کے بابِ ابراہیم پر حکومت کی خطبہ لاری میں سوار ہو گئے اور دو گھنٹے میں عصر سے پہلے جدم پونچ گئے۔ اپنے وکیل صلح بیونی صاحب کے یہاں سہ منزلہ پر جہاں پہلے قیام ہوا تھا قیام گئے۔ دوسرے روز تاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۴۹ء اس قدر سخت و شدید طوفان باد آیا کہ سورج چھپ گیا۔ گرد و غبار کی کثرت سے چند قدم کے مناظرِ نظر سے مستور ہو گئے۔ تاریکی سی چھا گئی اور ہر چیز گرد سے اگسی ہوئی۔ میں ایسی شدتِ تیزی و تندہی تھی کہ مکان کی تیسری منزل کی دیواریں بار بار بل جاتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے زلزلہ آ رہا ہے اور مکان خدا نخواستہ منہدم ہو جائیگا۔ صبح صادق سے طوفان شروع ہو گیا۔ ہمارے پنجابی رفیق جید پریشان ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ سفرِ حج و زیارتِ انتہائی امتحانِ عبدیت و بشریت ہے جس میں متوہر پرچے دیے جاتے ہیں۔ ایک پرچہ شکر کا ہے۔ ایک پرچہ خدمتِ خلق کے متعلق ہے۔ ایک ادب کا پرچہ ہے کہ ہر ایک مقام پر اس جگہ کا احترام کیا تھا لہذا رکھا گیا یا نہیں۔ اب آخری نفس کیلئے نہایت وجہ شاق اور کٹھن پرچہ صبرِ تسلیم و رضا کا ہم لوگوں کیلئے باقی رہ گیا ہے۔ اسی پرچہ کی یہ ابتدا ہو چکی ہے

مفہم ارادہ کر لیجئے کہ ہر معیت کو یہ خندہ پیشانی انگیز کر کے پورے نہ سہی
 نصیف نمبر تو اس پرچہ میں حاصل کر لیں۔ باقی رہی یہ طوفانی ہوا اس کے چھیننے کی
 پیشنگوئی آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ ہم بار بار مکہ معظمہ میں کر چکے تھے انشاء اللہ
 تعالیٰ آج ہی پہلی شب کو یہ طوفان بادِ نعم ہو جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور
 بارہ بجے رات کے بن ہوا تو ہوا ہو گئی اور نزولِ بارانِ رحمت ہونے لگا اطلاع ملی
 کہ طوفان کی وجہ سے جہازِ علوی بجائے ۳۰ تاریخ کے ۳۱ دسمبر کو روانہ ہو گا۔
 ملک الحجاز والنجد سلطان ابن سعود اور ابن کے وزیر ابید عبد اللہ صاحب
 کی طرف سے بتایا کہ ۲۰ دسمبر یومِ کتبہ مطابق ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۵ ہجری
 معظمہ الاخوان حکیم عبدالقادر صاحب انصاری سلطان کے علاج کو خلعتِ
 شاہانہ عطا ہوا نصحت میں دو شاہزادین عقال۔ زرین عربی جتے۔ دو عدد
 طلائی گھڑیاں جن پر ان کی حکومت کا شاہی نشان مرسم تھا۔ عطا ہوئیں۔
 اور عین اسی روز اسی تاریخ کو اس غلامِ غلامان آلِ محمد خاک پائے آلِ عبا
 خادم الغریبہ فقیر دعا گو خسر و شاد نظامی کو اتنی بڑی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔
 جس کے مقابلہ میں صحیح معنوں میں دولتِ ہفت اقلیم بھی بیچ و پوچ ہے
 جس پر اگر دنیا و مافیہا کو قربان و تصدق کر دیا جائے تو بجا و درست ہے

جو واقعی ایکہزار تین سو سال کے بعد صرف چند خوش بخت و خوش نصیب انسانوں کو صرف بفضلِ باری و مرحمتِ رسالتِ پناہی سے حاصل ہو سکی ہے جن میں سے ایک حرمِ پاکِ نبوی علیہ الف الف تحیات و التعلیم کی تعمیر کر یو اے سلطان عبد المجید نماں مرحوم خلیفہ ترکی ہیں۔ جن کے خاص الخاص احکام پر کہ اس تبرک کو اپنے لئے بہائے آخرت سمجھ کر کفن میں لیجائیں گے۔ تیرہ سو سال کے بعد حضرت شیخ المشائخ مدینہ منورہ سب ججزہ صاحبِ رفاہی مدظلہ العالی اُن کے پیر و مرشد اصل ججزہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاص الخاص آرا مگاہِ نبوی میں داخل ہو کر تربیتِ اقدس و اطہر سے خاکِ پاک نے آئے تھے۔ اور بقیہ سے زیادہ سلطان کے لئے روانہ کر دی گئی تھی۔ حضرت شیخ المشائخ کے بڑے صاحبِ جہاد وے انجی رُوحی سید احمد صاحبِ رفاہی نے وہ خاکِ پاک ہمارے نعلِ اقدسِ عالمِ پناہ امیر المومنین عائشہ رسل رب العالمین محبوب المسلمین سلطانِ دُیشان کو غوجید آباد کوں آکر بائیس سال قبل پیش کی تھی اور میری استدعا و التجا پر کہ میں اس خاکِ پاک کو اپنی قبر میں آنکھ میں رکھ کر لیجاؤں گا جب وعدہ حضرت سید احمد صاحبِ رفاہی نے بذریعہ پارسینیمتِ غلطی قلیل مقدار میں روانہ

فرا دی۔ اور مجھے وہ پارسل ٹھیک اسی روز اور اسی تاریخ کو جدہ میں وصول ہوا جب کہ معظم الافغان بھائی صاحب قبلہ کو سلطان حجاز کی طرف سے خلعت مرحمت ہوا تھا۔

قیمت کیا سر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ بتایا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۷ء یومِ دوئنبہ صبح سویرے ہم لوگوں کو حکومت سعودیہ کے سرکاری موٹر لاپچ نے ساحل جدہ سے جہازِ علوی تک پہنچا۔ اور ایک اعزازِ حکومت کی طرف سے یہ بھی عطا ہوا کہ ہمارے لئے حکومتِ فرطینہ سرکاری حکم سے کھول کر قریب ترین راستہ سے ہمارا سامان بغیر معائنہ چنگی کے گزار دیا گیا۔ ساحل تک معلم عبید الرحمن وغیرہ چھوڑنے آئے۔

جہازِ علوی امام المشرق والمغرب اشدٰ اللہ الغالب حضرت علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ العزیز کا زمانہ خلافت راشدہ کس درجہ پر آشوب تھا۔ تواریخ اس کی تفصیلات سے پڑھیں۔ سرکار کے نام نامی سے منسوب جہازِ علوی پر مجبان علیؑ کس طرح استبداد آزمائش کا ملہ سچ سچ کئے تھے۔ ہم نے توجہ میں رفقائے بطریقوں کی کدیا تھا کہ آخری ربیع زیادہ کٹھن اور سخت پڑچہ امتحانِ قبرتسیم ورنہا کے لئے تیار رہیں۔ چنانچہ

جہازِ علوی میں بچہ اللہ ہم لوگوں کو اس امتحان کی آگ سے گزرنا پڑا۔ اور
توقع و امید ہے کہ کم از کم سوئیں سے بچا میں نمبر تو منصفِ حقیقی کے فضل بے نہایت
سے مل گئے ہوں گے۔ نائبِ برٹس کنسل جَدہ شاہجہاں کبیر صاحب جو اپنے
آپ میاں ٹھوٹھنے اپنی دستخط میں اپنے کو کبیر صاحب تحریر فرمایا کرتے ہیں۔
چونکہ صوبہ بنگال کے باشندہ ہیں اور ان میں صوبہ واری تعصب اور عصبیت
حدِ اعتدال سے بہت زیادہ ہے۔ ایسے اہم عہدہ حلیہ پر فائز شخص کے لئے
یہ تعصب حد درجہ بد نما اور حجاج کے لئے بھی تکلیف دہ ہے۔ انہوں نے محض
بنگالی محبِ وطن ہونیکا ثبوت دینے کے لئے صوبہ بنگال کے جس قدر حجاج جَدہ میں جمع
تھے۔ بلا تامل ان سب کو جہازِ علوی میں سوار کر دیا۔ حالانکہ ہمیشہ سے حجاج کو
ان کی آمد جَدہ کے اعتبار سے تاریخِ ارمقام و موخر جہازوں میں جگہ دینے کے
قاعدہ کی از حد پابندی کی جاتی ہے۔ مگر شاہجہاں کبیر صاحب نے مقدمہ موخر
آجوا لے حجاج کا کوئی خیال نہ فرمایا۔ جہازِ علوی کی ابتدائی گنجائش سات سو
حجاج کی ہے۔ اور کیتان جہاز کے شدید احتجاج کے باوجود انہوں نے ساڑھے
بارہ سو حاجی جہاز میں سوار کر دئیے۔ ظاہر ہے کہ گنجائش سے تقریباً
دو گنا جمل بھر دینے کے بعد جہاز کا کیا حال ہوگا۔ چلنے پھرنے کے راستے تو

دربار جہاں بیٹھ سکنے کی بھی جگہ مل سکتی تھی۔ حاجی میرے ہوئے قہر کریمنوں کی شینوں میں گھسے ہوئے۔ بیت الخلا کی دیواروں سے ملے ہوئے۔

ڈک کے نیچے اوپر آنے جانے کی سیڑھیوں کے درمیانی صدمہ تنگ مقام پر بعض حاجی اس حالت میں دیکھے گئے کہ پیٹنے کی جگہ کافی نہ ہونے سے نصف جھد جسم توٹکا ہوا۔ اور پیر سیڑھیوں پر لٹکے ہوئے جگہ حاصل کرنے کیلئے بعض سرحدی چٹانوں نے جج کرنے کے بعد حجر اسود کا مقابل کر لیا وہ جسے ان کی سنگدلی انصاف ہو گئی تھی۔ اکثر مقامات پر دیکھا گیا کہ انہوں نے دوسرے حجاج کو زبردستی جگہ حاصل کرنے کیلئے بہت زور کو بکھا حتیٰ کہ ہماری جگہ کے روبرو قندہار کے بعض چٹانوں نے ایک احمد آباد گجرات کے حاجی کو ڈک کے آہنی فرش پر اس زور سے دے مارا کہ غریب کا ٹھٹھہ اور کھنی پھوٹ گئی اور زخمی ہو گیا۔ ہم نے بہت سمجھا سمجھا کر تم لوگوں نے جج بیت اللہ شریف کیا ہے۔ سخت افسوس ہے کہ اب دوسرے مسلمانوں کو ضرر شدید پہنچا کر حج کے ثواب کو زائل کر رہے ہو۔ بیچ بچاؤ کر دیا۔ اور قندہاریوں کو مجبور کیا۔ ضرر رسیدہ سے معافی مانگیں۔ بہر حال چونکہ باہر اصرار شاہجہاں کیمینائب کونسل نے ہمارا ڈک کا ٹکٹ فرسٹ کلاس سے

اس لئے بدل نہیں کیا تھا کہ آٹھ دوسرے بنگالی ڈک مسافروں کو وہ فرسٹ کلاس میں بدلو چکے تھے۔ اس لئے بہت جدوجہد کے بعد ہم تین ڈک مسافروں کو ایک ہی مختصر جگہ ڈک کے سب سے نچلے تختہ قیسری منزل کی آمدورفت کے سیٹریوں کے عین نیچے لی۔ ایک رفیق سفر محمد رمضان صاحب چونکہ اپنے ہمراہ کیمپ کھاٹ لائے تھے۔ حجاز جاتے ہوئے تو اس کی ضرورت نہ ہوئی۔ مگر واپسی میں انہوں نے ایک مناسب جگہ اپنی کیمپ کہاٹ بچھالی اور مزے سی رہے۔ اب رہے ہم اور دوسرے رفیق میونپل کشترا لاہور چو و صریٰ محمد شریف صاحب تو دونوں کو سیٹریوں کے نیچے کی جو جگہ ملی تھی وہ اس قدر تنگ تھی کہ شکل و آدمی لیٹ سکتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ علاوہ ہر وقت سیٹریوں پر چڑھنے اترنے والوں کی آواز کے سیٹریوں کے کچھ تختے شکستہ ہو کر ان کے رخنوں میں سے ہم لوگوں کے سروں اور جسموں پر محترم حاجیوں کے جوتیوں (کامیٹی بکثرت سرگرمی رہتی تھی)۔ اس کے علاوہ دن میں بہت مزید وضو کر کے اوپر کے ڈک سے آنیوالے حاجی اپنے لوٹے میں جو بقیۃ الوضو پانی لایا کرتے تھے اترتے ہوئے وہ

پانی دن میں کئی بار اُن لوگوں کی بے احتیاطی سے ہم لوگوں پر گرتا اور
 شرابور کرتا۔ چودھری صاحب طعیرے پنجابی بہت محروم مزاج وہ
 از حد برہم ہو کر جھگڑے پر آمادہ ہو جاتے۔ مگر ہم ان کو یہ کہہ کر ساکت
 کر دیتے کہ خبردار چودھری صاحب امتحان کے دور سے گزر رہے
 ہو اور یہ سب کارروائی احکام کے تحت ہم لوگوں کے امتحان صبر و
 ضبط کیلئے کروائی جا رہی ہے۔ ہرگز ہرگز چل وچرا نہ کرو۔ ورنہ فیصل
 ہو جاؤ گے۔ وہ غریب دم بخود ہو جاتے۔ اور بعض اوقات زچ آ کر
 اپنے آپ میں بڑبڑایا کرتے۔

اور سنئے جہاز کے سالِ جدہ چور کر روانہ ہو جائیکے تھیک
 ایک دن بعد دوبارہ طوفان نے آیا۔ اور جہاز بلند موجوں پر تنکے کی
 طرح ہچکولے کھانے لگا۔ تار سے زیادہ بلند موجوں پر اوپر اٹھتا اور
 پھر ایک ہی لمحہ میں بچا تیزی سے اتنا ہی نیچے اترتا۔ حاجیوں کا بُرا
 حال تھا۔ بستر پر لیٹے ہوئے آدہ آدہ گرا جھل رہے تھے۔ اور
 تمام جہاز کے ساڑھے بارہ موجوں میں سے شاید ہی چند نفوس
 ایسے ہوں گے جو متلی اور قمے اور استخراج کے حلہ سے بچ رہے ہوں

ان محفوظ لوگوں میں سے بڑھتی یا خوش قسمتی سے ایک ہم بھی تھے۔ جن کو
 قے و استغراق تو کیا ہوتا نہ خفیف سا چکر بھی محسوس نہ ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ
 تھی کہ ہم اپنی دہن میں مستغرق ہو جاتے تھے۔ رفیق سفر جو دہری صاحب کا
 حال بہت اتر ہوا۔ حتیٰ کہ ایک بار انکو غشی کا دورہ پڑا۔ فوری دوا استعمال
 کرائی گئی اور بعد لحد چند منٹ میں افادہ ہو گیا۔ نچلے طبقہ کے ڈک کے
 جس ہال میں ہمارا قیام تھا۔ اس ہال میں تین سو سے زیادہ مسافر تھے اور
 نین سو صاحبان کے لئے صرف ایک بالٹی استغراق کرتے میسر ہوں
 گئے تھیں۔ ایک چارے سر پرانے رکھ دی گئی۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے
 کہ بالٹی میں ہی طوفان آکر ابل جاتی۔ اور اس کی گندگی بہ کر ہم
 لوگوں کے بستر کو آلودہ کر دیتی عفو نہت کا حال ناقابل بیان تھا۔
 یہ سب سے زیادہ کھٹن پرچہ امتحان تھا۔ تین دن تک یہی حال رہا۔ آخر
 عین غصہ و خروش سے نکل ہی گئی اور حکیم صاحب نے شاہ صاحب کو بھجھاڑ
 دیا اور ہم ٹھوک کر اکر کر کھڑے ہو گئے۔ ننگ آمد بھنگ آمد کی صدا
 بن کر ہم نے امیر المرح صاحب کو ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا کہ آپ کو
 اس لئے ڈک کے مسافر ہوتے ہوئے اعزازی امیر المرح مقرر کیا گیا ہے۔

کہ آپ روزانہ ڈک کے مسافروں کی شکایت معلوم کرنے دورہ کیا کریں اور پچھم خود ان کی حالت کا معائنہ کر کے پکتان جہاز کے ذریعہ رفع شکایات کی سعی کریں۔ اگر جہاز کے عملہ صفائی نے دن میں متعدد بار استغراغ کی ہے تو صفائی نہ کر کے ایسی ہی غفلت مجرمانہ برت کر حاجیوں کی صحت و عافیت کو سخت خطرہ میں ڈالیں۔ تو میں مجبوراً ٹرین مارینس کی پی عروت مغل لائن پر مقدمہ دائر کرنے کے علاوہ تمام اجازت میں اس کا حال شائع کرادوں گا۔ بارے اس تحریری نوٹس کا حسبِ ولخواہ نتیجہ نکلا اور یا مستند لاہور امیر المرح صاحب نے جو ڈک کا ٹکٹ ہونے کے باوجود فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ کچ عافیت سے نکل کر دورہ بھی کرنا شروع کر دیا۔ اور دن میں دو مرتبہ بالٹی کھنی صاف ہونے لگی۔ ایک بیدیل مثل مشہور ہے کہ جنو پڑوں میں رہ کر محلوں کا خواب۔ وہی مثل کچھ ہم پر صادق آجاتی ہے کہ ہمارے اندر ایک خاص الخاص کمزوری زمانہ دراز سے یہ ہے کہ اس خاصہ اشغال کی وجہ غیر معمولی تیز ہو جانے سے خصوصیت سے ہمارا مزاج بدبو کو مطلقاً برداشت کر سکنے میں ناماشاہی واقع ہوا ہے۔ اگر ہم کو ذرا بہی

بدبو کا احساس ہوتا ہے تو ہم فوراً خوشبو جلاتے ہیں اور بدبو دفع کر لینا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ ورنہ مسلسل بدبو سونگھنے کے بعد ہم کو واقعی غشی طاری ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے ہم نے اپنے خرید کردہ سکونتی مکان میں جس کا نام نظامی نشمین ہے کافی سے زیادہ رقم بیت الحلا کے قلعش بنانے میں صرف کردی تھی۔ شاید حکیم علی الاطلاق میرے ارجمد الرحیم کو میری اس کمزوری کو بڑی حد تک دور فرما دینا منظور تھا کہ اس بارہ میں سب سے زیادہ مشکل پرچہ امتحان کا عطا ہو گیا۔ ایک دن تک واقعی تعفن کی وجہ سے مجھ پر غشی کی حالت طاری رہی۔ اس کے بعد غیب سے یہ انتظام ہو گیا۔ ایک دہلوی درگاہ شریف کے پیر زاوہ صاحب نے بلا طلب کافی مقدار میں گلاب اور خس کا عطر ہم کو غنائت کر دیا جس سے طبیعت تھمی رہی۔

چونکہ معظم الاخوان یغائی صاحب اور بھاج صاحب فرسٹ کلاس میں تھے اس لئے ہم رفق ضروریات وغیرہ کے لئے فرسٹ کلاس میں چلے جایا کرتے تھے۔ جہاز کی مسافرت کا دوسرا دن تھا۔ ایک مرتبہ جب کہ یغائی صاحب ہاتھ روم میں تھے اور ہم باہر

بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بنگالی صاحب جنہوں نے اپنا ٹکٹ ڈک سے
 شا بجاہاں کبیر کی مہربانی سے فرسٹ کلاس میں تبدیل کروا لیا تھا۔ اپنے
 کیمین سے برآمد ہوئے اور ہم کو دیکھ کر کمال غصہ و غضب میں آ گئے۔
 ارشاد ہوا کہ تم لوگ ڈک والا دو کوڑی کا آدمی ہم فرسٹ والوں کے
 باتہ روم میں کیوں آتا ہے۔ ہم تم پر نالش کر دیگا۔ ہم نے کمال سکون سے
 عرض کیا کہ ہم باتہ روم میں نہیں ہیں بلکہ باتہ روم میں ایک فرسٹ کلاس
 ہی کا مسافر گیا ہوا ہے۔ باہر ٹھہرا جرم نہیں ہے۔ تمام فرسٹ کلاس کے
 سامنے کے راتے میں ڈک کے مسافر پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے
 سکون سے بنگالی صاحب کا پارہ اور اوپر چڑھ گیا اور ارشاد ہوا کہ تم
 ڈک والا دو کوڑی کا لوگ ہم فرسٹ کلاس والوں کو جواب دیتا ہے
 تم کو ہم فرسٹ کلاس والوں سے دب کر بات کرنا چاہیے۔ تم جھوٹ
 بولتا ہے۔ ہم نالش کر دیگا۔ عرض کیا گیا کہ نہیں نالش ہرگز کافی نہیں
 آپ کو اس معاملہ کیلئے تو پریوی کونسل تک ضرور جانا چاہیے۔ اتنے
 ہی میں بھائی صاحب باہر نکل آئے اور انہوں نے بنگالی صاحب سے
 کہا کہ اس جھوٹ بات کیا ہے کیا ہم جو اندر تھے فرسٹ کلاس کے مسافر

نہیں ہیں۔ بہر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگالی صاحب نے ہاتھ روم مقفل کروا دیا۔ اگرچہ کہ ہر فرسٹ کلاس والے کے پاس اُس کی کنجی موجود تھی اور بھائی صاحب نے اصرار کیا کہ ہم ان سے کنجی لے لیا کریں مگر ہم نے کہا کہ قاعدہ کے اعتبار سے ہم ہرگز حق پر نہیں ہیں۔ ہم ڈک والوں کو درحقیقت فرسٹ کلاس کے ہاتھ روم کا استعمال جائز نہیں ہے اور خلاف قاعدہ ہے۔ اس لئے اب ہم اس طرف ہرگز نہیں سہکتے ڈک والوں کے بیت الخلا کا حال یہ تھا کہ تین سو مسافروں کے لئے صرف پانچ عدد ایسے بیت الخلا تھے جس میں انسان بشکل تمام شدید تنگی کی وجہ سے بیٹھ سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بیت الخلا کے قریب ایک میلہ گھارتا اور شدید ہجوم رہا کرتا۔ بیت الخلا سے ملی ہوئی جو تنگ گلی سی تھی وہ تمام تر غلظت کے انبار سے بٹی رہتی۔ اس لئے کہ بعض لوگ جو اندرونی دباؤ کو زیادہ دیر سہہ نہ سکتے تھے وہ اضطراراً گلی میں فارغ ہو جاتے۔ اس لئے ہم نے اپنا معمول یہ بنالیا تھا کہ صرف دو بجے رات کو تہجد کے وقت جایا کرتے اور نماز طہر کے وضو کو التراماشا تک قائم رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل یہ تھا کہ موسم طوفانی

اور سرد تھا ورنہ نچلے طبقہ کے ڈک میں جس کا فرش دیواریں، چھت، سب
 آہنی تھیں۔ اس قدر شدید گرمی ہوتی کہ شاید قوت برداشت جواب
 دے دیتی۔ نچلے حصہ کے ڈک چونکہ دھوئے نہیں جاتے اس لئے
 نفع و گندگی حد سے ہوتی۔ پھر مسافر چٹان اور بنگالی۔ دونوں
 از حد غلیظ و گندی عادتوں کے مظاہرہ کے عادی۔ ہر طرف پسوؤں کا
 طوفان۔ ڈک کی آہنی سطح پر دو دو اونچے کے سفید رنگ کے کپڑے رنگتے
 نظر آتے تھے اور بڑے بڑے چوہے رات کا دبا دبا بول کر مسافروں پر
 یورش کرتے تھے۔ ہم نے اپنے نفس لعین سے جو وعدے اس کو کمال
 درجہ اذیت پہنچانے کے لئے کئے تھے وہ جہاز علوی میں سب بدرجہ
 اولیٰ پورے ہو گئے۔ طوفان سے جہاز دو چار رہا۔ پھر باد مخالف
 چلنے لگی۔ اس وجہ سے جہاز بجائے نودن کے تیرہ دن میں کراچی پہنچ
 سکا اور یہ تیرہ دن مفت خوان رتم سے کم نہ تھے۔ شدت تکالیف
 سے اس تیرہ دن کے اند جہاز میں نو اموات ہوئیں اور نو حاجی اقد کو
 پیارے ہو گئے۔ بچک اُن لوگوں پر خاص نظر رحمت تھی کہ حج کرنے
 اور گناہوں سے پاک ہو جانے کے بعد مشیت ایزدی کو گوارا نہ تھا کہ وہ

لوگ دوبارہ دنیا میں آکر آلودگی گناہ میں مبتلا ہوں۔ اس لئے پاک
وصات حالت ہیں ان کو اٹھایا گیا اور اپنے دربارِ عالیٰ میں بلایا
گیا۔ ہماری زبان تو اداے شکر میں گونگی ہے ارحم الراحمین کا محض
خاص انخاص فضل اور توفیق تھی کہ ان تمام مصائب کو ہم نے نہایت
خندہ پیشانی سے انکیز کر لیا اور شس سے مس نہ ہوئے۔ اندیشہ تو
یہ تھا کہ شاید فریش ہو جاتے۔ اس کے برخلاف نہ صحت اور بہتر ہو گئی۔
اور ہم انتہائی طلاطم میں ہی جب کہ جہاز بہت زور سے چکڑے
کھا رہا تھا اور چلنا پھرنا درکنار کھڑا ہونا بھی مشکل تھا اور ہر ادھر ہر بھر کر
خدمت خلق کا ثواب حاصل کرتے رہے۔ محترمہ بھابی صاحبہ طوفان
مہوار ہوئے ہی حد درجہ طلیل اور فریش ہو گئیں۔ مسلسل چار دن تک کوئی
غذا انہیں پہنچتی تھی۔ تشبیح کے دورے ہونے لگے اور زیست سے ناامیدی
ہو گئی انہوں نے ہم کو بلا کر وصیت بھی کر دی۔ ہم نے یہ دیکھ کر کہ بھابی صاحبہ
کا داغ شدت پریشانی سے معطل سا ہو رہا ہے۔ علاج اپنے ہاتھ میں
لے لیا۔ ایسی حالت میں شہد نے میحائی کا کام کیا اور تیرہ دن جہاز سے
اترنے تک انکو صرف مائو لسل اور بسکٹ پر رکھا گیا۔

۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء بروز جمعہ جہاز علوی نے صبح آٹھ بجے کراچی
 پہنچ کر لنگر ڈال دیا۔ اور ہم لوگوں نے مع اخیر دوبارہ ساحل مندرپدم
 رکھا۔ جہاز کی لاسکی کے ذریعہ بڑے بھائی صاحب حکیم عبدالحی انصاری
 کو دہلی آمہ اظناعی تار دیا گیا تھا۔ مگر کراچی والوں نے تار یہ کہہ کر
 مسترد کر دیا کہ حالات جنگ ابھی تک باقی ہیں خاتمی تار نہیں لئے جاسکتے۔
 اس لئے بھائی صاحب قلعہ کراچی تشریف نہیں لاسکے۔ کراچی والوں کے
 لاسکی تار مسترد کر دینے سے جو بالکل خلاف توقع تھا۔ اکثر حجاج کو بہت سخت
 و شدید زحمت کا سامنا کرنا پڑا اور کافی سے زیادہ لفٹانات بھی ہوئے
 آسام کے ایک بہت ہی دور دراز علاقہ کا ایک غریب حاجی نے جو کچھ علی
 تھا جدہ سے اپنے اقربا کو بحری تار دلوایا تھا کہ وہ لوگ کراچی اس کو
 لینے آجائیں۔ اس کا جب جہاز میں انتقال ہو گیا تو اس کے شناسا مہوطن
 حاجیوں نے بذریعہ لاسکی تار دلوایا کہ اس کے اقربا کراچی نہ آئیں۔
 تاکہ ان لوگوں پر اس قدر ورور و رائیڈ ہزار میل سے زیادہ کے سفر کے
 سینکڑوں روپیے کا بار نہ پڑے مگر کراچی والوں کے لاسکی تار نہ قبول
 کرنے سے وہ لوگ کراچی پہنچ گئے اور نیند گاہ پر ترادو قطار رورو کر

بہایت دردناک منظر پیش کرتے تھے۔

کراچی | کراچی میں سر عبداللہ ہارون صاحب کے بنگلہ پر قیام ہوا۔ گودا سے ہم لوگ بوٹر پر سیدھے اسٹیشن گئے۔ اور دوسرے دن یعنی ۱۲ جنوری کے لئے لاہور ریل میں سکند کلاس کی پانچ سیٹیں رزرو کروائی گئیں۔ شہر کو سرسری طور پر کراچی شہر کی سیر لگائی۔ یہ ضرور ہے کہ مدراس، کلکتہ اور بمبئی کے نسبت کراچی سب سے زیادہ صاف ستھرا شہر ہے اور عمارات و دیدہ زیب ہیں۔ نئی الحال تو ب سے بڑا یورپ۔ عراق، مصر جانے کئے لئے ہوائی اڈ ہے۔ مگر غمگین سب سے بڑا بندرگاہ بھی بن جائیو والا ہے۔ اس لئے اک بمبئی سیاسی تحریکات کا آماجگاہ بن جانے اور ایک جنگی جہازیں دوران جنگ میں آگ لگ کر شدید نقصانات ہو جائیے بمبئی کی بندرگاہ ناقابل اعتبار قرار پائی ہے۔ بہر حال ہم کو امور سیاسی سے کیا غرض۔ ہم حیدرآباد وکن والوں کے لئے حجاز جانیفا نزدیک ری راستہ بمبئی ہے اور کراچی۔ حیدرآباد سے نہ صرف از حد دور و راز ہے بلکہ وہاں تک جانے میں بھی مصارف کا بار پڑ جاتا ہے۔ ایک رات دن کراچی میں قیام رہا اور چھاری میزبان لیڈی عبداللہ ہارون صاحبہ نے کمال مہربانی سے حق میزبانی ادا فرمایا اور ہم

لوگوں کی بہت خاطر تواضع کی۔ ۱۲ جنوری کو ہم لوگ لاہور میل سے روانہ ہو گئے اور ۱۳ جنوری یوم بکثبہ کو رات کے نو بجے لاہور پہنچ گئے۔ بھائی صاحب معظم الاخوان اور دوسرے لاہوری رفقاء کے استقبال کے لئے ان کے احباب اسٹیشن پر آئے تھے۔ ہم نیا گنبد ناریلی بازار میں بھائی صاحب کے یہاں ٹھہر گئے۔ دوسرے ہی دن بڑے بھائی صاحب قبلہ حکیم عبدالحی صاحب انصاری جن کا ارادہ تھا کہ لاسکی تار ملتے ہی دہلی سے کراچی ہوئی جہاز کے ذریعہ آجائیں گے۔ لاہور پہنچ گئے۔ پانچ یوم لاہور میں قیام رہا۔ سردی ہم حیدر آبادی لوگوں کے لئے جو معتدل موسم کے شوگر میں حد سے زیادہ تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ بارش ہوئی۔ اوپے بر سے کشمیر میں سخت برف باری ہونے سے ایسی سرد ہوا چلنے لگی کہ جسم کو برماتی اور کاٹتی تھی۔ پانچ روزہ قیام لاہور لاہور میں دو شعر بہت ہی اچھے ہاتھ لگے جو چارے سفر جرح کا حاصل ہیں۔

دل جانبِ مدینہ ہے اور قبلہ رخ ہوں میں

اب انتہائے کشمکش دل نہ پوچھیے۔

مہراج دید ہو گئی حاصلِ مدینہ میں۔

اب کیا ہے میری زبیت کا حاصل نہ پوچھیے۔

۱۹ جنوری کی رات کو لاہور سے دہلی بڑے بھائی صاحب قند کی میت میں روانہ ہو گئے۔ حالانکہ چار یوم قبل سے دہلی کے لئے سیٹ محفوظ کرائی گئی تھی مگر بے سود ہوا۔ جہہ برت کے ڈبے میں نو مسافر تھے۔ ۲۰ جنوری صبح نو بجے دہلی پہنچ گئے۔ درگاہ شریف جانیکے لئے کافی وقت نہ تھا۔ اس لئے اسٹیشن ہی سے تمام بزرگان دہلی کو عموماً اور بارگاہ سلطان السلاطین سلطان اشلخ سلطان نظام الدین اولیا محبوب الہی میں خصوصاً نذرنا تح کذران دی گئی۔ چونکہ دوسرے ہی دن جید آباد کن کو رو انکی مقرر تھی اور کراچی سے تار دلو اکر سیٹ رزروڈ کی گئی تھی۔ اس لئے اپنا تمام سامان سوائے بستر کے اسٹیشن انپکٹر یا یو الطاف علی صاحب کے یہاں امانت رکھوا دیا گیا۔ ہم کو حجاز میں ملت پانی کی قلت اور مختلف وجوہات سے غسل کرنے کا بہت کم موقع تھا۔ تین ماہ کے عرصہ طویل میں صرف تین مرتبہ غسل کا اتفاق ہوا تھا۔ اس لئے اسٹیشن سے سید ہے فقہپوری گئے کہ وہاں کے شہرہ آفاق ترکی حمام میں خوب نہا سینگے اور کئی ماہ کا جسمانی بیل کچیل صاف کروائیں گے۔ مگر فقہپوری جانے پر معلوم ہوا کہ سب سے بڑا اور مشہور حمام بند ہو چکا ہے مجبوراً ایک دوسرے حمام میں غسل کیا گیا۔ حمامی نے حربِ نثار نہ تو جسم کا میل کچیل صاف کیا اور نہ مشمت و مال کی۔ البتہ مٹی کے

نخت چھانوے سے جا بجا جم کی کھال اُدھیر دی اور پانچ روپیہ وصول کر لئے۔ نتیجہ دہری سے خوش نفس کی سزا میں کہ جسم کا میل پچیل صاف کرایا جائیگا۔ جا بجا سے کھال اُدھڑوائے ہوئے نئی دہلی کنٹاٹ میں طیبہ منزل واپس پہنچ گئے۔ ایک شبانہ روز قیام رہا۔ دوسرے دن شام کو بذریعہ گرانڈ ٹرنک اکسپریس حیدرآباد دکن روانہ ہو گئے۔ چونکہ پہلے سے سیٹ محفوظ کروالی تھی جگہ اچھی مل گئی۔

۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء ۱۱ صفر ۱۳۵۵ھ
یوم سہ شنبہ مسافر حجاز نے تقریباً چار ماہ کے بعد اپنے وطن حیدرآباد دکن کی سرزمین پر دوبارہ قدم رکھا۔ ٹرین جب سکندریہ پہنچی تو دیکھا کہ ہر آدمی قاضی انعام الہی صاحب انصاری اور محب و مخلص قلبی سلیم صدیقی صاحب استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ رب سے پہلا پہرہ لوٹنا ہار سلیم صدیقی صاحب نور نظر حضرت صدیقی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہنایا۔ نام ملی اسٹیشن پر مجمع احباب تھا۔ انہی روحی حضرت احمد صاحب دام مجدہ فقیر نواز مخترم نواب قطب اللہ خاں صاحب محمد یوسف صاحب ریلوے والے۔ یوسف صاحب صحافی محب قلبی خوش اقبال

نظامی کی علالت کی وجہ سے اُن کے صاحبزادے میاں محمود صاحب
 نظامی وغیرہ اجاب جمع تھے۔ نواب بشارت علی خاں صاحب
 جاگیر دار اپنی موٹر پر ہم کو گھر پہنچانے تکلیف فرما کر خود تشریف لائے
 تھے۔ حاجی صاحب پھولوں کے باڑوں سے لدے ہوئے جس میں
 آخری بار قاضی انعام الحق صاحب کا تھا۔ رحمت باغ کا چیسگوڑہ
 پہنچ گئے۔ رب سے پہلے حجرہ آثار مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کے بعد دو رکعت نماز سگراۓ ادا کی گئی۔ پھر
 امجد صاحب اسٹین سے گھر پر تشریف لائے۔ روانگی حجاز کے وقت
 انہوں نے ایک رباعی مرحمت فرمائی تھی۔ جس کا سفرنامہ میں مفصل تذکرہ
 موجود ہے۔ دیر تک ہم دونوں اس رباعی کے مضمون پر اسٹنبارزہ
 تھے۔ واپسی میں بھی انہی روحی دامن حیدرہ جب اسٹین سے ہمارا استقبال
 کر کے اپنے مکان آغا پورہ تشریف لگے تو فوراً فی البدیہہ ایک
 رباعی ہوزوں فرمائی اور اس کو خود اپنے قلم سے لکھ لے آئے۔

رباعی یہ ہے۔

محضرت خسرو سریرِ دل۔

مکتبہ اسلامیہ دہلی

اگر کوئی شخص چاہے کہ
انہیں راہِ حلال بن جائے

پس قدموں کی خاک نہ پونے
اور اے دربار سے نہ ملے

از حضرت ابو جہل
۱۱۶

اُو کو چہ محبوب میں جانیو اے
 آنکھیں رہ جاناں میں بچھا نیو اے
 اپنے قدموں کی خاک لینے دے مجھے
 سرکار کے دربار سے آئیو اے

رباعی سن کر دونوں کو وجہ طاری ہو گیا اور ہم دونوں ویتزنگ
 اشکبار رہے۔ بڑی ہنسیر محل برادر مسمیح اللہ شاہ صاحب اور منجلی بہن
 اہلیہ شرف محمد احمد صاحب بیرسر ملنے آئیں۔ اور بھی مریدین وغیرہ جمع ہو گئے
 تھے۔ ہم نے بہنوں کو سفر نامہ کے بعض حصے خصوصاً مدینہ طیبہ کے وداعی
 مناظر نائے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی زار و قطار دلا یا۔ چونکہ
 اسٹین پر سن لیا تھا کہ آج ییدی و مرشدی شمس العلماء حضرت خواجہ
 حسن نظامی صاحب قبلہ مظلہ العالی آج ہی شام کو دہلی واپس تشریف
 لے جا رہے ہیں۔ اس لئے دوپہر کو حضرت کی جائے فیام سیف آباد
 جا کر شرف مذہبی حاصل کر آئے اور حجاز کے تحائف مدینہ طیبہ کی کھجوروں
 کا تحفہ پیش کر دیا۔

و عتول کا سلسلہ | انواب ثبات علی خاں صاحب جاگیر دار المعروف بہ نواب

بچہ گلوڑہ خود زحمت فرما کر ہم کو شیش سے استقبال کر کے گھر لے جانے تشریف
 لائے تھے۔ انہوں نے ازراہِ فقیر نوازی بہت اصرار سے ہم کو جمعہ ۲۰ صفر المظاہر
 کو بخوکیا از حضرت آجندہ صاحب کو بھی بلوایا تھا۔ نواب صاحب کے والد ماجد
 نواب غایت علی خاں صاحب مرحوم و مغفور سے تقریباً اکیس سال کی مدت
 طویل ہوئی کہ خصوصی رشتہ مودت و اخلاص استوار ہو گیا تھا۔ نواب صاحب
 مرحوم و مغفور کو ہم سے از خلقِ خاطر اور عقیدت تھی۔ ایسے تمام اہم امور بغیر حاکم
 مشورت کے سرانجام نہیں دیتے تھے۔ وضع داری قدیماۃ و شان امیرانہ اختصار
 و رویتانہ میں فردیگانہ تھے۔ انوس کہ یہ آفتاب اخلاص و محبت آٹھ سال ہو
 کہ برجِ خاکی میں غروب ہو گیا۔ فقیر خسرو نے ان کے سینہ بے کینہ پر خاکِ در
 رسول اپنے ہاتھ سے بطور تحفہ آخری ان کی تربت میں رکھ دی۔ اور ولی
 پرورد سے اک آہِ بگر سوزید پکھنچی۔ ان کے بلند اقبال صاحبزادے نواب
 بنارت علی خاں صاحب باطل اپنے والد محترم کے قدم بقدم ہیں۔ اور
 غیر معمولی عقل و فہم و فراست کے علاوہ بعض ایسی خصوصیات سے حامل ہیں جن کو
 حقیقہً امرا میں نہ تھا گہا جائے تو حیران ہو گا۔ اور یہ کہ وہ ہمارے دور ہمارے
 پانچد اور خوش اوقات امیر ہیں۔ روزِ سر سے عرومِ شامی اور محالہ فقہی ہیں اپنا



نواب محمد بشارت علی خان جاگیردار
چمبارگڑہ

جواب نہیں رکھتے۔ واپس الطیات نے ان کو ایسا ذہین رسا مرحمت فرمایا ہے کہ وہ ذرا سے اشارہ پر اہم سے اہم معاملات کی فوراً تہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ چونکہ خود بہت اعلیٰ کردار و اخلاق کے مالک ہیں اور نفسیات انسانی کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لیے پہلی ملاقات میں آدمی کے تمام خصائص نیک و بد سمجھ کر چونچتے رائے قائم کر لیتے ہیں بارہا تجربہ ہوا کہ وہ ہمیشہ صحیح ہوتی ہے۔

ماشاء اللہ ساٹھ ستر ہزار سے زائد آمرنی کی وسیع جاگیر کا ایسا بہتر انتظام کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم مال و بندوبست کے دیرینہ تجربہ کار حکام نے خراج تحسین ادا کیا ہے۔ خلوص محبت قدیمانہ و صداری فقیر نوازی یہ سب صفات حسنہ اپنے والد ماجد سے ورثہ پائی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جدید تہذیب کی چکا چونڈ کر بنوائی روغنی جسے طبقہ امراء کو غرق کر لیا ہے۔ انکی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکی اور تمام مشرقی روایات انہوں نے اپنے یہاں برقرار رکھی ہیں۔ بہر حال ذکر اس کا تھا کہ نواب صاحب نے اس فقیر اور حضرت امجد دام مجیدہ کو اپنے یہاں مدعو فرمایا۔ وہاں یوسف نواز جنگ بہادر متقدم اصلاحات بھی موجود تھے۔ جن کا ذوق عبادت۔ صفات درویشی اور مکارم اخلاقی ہر آئینہ طبقہ حکام میں عظیم المثال ہے۔ پرتکلف دعوت کھائی۔ اپنے سفر نامہ کے وہ حصے جو حاضری

مدینہ طیبہ کے متعلق تھے۔ نواب صاحب کے اصرار پر منائے گئے۔ گیارہ بجے رات کو نواب صاحب نے ہول پہنا کر مرخص کیا۔

دوسری دعوت | رحمت باغ کاجی گورہ میں ہمارے ذاتی مکان کی زمینیں نزدیکی ہے اور اس کے مالک رحمت باغ کے زمیندار مرزا مظہر اللہ بیگ صاحب ہمارے خاص انخاص محب ہونیکے علاوہ ہمارے مخلص قلبی سلیم صدیقی صاحب کے بہ نسبتی ہیں۔ یہ تمام خاندان یا شاہراہ فقیر دوست پابند رسوم و صلوٰۃ اور صلیٰ انخاص کا ہے۔ مولوی مظہر اللہ بیگ صاحب کو ہم سے بہت تعلق خاطر ہے۔ اور وہ ہمیشہ عقیدہ تاجد بہ بے اختیار شوق میں ہمارے یہاں بکثرت تشریف لایا کرتے ہیں اور ان کے خلوص و محبت سے ہمارا قلب بہت متاثر ہے۔ ہم نے سفر نامہ نو بڑی حذالک قیام حرمین تشریفین ہی میں بھلت تمام لکھا۔ الا تھا مگر ہماری کمزوریوں میں سے ایک بڑی کمزوری یہ بھی ہے کہ ہم حد درجہ بدخط و اقع ہوئے ہیں اور بجز فارسی انخاص کے ہماری تحریر پڑنا مشکل ہے۔ ہم پریشان خاطر تھے کہ ہمارے سفر نامہ کو جب کا تیب پڑے نہیں سکیگا تو کتنا بت کیونکر کرے گا۔ مگر مولوی مظہر اللہ بیگ صاحب نے محض لوجہ اللہ خدا و رسول کی خوشنودی کے لئے

ہمارے سفرنامہ کو صاف لکھنے کا تہیہ فرمایا اور باوجود گونا گوں کسال
 مصروفیات کے التزاماً روزانہ تشریف لاکر سفرنامہ کو صاف لکھ دیا۔ ^{۱۳۶۵} ق
 بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ترقی معاشی کو نین مرحمت فرمائے
 ”ذکرہ دعوت کا تھا مولوی مظہر اللہ بیگ صاحب نے بتایا ۳۴ صفر المظفر
 ۱۳۶۵ء یوم دو شنبہ رات میں مکتوب کو فرمایا۔ کامل خلوص و محبت دلی کی دعوت
 کیسے رد کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ہم سہ برادر م قاضی انعام الحق صاحب نغار
 کے مظہر اللہ بیگ صاحب کے مکان گئے۔ محبت قلبی سلیم صدیقی صاحب
 راہنمائی کر رہے تھے۔ بہت پر تکلف دعوت کہائی اور نہایت معطر
 پہلوں کا غیر معمولی براہ راست گھر لوٹ آئے۔ نفسِ غیبت سے مخاطب
 ہو کر دریافت کیا کہ کیوں خواب ہم نے اپنا وعدہ جو شروع سفر حجاز میں
 آپ سے کیا تھا وہ جہاز علوی میں پورا کیا نہیں۔ آپ کا خوب اچھی طرح
 سر کھلایا گیا۔ یا ابھی کچھ کسرا تھی ہے۔ ہماری دانست میں تو آپ بڑے
 پاک بے حیادیت شریف ہیں۔ آپ کی خباثتیں دنگی ہیں مگر زائل ہوتا
 امر محال معلوم ہوتا ہے۔ آپ جیسے گئے تھے ویسے ہی ہر چہ کر آ گئے ہیں
 ہم کو تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے۔ لوگ ہاتھ چومتے ہیں۔ آنکھوں سے لگاتے

ہیں۔ کہ حاجی حرمین شریفین ہیں۔ بیت اللہ شریف ہوا اُسے ہیں۔ دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری دی ہے۔ شاہ صاحب قبلہ شاید اور زیادہ تقدس مآب ہو گئے ہیں مگر اوستقی نفس لعین مجھ سے زیادہ اور کون مجھے واقف و آگاہ ہو سکتا ہے۔ تیرا میرا تو دم کے دم بے سے ساتھ ہے اور آخری دم تک ساتھ رہیگا۔ میں تجھے خوب جانتا پہچانتا ہوں کہ تو کتنے پانی میں ہے۔ بطون کے اُمیہ مجھلا میں دیکھا کہ دم نخود ہماری زبرد تو بیخ کنسن رہا ہے اور بالکل ٹکڑک دیدم دم نہ کشیدم کی حالت میں ہے اور کمال مسکینی سے بڑبڑا رہا ہے کہ مجھے ہرگز جواب طلب نہ کیجئے۔

جلوہ گاہ خاص کعبہ حقیقی و اصلی اپنے قلب کے پر تو انوار کی بے نہایت بارش سے دریافت کر لیجئے کہ آیا اس کی کرن یا بارہم پر پڑ رہی ہے یا نہیں۔ مجھے پتہ نہیں کہ ان کرنوں کی تجلی سے میرے اندر کیا انقلابات پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر اتنا مجھے معلوم ہے کہ اس بارش انوار سے ایسا لطف آ رہا ہے کہ میں اب اپنی خاص ڈیوٹی بہکانے کی جیسے بھوتنا جا رہا ہوں اور سب سے بُری بات یہ ہے کہ چالیس سال کے عرصہ طویل کے بعد مجھے روح ہم سب کی حاکم اعلیٰ و علیٰ پر وہ تیشین حجابات بے نہایت کی

دیکھا حد درجہ اشتیاق ہو گیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ پردے اٹھیں اور میں بے حجاب کچھ دیکھ سکوں۔ ہم نے نفس کو بہت غور سے نظر باطن سے دیکھا اور جانچا کہ آیا وہ غلط بیانی سے ہم کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ یاد حقیقت ”چوں بایہ منور خرباشد“ نہیں رہا۔ دیکھا کہ فی الواقع اس کے اندر آہستہ آہستہ انقلاب کا دور دورہ ہے اور انشاء اللہ امتحانِ لست قلب و روح کے باعث وہ تواتر کی حالت سے تدریجی ترقی کرتا ہوا مطمئن کا مد ہو جائے گا۔ جب وہ مطمئن ہو جائیگا تو وہی دن ہماری کامل فتح میں کا ہوگا۔ اور اسی دن کو حضراتِ صوفیائے کرام نے یومِ فتح سے منسوب فرمایا ہے۔

تیسری دعوت | تیسری دعوت برادرم مولوی محمد احمد صاحب بی۔ سی۔ یل، باراٹ لاہارے بہنوی اور چچا زاد بھائی کی جانب سے بتاریخ ۲۶ صفر ۱۳۶۵ یومِ پختنبہ بعد مغرب مقرر تھی۔ چنانچہ ہم یومِ وقتِ معین پر گلی چراغ علی میں بھائی صاحب کے یہاں حاضر ہو گئے۔ بھائی صاحب نے نہایت سکسی میں ولایت کی جڑی بڑی ڈگریاں حاصل فرمائی ہیں۔ اور عرصۂ تنگ اولاً الد آباد میں حیثیت جو نیر سر تیج بہادر سپرو کے ہمراہ بعد ازاں مستقل

طور پر ایسی شاندار وکالت کی ہے کہ دور و دراز کے موکل انکے یہاں رجوع ہوتے تھے۔ اور ہمارا بھٹیالہ کے شہرہ آفاق مقدمہ میں اہولنگ نیکنامی حاصل کی۔ اب چند سال سے حیدر آباد دکن اپنے وطن میں حدود رجہ نیکنامی سے بہت کامیاب وکالت کر رہے اور پبلک و حکام ہر دو میں ہر دو عزیز اور مثل اپنے والد بزرگوار عم محترم تواب اصغریا رجگ بہادر سابق رکن عدالت العالیہ کے شہرہ آفاق ہیں۔ ماشاء اللہ آپ جماعت جو نیر و کلار میں ہر وقت گہرے رہتے ہیں اور سمندر قانون کے اس درجہ اعماق میں غوطہ زن ہو چکے ہیں کہ ننانی القانون کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ تمام دنیا دانیہا اعزاز وافر بار سب کو اس کمال مصروفیت قانونی مہم وقتی نے فراموش کر دیا ہے۔ کاش ہم تصوف کے دعویداروں کو اس کا عشر عشر انہماک اپنے خالق حقیقی سے ٹوٹنے میں ہو جائے تو بڑا پار ہو جائے۔ دعوت میں ہر آدمی قاضی انعام الحق صاحب انصاری اور بھائی صاحب کے ایک قدیمی دوست محمد اعظم صاحب بلگرامی سابق مددگار صدر محاسب و برادرم عبدالفتح انصاری صاحب وغیرہ شامل تھے۔ ظاہر ہے کہ حاجی صاحب کو جو بھی دعوت دینا ہے خلفاء ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ دعوت نہایت



روشن دل محمدیو خوش اقبال شاہ نظامی

پر تکلف تھی اور کھنتوی باد چنی نے اپنے کمالات فن کا مظاہرہ کیا تھا اس سے ہی زائد بے تکلف احباب کی مزید اربطیفہ گوئی اور بزلہ سخن لطف صحبت ہم پہنچا رہی تھی۔ بجائی صاحب نے نہایت اشتیاق سے سفر نامہ کے بعض حصے سنے۔ ساڑھے دس بجے رات کو دعوت سے فارغ ہو کر گھروٹ سکے۔

چوتھی دعوت | مولوی محمد یوسف خوش اقبال روضہ دل نظامی نے میرے ایسے اخلاقی اور قلبی اور روحی ہیں کہ ان سے زیادہ قریب میرے محدود حلقہ احباب میں کوئی فرد نہیں ہے۔ تقریباً ربع صدی پچیس سال کے عرصہ طویل سے وہ میرے صحیح معنوں میں دکھ سکھ کے ساتھی اور ہم درویش و رفیق کلی ہیں۔ اکثر طویل طویل مسافرت میں میرا ان کا ساتھ رہا ہے۔ اور سفر حج کے موقع پر ان کے لئے ممکنہ کوشش حصول اجازت و ٹکٹ کیلئے لگی۔ مگر حج کمیٹی دہلی کے متعدد ارکان حکومتی نے ایک دشمنی اور کوئی سنی بار آمد نہ ہو سکی۔ اور میرے یہ رفیق و ہم درویش کے متعلق طہترے بعض حاسد حضرات نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ شاید خسر و شکست اور خوش اقبال کے فرارات بھی پہلو بہ پہلو بنیں گے

ہماری حج سے محروم رہ گئے۔ برادرِ روشن دل خوش اقبال صاحب
نظامی نے بتایں، ریح المنورہ ۱۳۶۵ھ یومِ کھینہ بعدِ مغرب اپنے
حاجی پیر عجائی کی از حد تذکر و احتشام سے اپنے مکانِ خوش اقبال
منزل واقع چھلگوڑہ میں دعوتِ فرامیٰ اور تقریباً تمام حلقہ احباب کو
اس میں مدعو فرمایا۔ تقریباً پچیس تیس منتخب حضرات تشریف لائے تھے
مثلاً برادرِ قاضی انعام الحق صاحب انصاری۔ مولوی مقبول احمد صاحب
سید ہاروی ماہر تعلیم اطفال ہندوستان کے مشہور اہل قلم اور صاحب
تصانیف متعددہ۔ مولوی سلیم صدیقی صاحب پروفیسر آرٹس کلج
مولوی عبدالمتقدر خاں صاحب وکیل ہائیکورٹ وغیرہ۔ نظامی
دستِ خوانِ میزبان کی سیرِ چشتیِ خلوصِ قلبی و فراغِ دلی سے اوانِ نعمت
پٹا پڑا تھا۔ حاجی صاحب کیلئے بہت سے مختلف النوع اعلیٰ ماکولات
تیار کئے گئے تھے۔ واقعی سچی پُر خلوص محبت کا رشتہ بھی کچھ عجیب رشتہ
ہے کہ محب اپنے محبوب کیلئے جذبہ بے اختیار شوق سے مغلوب
ہو کر چاہتا ہے کہ دنیا کے ہر معلومہ نفسِ اشیاء اس کو ہمان بنا کر
پیش کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام کا شبان اپنے نزدیک سب سے

اعلیٰ ترین سامان دعوت و مدارات اپنے ہمان کے لئے جہیا کرنے کا وعدہ کر رہا تھا اور کہتا کہ اے خدا۔ اے آسمان و زمین کے مالک تو کہاں ہے آجا۔ آجا میرے ٹوٹے جو پیڑے میں بجی آجا۔ آجا کہ میں تیرا چاکر بن سکوں۔ تو آجا اے کہ میں تیرے سر میں کنگھی کر سکوں تیرے پیرو ہوں۔ تجھے ٹھنڈا ٹھنڈا تازہ تازہ دودھ پلاؤں۔ تو جانے لگے تو میں تیرے قدم پر گر پڑوں۔ تجھے جانے نہ دوں۔ بیمار ہو جائے تو بیمار داری کروں۔ ہم نے اپنے نفس سے سوال کیا کہ کیا تم واقعی اس قابل ہو گئے ہو کہ اس نظامی دسترخوان پر ہمان خاص بن کر الوانِ نعمت کھاؤ جو بیشمار بار تمہارے مرشدِ پاک سید محمدی ملوئی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ مظلہ العالی اور جماعتِ نظامیہ کی بہت دھوم دھام کی دعوں کا سماں دیکھ چکا ہے۔ فقیرِ مطلق نے دیکھا کہ شخصِ مظلّمہ جس کا قلب کی بارشِ انوار نے احاطہ کر لیا تھا اپنے تمام سیلو فری پر نہایت سکون سے ممکن ہے۔ اور لبِ بامِ سکنت کی لٹکائے ہوئے اسدرجہ جو ہے کہ جیسے گراں گوشی سے اس نے ہاری بات ہی نہیں سنی۔ ایسی حالت میں ہمارا خیال نہ تھی کہ اس کو حجابِ

قدیم زجروتویخ کرتے یاد و چار علی کٹی سنا دیتے۔ البتہ اگر وہ مثل سابق
 امارہ پایا جاتا تو ہم ہرگز سرکوبی سے نہیں چوکتے۔ ہم نے قلب صنوبری
 کے محاسن اور شاہدہ سے عروج کر کے قلب مدور کی طرف جو مقام جمع الخ
 ہے نظر باطنی کو جما دیا۔ دیکھا کہ جو آفتاب عالم تاب و خلی کعبہ محترم
 کے موقع پر ہمارے نقطہ قلب میں سما گیا تھا وہ کمال رعنائی سے
 اپنے چہرہ زیبائی لاتنا ہی بجلیوں کی بجلیاں چمکا رہا ہے۔ نظر باطن
 خیرہ ہو گئی۔ روح و جا میں آئی۔ جسم کارواں رواں کا پ سا گیا۔

امروز شاہ شاہاں مہال شہاستارا

جبریل بالملک دربان شہاستارا

جی چاہا کہ عالم جذب و شوق میں بلند آواز سے ایک نعرہ لگائیں۔ معاً
 نفسِ فلکی نے آواز دی کہ خیر دارِ عنان ضبط کو ہاتھ سے نہ دینا۔ استفادہ
 سکوت و خاموشی اختیار کر لو کہ اس پاس والوں کو جن میں سے اکثر
 نا اہل اور نا آشناے راز ہیں۔ یہ بھی نہ چلے کہ درحقیقت اور دراصل
 کون بلن طلوع اور بلن اقبال روشن دل و روشن خیال خوش اقبال کی
 دعوت قبول فرمانے بنفس نفیس آگیا ہے اور نزول اجلال فرما رہا ہے

اور عرشِ ثقب سے اپنے تجلیوں کی بجلیاں چمکار رہا ہے۔ اس لٹکا پر
 ہم ایسے انجان و خاموش ہو گئے کہ اشارتاً و کلماتاً کوئی بات ظاہر نہ
 ہونے دی۔ بلکہ قلندریہ مشرب کی بناؤ پر گنگوڑے زندانِ انداز میں کرنے لگو۔
 تاکہ عام دعوتیوں کے روبرو اسرارِ فاش نہ ہو جائیں۔ اللہ اللہ۔
 یہ دل جب سے کخلوت خانہ اس آئینہ رُو کا ہے۔

ملا ہے دیدہ حیراں کو عہدہ پاسبانی کا

مگر ایک امر خاص میں ہماری عقلِ ظاہری سخت حیران و پریشان
 ہے اور ہم اس کے متعلق مجید سرگرداں ہیں کہ آخریہ معاملہ کیا ہے۔
 ایک طرف شبِ گذشتہ یہ یقینیہ و ہدایت کہ خبردار سازِ فاش نہ ہونے
 پائے۔ دوسری طرف آج تبایخ ۸ ربیع المنور ۱۳۷۵ء بار بار شدید
 اصرار کہ شبِ گذشتہ کے تمام اسرار سفر نامہ کے لئے قلمبند کر دالو۔
 دیدارِ می نمائی و پرہیزِ می کنی

بازارِ خویش و آتشِ مایہِ ستمی کنی

یا انہی یہ عجیب معاملہ ہے۔ آخریہ سفر نامہ شائع ہو نیوالا ہے
 اور ہر کس و نا کس۔ ہر مکتب خیال۔ ہر دوست و دشمن کے ہاتھ آسکا

تو کیا اسرارِ فاش نہ ہوں گے۔ معلوم ہی ہوتا ہے کہ شامت ہمارے سر پر
منڈلا رہی ہے اور ہم کو بدلت سہامِ ملامت و دشنام بنا کر اُن کو لطفِ اندوزی
مطلوب ہے۔ اس لئے کہ اُن کو عشاق کے ہاؤس کا لپکا ہے اور ہائے
درائے سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

خوشنما بد نالہ شبہائے تو

ذوقِ ہادارم بہ یارب ہائے تو

یہ اندیشے تو سب عقلِ خام کے ہیں۔

عقلِ میگوید کہ خود را پیش کن۔

عشقِ میگوید کہ ترکِ خویش کن

باقی رہے ہم۔ ہم تو پاک بے جیا ہیں۔ ہمارا شربِ ہمارا مذہب تو ہر حال

میں راضی بہ رضامنا ہے۔ ہمارا نصب العینِ نوبہ ہے کہ۔

رحمتِ آں تست لعنتِ آں تو

من کیمرناں ہمہ فرماں تو

ذکرِ برادرِ طریقت مولوی محمد یوسف روشن دل خوش اقبالِ نظامی صاحب

کی دعوتِ محبت و مودت کا تھا کہ مامورِ قلم نے کیا کچھ لکھ ڈالا۔ بہر حال مجمعِ احباب

بے تکلف میں دوستانہ و مخلصانہ نوک جھوک اور لطائف و فرائف کے
 چٹخاروں نفیس و لذیذ اقدیہ و اطعمہ خوب کھائیں۔ تکلف کا اندازہ صرف
 اس سے فرمایا جیسے کہ شیرینی میں چار اقسام کے حد درجہ نفیس میٹھے تھے۔ بقول
 اس ستم ظریف مرچرے فقیر کے جو کہتا ہے کہ ایک پیسہ لوں گا۔ اور
 سو گانی دوں گا۔ میرا ن سے یہ کہہ کر کہ شکریہ کیسا تنہا رسمی الفاظ دہرائے
 ہم خلوص و یگانگت کی اہانت سمجھتے ہیں۔ گھر لوٹ آئے قلبی مشاہدہ سے
 شدید جذب و کیف طاری ہو گیا تھا۔ تقریباً تمام شب جاگتے اور سوتے گزرے
 گئی۔ الوداع خدا حافظ و ناصر۔

”طے ہوئی آج کی منزل پہ سافت میری“

۸ ربیع المنور ۱۳۶۵ھ

بیضہ از قلم مرزا مظہر اللہ بیگ صاحب

۲۴ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ

رحمت باغ۔ کاجی گڑھ۔ حیدرآباد دکن

اختتام

اقتیام کتاب پر اگر ایک خاص فہور فہرستِ ربانی کا ذکر کیا جائے تو
 ناسپاس گذاری ہوگی کتاب کی ابتدا میں ایک مقام پر روانگی حج سے قبل لکھا گیا تھا
 کہ ہم اپنی ترقی کے سائل کو بالکل یہ معلیٰ چوڑ کر حرمین شریفین روانہ ہو گئے تھے، ہمارے
 غیاب میں سرسید الملک نواب صاحب اختیارِ صدرِ اعظم باب حکومت
 سرکار عالی نے ترقی کیلئے دو نام بارگاہِ بندگانِ عالی "حضرتِ ظل اللہ جہاں شاہ
 میں رد نہ کر دیے۔ ایک ہمارا اور دوسرا نام سیٹا احمد خان صاحب کا تھا۔ میرے
 سلطانِ دیشان امیر المومنین محبوب المسلمین اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی متعالیٰ کی بارگاہِ
 عالی سے ازراہِ محرمتِ خسرانہ اپنے اس قدیم الخیرت خاندانی خادم کی ترقی کیلئے
 فرمانِ واجب الادمان بتاریخ ۲۶ رجب المرجب ۱۲۶۵ھ شرفِ صدور لایا۔ اور من یؤکل
 علی اللہ فہو حید کی سچی تصویر نظر آگئی۔ سچ ہے۔ "نارِ رازِ با فکر کارِ ما"

تَبَاخُث

تکمیل

حمید فرشتہ

ایک خط :-

۱۷ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ
یوسف پورالغالی
بدھنہ
قلیہ

سیدی مرشدی مولائی حضرت خواجہ حسن علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میرے خواجہ بروحی نذاک شب نامہ ہے چاندنی
سماں ہے۔ زمین پر سے ایک نورنا آسمان ہے حقیقت دکھلائے خواجہ کا چہرہ۔
نہاں جس کو سمجھے ہوئے تھے عیاں ہے

چاند اپنے تابانیاں دکھلا رہا ہے میرے دل میں بھی آج ایک سوچ چمکے راستے۔
ہم ستارے اور ہر طرف بغیر خواب بلند ہے سب کوئے خواجہ غلام غلامان آل محمد ابن رسول اللہ
آپ کے جد امجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی انصاریوں کا نام سیدنا یحییٰ بن اسماعیل علیہ السلام
صرف دو رکعت نماز تہجد ادا کر کے سورۃ یسین الشریف قلب انقران پڑھ جاتی ہے سَلَامٌ قَوْلًا وَفِعْلًا
قَبْلِ الرَّحْمٰنِ ذٰلِكَ قَلْبُ الْعَلْبِ فَرَقَانِ حَمِيدِ آیت خاص شہد زلیت مریدی عامل اسرار رضی وعلی پر
رکعت تمام کر کے جب مجدد کا مقام لاہوئی آتا ہے تو دل کی رتی کی عالم و بد کامل میں بے شمار
تکرار مزید کے یکو یک بعد ہزاران انداز محبوبی ایک آواز دل نواز گوش جاں میں بے صوت صد
آنے لگی کہ ”عبدی عبدی عبدی“ ہر ذرہ وجود اس صوت مریدی سے معمور و بھر پور ہو کر
جذبہ بے اختیار شوق میں قصاں ہو گیا، تحت الارض سے فوق السماں تک صرف یہی آواز محیط اکل
محسوس ہوتی تھی اور

دل گیا صوت مریدی میرے نشستہ ساز سے
نغمے کی آتی تھی صدائے دل گداز سے

جس طرح آواز کن کے بعد نہر وجود نیستی سے ہستی میں آگیا اسی طرح اس صوت دل نواز نے دل کی
بند آنکھیں یک لخت کھول دیں اور اس رگ جاں سے زیادہ قریب پہنچنے والے کی کامل دید میں
ہو گئی، ہوش و خرد کا وہاں کیا کام، وہم و گمان تو منہل اول کے نشان راہ پر ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں
جذبہ بے اختیار شوق میں صرف طلب و عشق صادق کے دو لائے والے پر زمان و مکان سے تبرا و منز

منزلِ ہما ہوت میں لڑائے لئے چلے جا رہے تھے لڑائے لئے چلے جا رہے تھے کیا عرض کروں کیا دیکھا؟ آنکھ مجھ دید تھی اتنا تو مجھ کو ہوش ہے۔“ انوارِ راقمنا ہی کا مواج و متلاطم سمندر پھٹ پڑا اور نور کے بادلوں میں مغوف دیکھا کہ میرا پیارا خواجہ میرے رسول کا لاڈلا فرزند دل بندہ گنبدِ خضرؑ والے اپنے جدِ محترم کی ہمارہی میں امتِ مروجہ کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو کھجور کے دخت کی عالمِ ربوبی والی میل کبریٰ میں جوڑنے اور باندھنے والا، وہی میرا پیارا خواجہ، بہ ہزاران اندازِ محبوبی و درباری متسمانہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا ہے، ہاں دیکھ رہا ہے، اور وہ جس نے بہرِ دل بُردِ دین من آپ کی شہادت میں اپنے گور کھلایا تھا وہ تو دیکھتا ہی رہتا ہے، ہر لمحہ وہ ہر آن تیری نئی شان سے دیکھتا ہی رہتا ہے، برعکس رخ خویشِ محارمِ گرانِ شہد مزایہ تھا میری روح کی کھلی ہوئی آنکھ بھی اُسے دیکھ رہی تھی وید کے مزے لوٹ رہی تھی صلی کا ٹک ٹکا آج پورا ہو چکا اور

کی منزل بجدائند پوری ہوگئی اور کچم رسولؐ والی منزل تو سالہا سال پہلے انجام کو یوں پہنچ چکی ہے کہ حجرہ آثار مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں آٹھ سال قبل بھجلی شب کے قریب عین عالم بیداری میں دکھایا گیا تھا کہ ایک چاند نے اس مقام پر جلوہ فرمائی کی ہے جہاں آثارِ اقدس میرے پیارے خواجہ آپ کے جدِ محترم کے رکھے ہوئے ہیں اور جہاں ہمیشہ صلوة و سلام گزرتا جاتا ہے چہرہ اقدسؐ اور کی آفتابِ مثالِ معانی اس درجہ غوغوشاں تھیں کہ حجرہ کے سامنے والاں سیلابِ نور سے بھر گیا تھا اور تاریکی میں لگے ہوئے قطعاتِ قرآن میں سے کھلی حص والا قطعہ دفور نور سے جگمگا گیا تھا منع نور کو جب پھر دکھیا تو وہی چہرہ نور تھا جس کی قسم مالک نے والشمس اہل قرآن میں کھائی ہے ہاں وہ تو وہی تھے مالکِ جلالِ لم یزالی

توبه این جمال و خوبی میسر طور گر خوامی
ارنی به گوید آتش که به بغیبت لن ترانی

اور زیادہ غور سے دیکھا تو حلیہ بعینہ میرے خواجہ ابن رسول اللہ کا تھا یہ حنیف مار کر پروانہ وار قصد ہوا اور روح نے بے شمار سجدے روح جیدہ الکونین کو کہہ کھتے ہوئے کہے کہ۔

قبلہ دین کعبہ جان یا رسول اللہ تعالیٰ سجدہ مسکین جن پر لحظہ باد اسٹو۔

انعام غلامان
خوشنایطامی

چون تو ذات پر را کوئی قبول
هم خدا را در بخش آمدی قبول

انعام علیہ السلام
خوشنما نظامی

